صلوٰۃ کے وہ معنیٰ جو قرآن نے بتائے

تمدّن، تصوّف، شریعت، کلام
بُتانِ عجم کے پُجاری تمام
یہ اُمّت روایات میں کھو گئی
حقیقت خرافات میں کھو گئی
اقبالؒ

سِندھ ساگر اکیڈمی

صلوٰۃ کے وہ معنی جو قرآن نے بتائے

مصنف : عزیز اللہ بوھیو

پبلشنگ

سندھ ساگر اکیڈمی

پوسٹ آفس خیر محمد بوھیو، وایا نوشہرو فیروز، سندھ

یہ کتاب 238 صفحات پر مشتمل ہے

قیمت:............**Rs. 150/-**

علوم قرآنیہ کیلئے میں کوئی حرف آخر نہیں۔

ہر آنیوالی جدتوں اور وسعتوں کو قرآن نے اپنے اندر سمویا ہوا ہے لہٰذا افکار قرآنیہ پر جتنا زیادہ غور و فکر کیا جائے گا اتنا ہی رموز کائنات کو سمجھا جا سکے گا۔ فہم قرآن کیلئے طالب علم کو قرآن نے اپنے ہی اندر سے تصریف آیات کے ذریعے مکمل خود کفیل کیا ہوا ہے۔ آج کے دور میں مضامین قرآن اور الفاظ قرآن کے کئی کیٹلاگ (Catalogue) صاحب علم لوگ تیار کر کے مارکیٹ میں لے آئے ہیں اور شروع سے قرآن کی اپیل تو ہے ہی کہ

ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر o

دیر تو صرف ہم کر رہے ہیں۔

عزیز اللہ بوھیو

فہرست مضامین

فہرست مضامین

مقدمہ طبع دوم

مروج نماز کب شروع ہوئی؟ کہاں سے آئی؟

قرآن حکیم کی انسانی فلاح کے لیے ایک جامع انتظامی اصطلاح **اقیموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ** کے صرف پہلے حصے یعنی صلوٰۃ کی معنی ومفہوم پر کچھ نہایت مختصر مضامین میں نے کتابی صورت میں بنام **"صلوٰۃ کے وہ معنے جو قرآن نے بتائے"** سندھ ساگر اکیڈمی کی طرف سے شائع کی۔ کتاب لوگوں تک پہنچنے کے بعد میں ایک عرصے تک منتظر رہا کہ اس پر کسی جانب سے کوئی علمی رد موصول ہو، میری غلط نویسی کی نشان دہی کی جائے، میری اصلاح کی جائے .... لیکن تا حال ایسی کوئی تحریر مجھے اور میرے ہم خیال دوستوں کو نہیں ملی۔ میں نے سندھی زبان میں ایک کتاب بنام **"قرآن مجبور"** لکھی تھی جس میں علم روایات کے حجت نہ ہونے کا موضوع تھا، وہ کتاب ایک شخص پڑھنے کے بعد اپنے علاقے کے فرقہ اہل حدیث کے ایک نامور عالم دین کے وہاں لے گیا اور اسے کہا کہ عزیز اللہ نے اپنی اس کتاب میں علم حدیث پر بڑے بڑے الزامات لگائے ہیں، آپ کو اس کا رد لکھنا ہوگا، جواب میں مذکورہ عالم دین نے اسے فرمایا کہ کچھ دن ٹھہرو یہ کام ہو جائے گا۔ سائل نے عرض کیا کہ آخر کس طرح؟ تو عالم دین نے فرمایا کہ اِس وقت عزیز اللہ مروج نماز کے خلاف لکھ رہا ہے، جب اس کی یہ کتاب آئے گی تو سب کا جواب ایک ساتھ دے دیا جائے گا۔

جناب قارئین! مجھے بالخصوص اس سمت بھی دھیان رہا، لیکن ان مہربانوں نے بھی میری غلطیوں کی نشان دہی نہیں فرمائی، میری علمی اصلاح اور درستی نہیں فرمائی، بہر حال دیر آید درست آید، اب بھی وقت نہیں گیا، آئندہ بھی جو کوئی مہربان قلم اٹھائیں گے .... تو ویلکم، مرحبا!

میرا ہی نہیں بلکہ سب کا دین اسلام کے مسائل سمجھنے میں تلاشِ حق کا جذبہ ہونا چاہیئے، یہ کوئی ریس جیتنے کا معاملہ تو ہے نہیں، اسلام کو تو اللہ نے بطور دین نازل فرمایا تھا، لیکن صدیوں سے لوگوں نے اللہ کے دین کو مذہب بنایا ہوا ہے۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ مذہب لوگوں کے بنائے

ہوئے ہوتے ہیں جن کی ذمہ داری اللہ کی نہیں ہوا کرتی اور پورا قرآن مذہب کی اصطلاح اور لفظ سے بھی خالی ہے۔ افسوس ہے کہ لوگ دین اور مذہب کو ہم معنی سمجھے ہوئے ہیں جب کہ اللہ نے ہر دور میں انبیاء کو بھیجا ہی مذاہب عالم کو ملیامیٹ کرنے کے لیے ہے (۳۳_۹)(۵۲_۲۲) یہاں برسبیل تذکرہ تاریخ کے تناظر میں عرض کرتا چلوں کہ جس وقت تک امت مسلمہ اسلام کو دین سمجھ کر اس پر عمل پیرا رہی اس وقت تک وہ سپر پاور معزز فاتح عالم اور **شھداء علی الناس** رہی ہے اور جب سے اسلام کو امت والوں نے امام مافیائی مذاہب کے سانچوں میں ڈھالا ہوا ہے اس وقت سے امت والوں کی تصویر کچھ اس طرح کی ہے کہ۔

وہ جو معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
ہم جو ذلیل وخوار ہیں تارک قرآں ہو کر

قرآنی تعلیمات کے حوالہ سے یاد آیا کہ ابوالکلام آزاد نے غبار خاطر میں خط نمبر۱۴ کے آخر میں لکھا ہے کہ ازمنہ وسطیٰ کا یورپ مذہب کے مجنونانہ جوش کا علم بردار تھا' مسلمان علم ودانش کے علم بردار تھے' یورپ دعاؤں کے ہتھیار سے لڑنا چاہتا تھا' مسلمان لوہے اور آگ کے ہتھیاروں سے لڑتے تھے۔ یورپ کا اعتماد صرف خدا کی مدد پر تھا' مسلمانوں کا خدا کی مدد پر بھی تھا لیکن خدا کے پیدا کئے ہوئے سروسامان پر بھی تھا۔

محترم قارئین...... آزاد صاحب کے اس تجزیہ کی روشنی میں آج کے دور کی صورت حال بالکل برعکس ہے۔ آج مسلم امت والے دعاؤں اور ختم خواجگان کے بل بوتے پر ترک اسباب کی طرف چلے جارہے ہیں' یہ سب قرآنی علوم کے ساتھ علم روایات کو نتھی کرنے کا شاخسانہ ہے۔ اس الٹی ماجرا کا سارا سبب ہے علمی رہنمائی میں قرآن کے ساتھ امام مافیا کی گھڑی ہوئی احادیث کو شریک کرنے کا' شاید میں نے شرک بالقرآن کا جملہ غلط استعمال کر دیا ہے کیونکہ یہاں تو امت مسلمہ نے مکمل طور پر قرآن کو ترک کر کے اسکی جگہ فقہ الاحادیث رائج کیا ہوا ہے' قرآن سے صرف چار عدد شادیاں کرنے کی ادھوری دلیل اخذ کرتے ہیں اور بس' بہرحال میں نے

اپنی کتاب ''**صلوٰۃ کے معنے جو قرآن نے بتائے**'' میں لفظ صلوٰۃ کی اپنی لغوی' اصلی معنی جو خود قرآن حکیم ہی کی رہنمائی سے ثابت شدہ ہے یعنی اتباع اور تابع داری لکھی ہے۔ بحوالہ (۳۱_۷۵) جو تفصیل اب بھی آپ کتاب میں پڑھ سکتے ہیں نیز پھر اس کی بقیہ انتظامی' سرکاری' سیاسی گڈ گورننس کی معنویت والی اصطلاح کو ڈ ورڈ کے حوالوں سے معانی مختلف آیات میں سورتوں میں متفرق سیاق وسباق میں متعدد مثالوں کے ساتھ لکھی ہیں' پھر جن لوگوں نے مسئلہ کی اہمیت کی طرف توجہ نہ دی اس لیے کہ اگر گھوڑا گھاس سے یاری رکھے گا تو بھوک مرے گا اس لیے چپ رہنے پر اکتفا کیا' ان کی شان میں کچھ لکھنا محض وقت کا زیاں ہے اور جنہوں نے اپنی شان کے مطابق اپنی قدر و منزلت کے آئینہ کے مطابق جلسوں کے اندر فتوے سنائے ان کی نوازشات کے جواب میں بھی ان کے لیے دعائے ہدایت بہتر سمجھتا ہوں۔ میری اس خامہ فرسائی کا اصل سبب تو سورۃ انعام کی آیت نمبر۶ اور سورۃ انبیاء کی آیات ۱۱ سے ۱۵ تک میں جو ہمارے جیسے نانجار و بے لگام آوارہ رجیم کا انجام قرآن نے سنایا ہے اور خود اس کا انداز بتایا ہے کہ ''**ھل تحس منھم من احدا و تسمع لھم رکزا**'' (۹۸_۱۹) یعنی اے مخاطب قرآن جاؤ ظالموں کی بستیوں کو خوردبینوں کے حساس کیمروں سے کھنگال کر چیک کرو اور دیکھو کہ کہیں سے ان پھنے خانوں کی آہٹ یا چوں بھی سننے میں آتی ہے؟ تو میں اپنی خامہ فرسائی سے آج کے غافل انسانوں کے تاج محل کے ائیر ٹائٹ دروازوں پر نفیل بجارہا ہوں کہ آؤ اس انجام سے بچنے کی ایک ہی راہ ہے' وہ یہ کہ ''**ذالك الكتاب لاريب فيه**'' یعنی اس قرآن نے آج تک کسی کو دھوکہ نہیں دیا' جس نے اس کی لڑ پکڑی وہ بچ گیا۔

مجھے اپنی اس کتاب کے بارے میں کچھ دوستوں کی اس تشویش کا بالکل صحیح احساس ہے' جن کا خیال ہے کہ کئی کم علم اور کم فہم لوگ صلوٰۃ کے جو معنی رائج الوقت نماز کا انکار کرنے سے یا رد کرنے سے سمجھتے ہیں کہ آپ ان سے ان کا خدا چھین رہے ہیں' سو جواباً عرض ہے کہ مسلم امت میں کم علمی اور اجتہادی سوچ کے فقدان تو کیا ان کے انکار قرآن پر بھی جتنا ماتم کیا جائے کم ہے۔

لوگوں سے ان کا خدا تو اس وقت پڑھی جانے والی رائج الوقت نماز کے ذریعے چھینا گیا ہے' مسلم امت میں مجوسیوں' آتش پرستوں نے آگ کے سامنے پوجا پاٹھ کی نیت سے جو نماز وہ پڑھتے ہیں اسے انہوں نے قرآن کے حکم "اذا نودی للصلوٰۃ" کے بدل کے طور پر لاگو کر دکھایا ہے' اللہ نے اپنی فرض کردہ صلوٰۃ کو تو اپنے ذکر کا مترادف قرار دیتے ہوئے فرمایا "**فاسعوا الیٰ ذکر اللہ**" یعنی اللہ کے ذکر کے لیے اجتماع کی جانب بڑی سعی یعنی جلدی میں بھاگ دوڑ کے طریق پر پہنچو۔ اس قرآنی صلوٰۃ اور ذکر اللہ کی معنی اور مفہوم یہ مروج نماز ہرگز نہیں ہو سکتی اس لیے کہ اس نماز کا قیام رکوع' سجدہ خلاف قرآن شرکیہ جملے ''اللہ اکبر'' سے ادا ہوتا ہے' پورے قرآن میں اللہ کی صفت اسم تفضیل کے صیغہ اکبر سے نہیں کی گئی ہے اس لیے کہ اس سے لازم آئے گا کہ جب اللہ سب الٰہوں سے بڑا ہے تو چھوٹے الٰہوں کا وجود ثابت ہو جائے گا جو کہ شرک ہوا' مزید برآں نماز سے فارغ ہونے اور اسکے ختم ہونے کے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا جاتا ہے جب کہ اللہ نے صلوٰۃ جو کہ ذکر اللہ ہے' کو ختم کرنے پر بندش لگائی ہوئی ہے جس کے لیے فرمایا کہ **ولا تکن من الغفلین** (۲۰۵-۷) یعنی ذکر اللہ سے کوئی ایک لمحہ بھی فارغ اور غافل نہ ہونا جو اس سے نماز کی طرح سلام کہہ کر بھاگ جاؤ۔ پوجا والی نماز سے تو چھٹی کرتے ہو لیکن ذکر اللہ والی صلوٰۃ سے غفلت برتنے اور چھٹی کی اجازت نہیں ہے۔ قرآن میں لفظ ذکر کئی معنوں میں سمجھایا گیا ہے' تو جو ذکر اجتماعات میں دوستوں اور دشمنوں کے سامنے ادا کرنے کے لیے مباحثوں' سیمیناروں' لڑائیوں کے دوران کرنا ہے اس کی ادائیگی کا طریقہ سمجھایا گیا ہے کہ "**ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذالك سبيلا**" (۱۱۰-۱۷) یعنی نہ ہی بڑی آواز سے لیکچر دو نہ ہی آہستگی سے جو لوگ سن ہی نہ سکیں۔ جناب قارئین یہ عوامی اجتماعات کے سامنے تاریخ' قانون اور ایڈمنسٹریشن کے متعلق لیکچر والا ذکر ہے' ایک دوسرا ذکر ہے جس کا مفہوم غور و فکر اور تدبر کرنا ہے' اس کا موضوع بھی اللہ نے متعین کر کے دیا ہے "**و یتفکرون فی خلق السموٰت والارض**" یعنی آسمانوں اور زمینوں کی تخلیقی سائنس پر سوچنا اور اس سوچ کی سمت بھی

مثبت ہونی چاہیئے کہ" **ربنا ما خلقت هذا باطلا**" (۱۹۱-۳) یعنی اے کائنات کو پالنے والے یہ سارا نظام حق پر مبنی ہے' یہ کوئی باطل اور بے سود نہیں ہے۔ اس قسم کے ذکر کی آیت سے ایٹم بم' ہائیڈروجن بم' جراثیم اور وائرس پھیلانے والے کیمیاوی بم بنانا از روئے قرآن ناجائز اور ممنوع قرار دیئے گئے ہیں۔ محترم قارئین قرآن کے اس ذکر والی صلوٰۃ میں بندے سے اللہ چھینا تو نہیں گیا بلکہ اللہ نے بندے کو سکھایا ہے کہ میری صلوٰۃ اور ذکر کے وقت میری ہدایات کو ذہن میں رکھا کرو! پھر "**الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبهم** (۱۹۱-۳) چلنے پھرنے' بیٹھنے' سونے کی حالت میں بھی تیرا ذکر...... تیرا غور و فکر...... یہ میری صلوٰۃ ہے اور یہی میرا ذکر ہے۔
محترم قارئین! آپ پریشان نہ ہوں کہ میں موضوع سے باہر نکل رہا ہوں' اصل میں اس مروج آتش پرستوں والی نماز نے بندے سے ان کے اللہ کو چھینا ہے۔ قرآن کے ذکر صلوٰۃ میں آپ نے دیکھا کہ بندہ اگر اللہ کو بھلائے بھی تو اللہ یاد دلا رہا ہے کہ ذکر کے دوران' صلوٰۃ کے دوران مجھ سے کنکشن نہ ٹوٹے۔ میری کائنات سے متعلق یہ ذہنیت متعین کر کے آگے سوچنا کہ "**ربنا ما خلقت هذا باطلا**" یعنی یہ جہان عبث اور بے سود نہیں ہے جو کہیں تخریبی اسکیموں والا کرنل لارنس آف عربیہ نہیں بن جانا۔

محترم قارئین! جس طرح کہ میں نے عرض کیا کہ لفظ ذکر کئی معنوں میں قرآن حکیم کے اندر آیا ہے۔ ان میں سے ایک معنی قانون بھی ہے۔ تو قرآن حکیم کا جو نہایت ہی اہم کوڈ ورڈ اور اصطلاح ہے ''صلوٰۃ'' تو اصل میں یہ صلوٰۃ فی ذاتہ مقصود و مطلوب اور اصل ہونے کا درجہ نہیں رکھتی بلکہ یہ وسیلہ ہے مطلوب اور اصل تک پہنچنے کا جو کہ ذکر (بمعنی قانون) ہے۔ جس طرح کہ فرمایا گیا کہ "**اقم الصلوٰة لذكري**" (۱۴-۲۰) یعنی قائم کر صلوٰۃ کو میرے ذکر کے لیے' ذکر کے غلبہ کے لیے' ذکر کی حاکمیت کے لیے اور یہ ذکر دنیا کی طاغوتی طاقتوں' غلام ساز بادشاہوں اور سرداروں کے سامنے کیا جاتا ہے۔ جس طرح جناب موسیٰ نے اللہ سے کچھ سہولتیں اور رعایتیں طلب کیں' پھر عرض کیا کہ یہ مطالبات سب اس لیے ہیں کہ "**کی نسبحك كثيرا و نذكرك**

كثيرا“ (۳۳-۲۰) یعنی تیرے احکام کی تعمیل بھرپور طریقے پر کریں اور تیرے ذکر (قانون) کا کثرت سے نفاذ کریں۔ جناب قارئین ذکر کی دوسری قسم ہے مبادیات کائنات، تخلیق عالم کو ربوبیت الٰہی کی ہدایات کی روشنی میں معاشیات کے مسئلے کے قرآنی حل کے نفاذ کے طریقوں پر سوچنا اور ان کے مطابق معاشرہ قائم کرنا، تو اس سوچ اور غور وفکر کے لیے اللہ سے بندے کی مناجاتیں کہ میں اس نیا کو کیسے پار لگا سکتا ہوں۔ اس طرح کی صلوٰۃ اور ذکر کی تعلیم قرآن حکیم نے اس طرح دی کہ **”واذكر ربك فی نفسك تضرعا و خيفة دون الجهر من القول بالغدو و الآصال ولا تكن من الغافلين“** (۲۰۵-۷) یعنی ذکر کر، یاد کر، مذاکرہ کر تو اپنے پالنے والے کے ساتھ اپنے دل کے اندر عاجزی کے ساتھ، ڈرتے ہوئے، اس انداز سے کہ اللہ سے تیری گفتگو کی آواز کوئی سن نہ سکے اور یہ تیری مناجات، اور یہ تیری صلوٰۃ صبح و شام (یعنی) ہر وقت، ہر دم جاری رہے یہاں تک کہ تجھ پر غفلت کا کوئی وقت نہ آئے۔ جناب قارئین آپ نے اس آیت پر غور فرمایا؟ قرآن والی صلوٰۃ کے اوقات قرآن نے اس آیت میں سمجھائے ہیں کہ ہر گھڑی، ہر وقت تیرا اللہ سے کنکشن جڑا رہے، کوئی ایک گھڑی، لمحہ، چشم زدن، سیکنڈ بھی ایسا نہ آئے کہ تو اللہ سے غافل ہو جائے۔ اس آیت (۲۰۵-۷) نے تو اوقات نماز پانچ عدد قرار دینے کو بھی غلط ثابت کر دیا۔ اب آیئے اس نماز کی طرف جو صدیوں سے اہل فارس نے آگ کے سامنے کی جانے والی پوجا کو اسلامائز کر کے امت مسلمہ کے سر پر مسلط کی ہے: اس کی پانچ عدد نمازوں کی کل رکعتیں سترہ ہوتی ہیں۔ سترہ رکعات کی ادائیگی میں زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے تیس منٹ کا وقت لگتا ہے، پھر بقیہ ساڑھے تیئس گھنٹوں میں گناہ کرنے کی حدیث کے ذریعے کتاب بنام صحیح مسلم میں حکم دیا گیا ہے (اور یہ حدیث بھی بنائی گئی ہے) کہ: ہر دو نمازوں کے درمیان بندہ جو گناہ کرے گا تو اس کے بعد والی نماز بیچ کے گناہوں کو دھو ڈالے گی۔ کتاب صحیح مسلم میں یہ بھی حدیث لکھی ہے کہ اگر تم لوگ گناہ نہیں کرو گے تو اللہ تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا جو گناہ کرے گی، پھر وہ توبہ کرے گی تو اللہ اس کو بخش دے گا۔ (مسلم، جلد ۲ کتاب توبہ صفحہ ۳۵۵ مطبع قدیمی کتب خانہ

مقابل آرام باغ، کراچی)

قرآن میں جیسا کہ ابھی آپ نے پڑھا کہ اللہ نے فرمایا کہ بغیر آواز کے دلوں میں: وقت مجھے یاد رکھو حتیٰ کہ کوئی ایک گھڑی بھی تم پر غفلت کی نہ گذرے۔ لہٰذا میں نے قرآنی صلوٰۃ کی وضاحت کر کے آتش پرستوں کی نماز کو قبول کرنے اور اسے معمول بنانے کو خلاف قرآن قرار دیا ہے وہ صرف اس لیے کہ یہ نماز بندے سے اللہ کو چھینتی ہے، اس نماز کے ماٰخذ علم حدیث نے بندوں کو گناہ کرنے کا حکم دے کر ان سے اللہ کو چھینا ہے، کاٹا ہے، جدا کیا ہے۔ سو جس طرح گناہ کی ترغیب دینے والی مسلم کی حدیثیں ہیں اسی طرح ایسی حدیثوں کی عطا کردہ زرتشتی نماز لوگوں پر مسلط کی گئی ہے اور صدیوں سے قرآن کو سمجھ کر پڑھنے سے مختلف حیلوں کے ذریعے روکا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے لوگ طوطوں کی طرح بن سمجھے رٹا لگانے کو تلاوت قرآن سمجھے بیٹھے ہیں، جب کہ تلاوت کے معنی ہیں قرآن کا اتباع کرنا (۲-۹۱) اور اتباع سمجھے بغیر ہوتا ہی نہیں۔

اللہ کے ملنے کے مواقع

قرآن حکیم میں ہے کہ جب اہل جنت دوزخ والوں سے پوچھیں گے کہ ”ما سلككم فی سقر“، تمہیں کس سبب سے آگ میں ڈالا گیا ہے تو وہ جواب دیں گے کہ **”لم نك من المصلين و لم نك نطعم المسكين“** (۴۴-۷۵) یعنی ہم مصلین میں سے نہیں تھے، یعنی صلوٰۃ کی ڈیوٹیاں دینے والوں میں سے نہیں تھے، وہ اس طرح کہ مساکین کو نظام صلوٰۃ کے حوالہ سے کھانا بھی نہیں کھلاتے تھے۔ اس قرآنی نظام کے ہدف کو قرآن نے ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے کہ **”فك رقبة او اطعام فی يوم ذی مسغبة“** (۱۴-۹۰) یعنی غلاموں اور محکوموں کو آزاد کرانا اور بھوکوں کو کھانا کھلانا یہ تو مصلین کی ڈیوٹی ہے (۵-۱۰۷)۔ محترم قارئین آپ نے دیکھ لیا کہ اللہ کی فرض کردہ صلوٰۃ، قرآن کی صلوٰۃ بھوکوں مسکینوں بے سہارا لوگوں کے مسائل حل کرنے کا نام ہے جو شخص اس طرح کے مسائل حل کرنے کے لیے غریبوں، محروموں کے بیچ میں ہوگا (قرآنی صلوٰۃ تو یہ ہوگی) کہ گویا وہ اللہ کی ڈیوٹی کے حوالے سے اللہ کے ساتھ ہوگا اور اللہ ایسے لوگوں کا ساتھی

ہے۔ ایرانی، مجوسی پوجا والی نماز پڑھنے والے پجاریوں کے ساتھ اللہ ہوتا ہی نہیں ہے، جو ہم ان پجاری لوگوں سے اللہ چھین رہے ہوں۔

اللہ قرآنی صلوٰۃ قائم کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے

جناب قارئین...... آپ نے ابھی پڑھا کہ "اقم الصلوٰۃ لذکری" (۲۰_۱۴) قیام صلوٰۃ کا مقصد اللہ کے ذکر اور قانون کے نفاذ کے لیے ہے، اور آپ نے یہ بھی پڑھا کہ موسیٰ کا فرعون سے مقابلہ ہی اللہ کے قانون کے اعلاء اور نفاذ کے لیے تھا جسے موسیٰ نے مقابلہ کے لیے کہا کہ "ونذکرک کثیرا" (۲۰_۳۴) یعنی موسیٰ کی صلوٰۃ فرعون سے جنگ تھی اور محمد کی صلوٰۃ غلام ساز سرداران مکہ سے جنگ تھی اور قیصر و کسریٰ کی بادشاہتوں سے جنگ تھی۔ اس صلوٰۃ پر روانہ کرتے وقت اللہ اپنے مصلی بندوں سے فرماتا ہے کہ "لا تخافا اننی معکما اسمع و اریٰ" (۲۰_۴۶) یعنی آپ ڈریں مت میں تمہارے ساتھ ہوں، اتنا ساتھ جو تمہاری پوری صلوٰۃ، پورا مذاکرہ میرے سامنے ہوگا، میں اپنی نظر میں کیے رہوں گا، سارا مذاکرہ سنتا بھی رہوں گا۔ جاؤ تم خود کو اکیلے نہ سمجھو "اننی معکما اسمع و اریٰ" تو جو دوست پریشان ہو کر کہہ رہے ہیں یہ مروج مجوسیوں والی پوجا کے قسم کی نماز چھوڑنے سے کہیں ہم خدا سے دور تو نہ ہو جائیں گے، سو افسوس کہ یہ امت جب کہ صدیوں سے اللہ کو چھوڑے بیٹھی ہے۔ قرآن ان کی عدالتوں اور حاکمیت کے تحت سے معزول ہے۔ اس امت کے قاضی، مفتی امت والوں کو مسائل دین فارس کی امام مافیا کی روایتوں اور فقہی مسلکوں کی روشنی میں ان کے مذاہب کی خلاف قرآن تحریریں لکھ کر انہیں اسلام کے نام سے ہضم کرا چکے ہیں۔ فارسی اماموں نے ان سے اللہ کو بھی چھینا ہوا ہے اور قرآن بھی، اور انہیں اس کا پتہ بھی ہونے نہیں دیا۔ امت والوں کو اس محرومی کی ہوا بھی نہیں لگنے دی گئی۔ مکہ مدینہ کو عرصہ سے لندن پھر واشنگٹن کے آرڈروں تلے روزانہ روندا جاتا ہے۔ خطیبان حرم کی مرے ماں جو چار لفظ احتجاج کے بھی کہہ سکیں کہ اللہ نے تو بین الاقوامی قضیوں کو فیصل کرنے کی عدالت عالیہ اور سپریم کورٹ مکہ کو بنا کر اسے فری سٹی بنانے کا اعلان کیا تھا کہ "والمسجد الحرام الذی

جعلناہ للناس سواء ن العاکف فیہ والباد" (۲۲_۲۵) یعنی مسجد حرام کے مرکز پر اکیلے امت مسلمہ کی قبضہ گیری نہیں چلے گی۔ اس مرکز کو اللہ نے پوری انسانیت کے لیے یکساں جائے پناہ بنایا ہے، اعلان کیا گیا ہے کہ "من دخلہ کان آمنا" (۳_۹۷) ہر مظلوم کو یہاں امن دیا جائے کیونکہ "ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا و ھدی للعالمین" (۳_۹۶) یعنی یہ پہلا مرکز ہے جو جمیع انسانوں کے لیے مکہ میں بنایا گیا ہے اور اس کے قوانین جملہ جہانوں میں رہنے والوں کے لیے ہدایت ہیں۔ لیکن پوجا والی نماز کے پرستاروں کی خدمت میں کیا عرض کریں کہ تم سے تو تمہارا پہلا مرکز ہی فارس کے حدیث ساز اماموں نے ڈی گریڈ کر کے وہاں ایک طرف تم سے دیوار کعبہ میں ایک پتھر چمٹا کر اس کی پوجا کروا رہے ہیں اور تمہیں خوش کرنے کے لیے ایام حج میں ایک نام نہاد مفروضہ پر شیطان کو سنگسار کروا رہے ہیں اور تم حج سے واپسی پر خوش ہو کر آتے ہو کہ ہم نے شیطان کو اتنے اتنے جوتے مارے، جب کہ ان فارسی ڈھکوسلوں کے لیے تمہارے پاس قرآن حکیم سے کوئی بھی ثبوت نہیں ہے اور اس وقت شیطان اس مخصوص جگہ کے بجائے اسے پتھر مارنے والوں کے جسموں اور دلوں میں ہوتا ہے۔

جناب قارئین...... جب اس کتاب کے پہلے ایڈیشن کے ختم ہو جانے کے بعد اکناف و اطراف سے خطوط آنے لگے کہ کتاب "صلوٰۃ کے معنے جو قرآن نے بتائے" دی جائے تو ہم جواب میں اسٹاک ختم ہونے کی بات کرتے تو پھر احباب فوٹو اسٹیٹ کا تقاضہ کرنے لگے۔ بہر حال اب طبع دوم کا کریڈٹ بھی کوئٹہ والے جناب قدیر احمد خان صاحب اور ان کے ساتھیوں کو جاتا ہے۔ اس کتاب کے طبع دوم سے پیشتر بھی میں خان صاحب کے جذبہ اور فکر قرآن کے اشاعتی مساعی کا نہایت ہی معترف ہوں۔ خان صاحب اگرچہ اب مستقل صاحب فراش ہیں لیکن اللہ کو بڑی طاقت ہے، ہم اس کے دربار میں ہر وقت دست بہ دعا ہیں کہ انہیں صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور وہ دوبارہ اپنے قافلہ کی سالاری فرمائیں۔ آمین۔ ابتدا میں اس طبع دوم پر مقدمہ لکھنے کا ارادہ نہیں تھا، لیکن گذشتہ تحریر جو آپ پڑھ آئے ہیں کہ کچھ لوگوں نے کتاب پڑھنے کے بعد اندیشہ

...ریا تھا کہ میں ان تشریحات کے ذریعے گویا لوگوں سے ان کا معبود اللہ چھین رہا ہوں تو مجھے نہایت شدید احساس ہوا کہ ایسے کم علم مہربانوں کو بتادوں کہ تم جس نماز کو عبادت سمجھے ہوئے ہو یہ عبادت نہیں پوجا ہے جس پوجا کے ارکان قیام' رکوع سجدہ' قعود بدلنے کا ہینڈل والا جملہ ''اللہ اکبر'' غیر قرآنی اور شرکیہ معنی رکھنے والا ہے' اس طرح کی پوجا کو افسوس ہے کہ لوگ اب تک سمجھ نہیں پائے کہ یہ عبادت کیوں کر ہے؟ اور اس پوجا بنام نماز نے تو امت والوں سے' نمازیوں سے اللہ کو چھینا ہوا ہے وہ اس طرح کہ اللہ نے اقامۃ صلوٰۃ اور اپنے ذکر کو ایک ہی مفہوم میں بیان فرمایا ہے' ملاحظہ فرمائیں (۴۵-۲۹) (۳۷-۲۴) (۹-۶۲) اور آپ نے اللہ کے ذکر کے لیے قرآن کی یہ ہدایت بھی ملاحظہ فرمائی کہ "ولا تکن من الغافلین" (۷-۲۰۵) یعنی تجھ پر غفلت کا ایک لمحہ بھی نہ گذرے تو تیرا آدھے گھنٹے کی پانچ نمازوں کے پڑھنے کے بعد کا بقیہ وقت تو گیا غفلت میں

......میرے ایک کمیونسٹ دوست نے مجھے کہا کہ میں نے جب آپ کی کتابیں پڑھیں اور اقامۃ صلوٰۃ کا مفہوم یہ پڑھا کہ اس سے لوگوں کو سامان رزق دیا جائے تو میں اپنے گاؤں کے مولوی سے جاکر لڑا کہ مجھے اب پتہ لگا ہے کہ اللہ تو ہم کامریڈوں کا دوست ہے' تم مولویوں نے ہمیں اپنے دوست سے جدا کیا ہوا تھا' ہمارے دوست اللہ نے جو اقامۃ صلوٰۃ سے حاجت مندوں کو رزق پہنچانے کے لیے ایتاء زکوٰۃ کا حکم دیا ہے یہ تو ہمارے کمیونزم کے منشور کی بات ہے' اب تو جیسے قرآن ہمارا منشور ہوا' سو مولوی صاحب سن لو اس ایتاء زکوٰۃ کے حکم کی تعمیل ہم کر رہے ہیں اس لیے جنت ہمیں ملے گی اور تم مولوی سود خور لوگوں کے ایجنٹ ہو سو دوزخ میں تم جاؤ گے۔

بہر حال اس سوال کا جواب دینا ضروری سمجھ کر یہ مقدمہ لکھا اور دوسرا سوال جو کسی اور مہربان نے کیا ہے اس کا جواب بھی اسی میں شامل کئے دیتا ہوں:

سوال دوم

پوچھا گیا ہے کہ اگر یہ رائج نماز از روئے قرآن امت مسلمہ پر فرض نہیں کی گئی اور بقول آپکے یہ نماز خود رسول اللہ نے بھی نہ پڑھی ہے نہ پڑھائی ہے' تو اتنے وسیع پیمانے پر ساری

دنیا تو ایک طرف خود مسجد الحرام کعبۃ اللہ میں اور مسجد نبوی مدینہ منورہ میں یہ غیر قرآنی چیز کس طرح اتنی اہمیت سے شروع ہو سکی ہے (سوال پورا ہوا)

الجواب

امید ہے کہ سوال کرنے والے محترم بھی سمجھتے ہونگے کہ انکے سوال کا تعلق تاریخ کے سبجیکٹ سے ہے' جس کا اصل مسئلہ کے جواز اور عدم جواز سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یعنی نماز کی فرضیت کا حکم قرآن کا نہیں ہے' یہ مسئلہ بالکل جدا ہے' اور کعبے میں اور پوری دنیا میں کیوں اور کب سے نماز پڑھی جاتی یہ جدا سوال ہے۔ اس مسئلہ کے ثبوت اور عدم ثبوت سے اس کا کوئی تعلق نہیں اس لیے کہ فرائض واحکام کا ثبوت قرآن کے متن سے تعلق رکھتا ہے' لوگوں کے عمل سے تعلق نہیں رکھتا۔ لوگوں کی اکثریت کے عمل کو قرآن اور دین اسلام کا حصہ قبول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ فرائض اسلام کے ثبوت کے لیے قرآن کے الفاظ اور ٹیکسٹ کا حوالہ ضروری مطلوب ہوتا ہے اور جناب اعلیٰ میں اپنی اس تمہیدی عرضداشت کے لیے بھی ثبوت عرض کروں گا' یعنی اس سوال کا تعلق مشہور اصطلاح **تواتر** سے ہے اور علمی دنیا میں تواتر ایک کلی مشکک کے طور پر بیان کی گئی ہے۔ اسکی تشریح کوئی ایک نہیں ہے کئی تشریحات ہیں۔ میں سب کی الگ الگ عبارتیں نقل کرنے سے قاصر ہوں' اس لیے سب کا قدر مشترک عرض کرتا ہوں کہ لوگوں کی ایک بڑی اکثریت ہر دور میں اپنے سابق دور والوں کی کوئی بات نقل کرے یا عمل نقل کرے اور وہ اپنے بعد کے دور والوں کو روایت یا عمل کو بھی اتنی تو کثیر تعداد والے لوگوں کو منتقل کرے جن کی اکثریت عدد کو عموماً اور عادتاً جھوٹا کہنا مشکل لگے کہ یہ اتنے کثیر لوگ کیونکر غلط بات یا غلط کام کر سکتے ہیں (تواتر کی تشریح ختم)۔

جناب محترم قارئین جب ایرانی پوجا والی اس مروج نماز کے حامی لوگ دلائل علمی پیش کرنے سے قاصر ہوجاتے ہیں تو وہ اس تواتر عملی کی آڑ میں مخالف فلسفہ قرآن اس نماز کو رسول اللہ سے لے کر آج تک لوگوں کی اکثریت کے نقل عملی کو ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ سو پہلے تو یہ حقیقت ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ اگر قرآن حکیم کسی ایک مسئلہ میں اپنا فیصلہ دے دے اور ایک

بڑی اکثریت اس کو قبول نہ کرتی ہو تو ایسی صورت میں قبول نہ کرنے والے سارے کے سارے لوگ اکثریت کے باوجود جھوٹے' کذاب ہیں۔ قرآن سچا ہے۔ جس کی مثال یہ ہے کہ قرآن حکیم نے مطلق طور پر زانی مرد اور زانی عورت کا جرم ثابت ہونے کی صورت میں سزا ایک سو کوڑے رکھی ہے' تو اس کے مقابلے میں حدیث ساز اور فقہ ساز جملہ قرآن دشمن امام مافیا کا کنبہ بضد ہے کہ سو کوڑے کی سزا صرف غیر شادی شدہ مرد و عورت کے لیے ہے اور شادی شدہ زانی مرد و زانیہ عورت کے لیے رجم ہے' یعنی سنگ ساری کے ذریعے انہیں موت کی سزا دینی ہے۔ جناب قارئین یہ عقیدہ سب امامی فرقوں کا مشترکہ مانا ہوا ہے سو اس کی روشنی میں جملہ فقہا اور اماموں کو جھوٹا قرار دیا جائے گا' قرآن کو ان اکثریت والوں کے مقابلے میں سچا ماننا ہوگا۔

'تواتر' قرآن کی نظر میں

اس گذارش کے بعد بھی کہ ہر دور کی اکثریت بھی اپنے عمل کے جواز کے لیے دلیل کی محتاج ہے اور صرف اکثریت کے بل بوتے پر دلیل سے بے نیاز نہیں ہوا جا سکتا۔ اب قارئین محترم ! مطلق اکثریت کے لیے' بے دلیل اکثریت کے لیے آئیں قرآن حکیم کی دربار علیت میں تجسس کریں اور غور و فکر کریں کہ وہاں سے کیا فرمان جاری ہوتا ہے:

"وان احکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھوائھم واحذرھم ان یفتنوک عن بعض ما انزل اللہ الیک فان تولوا فاعلم انما یرید اللہ ان یصیبھم ببعض ذنوبھم و ان کثیرا من الناس لفاسقون" (۵-۴۹)

خلاصہ: اے رسول لوگوں کے درمیان فیصلے کریں اس قانون کی روشنی میں جسے اللہ نے نازل فرمایا ہے اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرنا اور ان سے اندیشہ بھی رکھنا کہ کہیں تجھے اللہ کے نازل کردہ کلام سے' قوانین الٰہی کے کچھ زاویوں اور حصوں سے برغلا نہ دیں' اگر یہ پس پشت بھاگ گئے تو جان لینا اللہ کا بھی پروگرام ہے کہ ان کے جرائم کا انہیں بھی کچھ مزا چکھایا جائے گا' جب کہ حقیقت یہ ہے کہ بتحقیق لوگوں کی اکثریت فاسق اور بدکار ہے۔

محترم قارئین! اکثریت کے لیے قرآن حکیم کے ریمارک کو غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ آیت کے شروع میں خود رسول اللہ سے فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگوں کی فاسق اکثریت والے تو ایسے لوگ ہیں جو اے محمد کہیں تجھے بھی قرآنی افکار سے نہ برغلا دیں۔ اس لیے **و احذرھم**' ان سے اندیشہ میں رہنا' چوکس اور ہوشیار رہنا اس لیے ایسی اکثریت والوں کے لیے حکم ہے کہ **ولا تتبع اھوائھم** ان کی خواہشات کا اتباع نہ کرنا' آگے فرمایا کہ: **"وما یتبع اکثرھم الاظنا ان الظن لا یغنی من الحق شیئا ان اللہ علیم بما یفعلون" (۳۶-۱۰)**

یعنی ان لوگوں کی اکثریت صرف گمان اور ظن کی پیروی کرتی ہے اور ظن حق کی جگہ اس کی ضرورت پوری نہیں کر سکتا۔ محترم قارئین! یہ آیت دوسرے نمبر پر میں نے بطور شہادت پیش کی ہے کہ اکثریت حق پر نہیں ہوا کرتی اور اکثریت والے وہم اور گمان کے پجاری ہوتے ہیں' اب فیصلہ ہر کوئی اپنے دل و دماغ سے کرے کہ قرآن نے انکے خود ساختہ اکثریت کے تواتر نامی ڈھکوسلہ کی کیا گت بنائی ہے' چلو تواتر والی اکثریت کا رعب جھاڑنے والوں کے متعلق قرآن حکیم سے مزید اور واضح استفسار کرتے ہیں' فرمان ربی ملاحظہ ہو **"و ان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن و ان ھم الا یخرصون" (۱۱۷-۶)**

یعنی اگر اطاعت کرے گا تو زمین پر بسنے والوں کی اکثریت کی تو وہ گمراہ بنائیں گے تجھے اللہ کی سبیل سے (یعنی قرآن سے ۱۰۸-۱۲) اور یہ اکثریت والے نہیں پیروی کرتے مگر صرف وہم اور گمان کی اور ان کی گمانیں بھی سب من گھڑت قسم کی ہوتی ہیں۔ میرے ناقص خیال میں اکثریت کے ڈھکوسلہ کی قرآن حکیم نے جو اس آیت (۱۱۷-۶) میں سرجری کی ہے اس سے اکثریت کے لفظ سے رعب جھاڑنے والوں کے لیے کوئی راہ فرار باقی نہیں رہی ہے۔ افسوس ہے کہ مسلم امت کی ذہنیت کو قرآن دشمن امام مافیا کے لٹریچر نے اتنا ڈھیٹ بنا دیا ہے کہ وہ کہنے لگے ہیں کہ اب رائے ونڈ کے سالانہ اجتماع میں چلو' جب ہم کہتے ہیں کہ یہ لوگ تو ایک طرف جاہل ہیں اور دوسری طرف قرآن کے مخالف ہیں' تو کہا جاتا ہے ٹھیک ہے یہ کیسے بھی ہیں لیکن اجتماع کے آخری دن دعا

میں شرکت کے لیے چلو تو محترم قارئین دعا کا تعلق تو اللہ سے ہے اور وہ تو ہر جگہ ہمارے ساتھ ہے ہم رائے ونڈ کیوں چلیں؟ تو پھر جاہلانہ جواب دیتے ہیں کہ وہاں لوگوں کی بہت بڑی اکثریت ہوتی ہے' بڑا جم غفیر ہوتا ہے' سو ضرور ان میں کئی ایسے لوگ ہونگے جن کی اللہ ضرور دعا قبول کرے گا' پھر ان کے طفیل ہمارے بھی گناہ معاف ہو جائیں گے' یعنی ان لوگوں نے اللہ کو بھی گھیراؤ اور اکثریت کے دھرنے دینے سے منوانے کا ڈھکوسلہ ایجاد کر لیا ہے' انہوں نے اللہ کو کیا پہچانا ہے کہ اس کے سامنے اجتماعی دعاؤں کے چکر چلائے ہوئے ہیں جب کہ یہ جنگل کی حویلی کی پیداوار تو قرآن کا فلسفہ دعا بگاڑنے کے لیے نوکری پر لگائے ہوئے ہیں۔ قرآن حکیم نے تو رائے ونڈ جانے کی شرط لگائے بغیر اپنے رسول سے فرمایا کہ "اذا سألك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلهم یرشدون" (۲-۱۸۶) یعنی اے رسول جب میرے بندے تجھ سے سوال کریں میرے ملنے کے متعلق تو انہیں بتایا جائے کہ میں تو نہایت ہی قریب ہوں' پکارنے والے کی پکار کا' دعا کا' میں جواب بھی دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے اس لیے لازم ہے کہ مجھ سے جواب طلبی کرو اور مجھ پر اعتماد کرو میرے اوپر بھروسہ کرنے سے ہی تمہیں رشد و ہدایت ملے گی۔ محترم قارئین اس قرآنی تعلیم دعا میں فلسفہ دعا میں بتایا گیا ہے کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے تو اللہ اسے سنتا بھی ہے اور اس کا جواب بھی دیتا ہے' مزید فرمایا کہ بندوں کو چاہئے کہ وہ مجھ سے جوابات مانگا کریں۔ اب رائے ونڈ والی فلاسفی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس آیت پر غور فرمائیں۔ لوگ پریشان ہیں کہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے بندے کی پکار بھی سنی ہے اور اس کا جواب بھی اسے سنا دیا' تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ کا جواب تو ہم نے سنا ہی نہیں۔ تو کیا یہ کہا جائے گا کہ اللہ نے غلط بیانی کی ہے؟ اللہ نے بالکل جواب دیا اور دیتا رہے گا' لیکن رائے ونڈ والوں نے روکا ہوا ہے کہ قرآن کو صرف بڑے مولوی پڑھیں۔ یہ کتاب ہرا یرے غیرے کی سمجھ میں آنے کی نہیں ہے' جب کہ بندے کی جملہ دعاؤں اور پکاروں کا جواب تو اللہ نے قرآن میں دے رکھا ہے اور پھر حکم بھی دیا ہوا ہے کہ مجھ اللہ سے جواب مانگو یعنی میرے کلام کی

کتاب تمہارے ہر سوال کا جواب دے گی۔ تم پر لازم ہے کہ مجھ سے ملو اور وہ بھی میرے کلام قرآن کے ذریعے سے اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ تمہارا کوئی ایسا سوال ہو جس کا جواب میں نے اپنی کتاب میں نہ دیا ہو۔

رائج الوقت نماز کی ابتدا

مجوسیوں' یہودیوں' نصرانیوں کے اتحادِ ثلاثہ کی تحریک جس میں انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ مسلم امت کا دنیا کے اوپر چھا جانے کا سارا راز ان کو ملی ہوئی کتاب قرآن حکیم میں پوشیدہ ہے' جب تک یہ کتاب ان سے چھینی نہیں جائے گی اس وقت تک امت مسلمہ کو دنیا سے ختم نہیں کیا جا سکے گا' سو جس طرح' قرآن کے متن کی حفاظت کا ذمہ اللہ عزوجل نے لیا ہوا ہے اس لیے دشمن اسے تو ختم نہیں کر سکا لیکن اپنا سارا زور دو چیزوں پر لگا دیا: ایک علم حدیث ایجاد کر کے اس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ رسول اللہ اور ان کی جماعتِ صحابہ نے ہی اپنی زندگی میں قرآن پر عمل نہیں کیا' لہٰذا یہ کتاب محض تبرک کے لیے ہے' بغیر سمجھے صرف پڑھنے کے لیے ہے اور عمل کرنے کے لیے تو ان کی وضع کردہ حدیثیں ہیں۔ سو یہ موجودہ نمازیں مجوسیوں نے فن روایت سازی کے وسیلے سے پہلی صدی ہجری میں ہی امت مسلمہ کے اوپر لاگو کر دی تھیں' جس کا ثبوت یہ ہے کہ ہر امامی فرقے کی اپنی علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں اور اس کا عملی نفاذ ابتدا میں انفرادی طور پر شروع ہوا وہ بھی باجماعت پانچ وقت نمازوں کے ساتھ ساتھ نوافل کی شکل میں۔

مروج نماز کا جزوی نفاذ مسجد کعبہ اور مسجد نبوی سے سال ۶۵۶ھ ۱۵ محرم الحرام

چنگیز خان کے پوتے ہلاکو نے بغداد پر جو خلافت اسلامیہ کا مرکز تھا اس پر حملہ کیا۔ اس کی تفصیلات میں عمومی طور پر مورخوں نے لکھا ہے کہ اس لڑائی میں مشاہیر علماء ملت اور اسلام کی اتنی بڑی تعداد میں گردن زنی کی گئی کہ مقتولین کے سروں کے انبار لگ گئے اور ان کا ایک مینار بھی بنایا گیا' اس فزیکل آپریشن کے علاوہ ایک بڑا آپریشن علوم دینی کی کتابوں کا بھی کیا گیا جس کی تفصیل مشہور ہے کہ علاقہ کی کتابوں کو بھی چن چن کر دریائے دجلہ میں پھینکا گیا' چونکہ وہ پریس کا زمانہ

نہیں تھا اس لیے اس دور میں تمام کتابیں قلمی ہوا کرتی تھیں اس وجہ سے دریائے دجلہ کا پانی کئی مہینوں تک کتابوں کی سیاہی سے سیاہ رنگ کا بہا کرتا تھا۔ اس قیامت کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ مورخوں نے ہلاکو کے وزیر اعظم ابن علقمی کو ایک غالی شیعہ بتایا ہے اور عین اسی وقت عباسی خلیفہ مستنصر کا وزیر اعظم نصیر الدین طوسی بھی ابن علقمی کے پایہ کا شیعہ تھا اور دونوں آپس میں گہرے دوست تھے۔ ہلاکو بغداد پر جنگ کے لیے تیار نہیں ہو رہا تھا جسے ابن علقمی نے بہت مشکل سے تیار کیا۔ ہلاکو بغداد پر فتح یاب ہونے کے بعد خلیفہ عباسی اور اس کے سب جرنلوں اور مشاہیر کو تو قتل کر دیتا ہے لیکن واپس جاتے وقت بغداد کی حکومت مقتول عباسی خلیفہ کے وزیر اعظم نصیر الدین طوسی کے حوالے کر کے جاتا ہے۔ اب سوچیں کہ علم حدیث جو کہ مکمل طور پر ردِ قرآن کے لیے ترتیب دیا گیا ہے اس کے خالق اور موجد یہی شیعہ ہیں جس میں اثنا عشری اور چہار امامی زیدی شیعہ بنام ائمہ اہل سنت اور جملہ امامی فرقے سب شامل ہیں۔ موجودہ مروج نماز کے اصل وارث یہ جملہ امامی فرقے ہیں، انہوں نے اپنے اس اقتدارِ اعلیٰ کے دور میں وہ سب کام اسلام کے کھاتے میں ڈالے ہیں جو یہود، مجوسی اور نصاریٰ کی بگڑی ہوئی بائبل اور اوستیا کی دین میں۔ اگر میں غلط کہتا ہوں تو کوئی اسلام کا خیر خواہ ادارہ، حکومت یا شخصیت اس موضوع پر ریسرچ کرائے، عباسی خلافت کا خاتمہ ہلاکو کے حملہ کی صدی اسلامی تاریخ کی ساتویں صدی ہجری بنتی ہے، آتش پرستی کے لیے ایجاد کردہ نماز جو ۲۵۰ عیسوی سال میں گھڑی گئی، یعنی عیسوی سن کی تیسری صدی میں، پھر اسے ساتویں صدی عیسویں کے آخر میں اور دو تین صدیاں مزید تدوین علم حدیث کے ساتھ ان کتابوں میں اسلامائز کر کے مدون کیا گیا، پھر گیارہویں صدی عیسوی اور ساتویں صدی ہجری میں اس نماز کو اقتدار اور پاور کے زور پر مسجد الحرام اور مسجد نبوی سے سرکاری آشیر واد سے شروع کرایا گیا۔
جنگِ ہلاکو کا آپریشن صرف بغداد تک محدود نہیں رہا، یہ ایک سلسلہ تھا جو چل پڑا تھا، یہ جنگ اس کا محض نکتہ آغاز تھا۔ یہ عجمی اقتدار اور جنگ کے ذہنی پس منظر کی مکمل تصویر دکھاتا ہے، اگر نہیں تو پریس کے زمانے سے پہلے قلمی کتابوں کے دور میں اتنی مقدار میں کتابیں دریا برد کرنا کہ دریا کے

اندر جیسے ایک پل بن جائے، یہ ماجرا ثابت کرتا ہے کہ زمانہ نبوت سے لے کر ساڑھے چھ صدیوں تک قرآنی علوم پر نہایت بڑے پیمانے پر کام ہوا ہے جس میں حدیث ساز امامی تحریک کے مورثان اعلیٰ ابن علقمی وزیر اعظم ہلاکو گورنمنٹ اور نصیر الدین طوسی وزیر اعظم عباسی گورنمنٹ نے اپنی خصوصی نگرانی میں چن چن کر قرآنی علوم کی امین علمی کتابوں کے انبار ڈبو دیئے۔ جناب قارئین یہ سب کچھ کوئی چند سالوں کی کارگذاری نہیں ہے، اس مجوسی نماز کو اسلامائز کر کے مراکزِ حرمین کا قبضہ حاصل کرنے میں اہل فارس کی صرف علمی دروازوں سے ہی نہیں بلکہ عوامی حلقوں میں سیاسی قبضوں کے ذریعے بھی یہ یلغاریں امت مسلمہ سے ہیرے چھین کر اسے ٹھیکریاں دی گئی ہیں جس کی مثال ۲۹۵ ہجری سے لے کر ایک ایرانی لوہار عبید اللہ بن میمون القداح خود کو امام جعفر کے بیٹے اسماعیل کی نسل سے مشہور کر کے فاطمی نسب کے دعوے سے مصر پر حکمران بن جاتا ہے جس کی فاطمی نسل کے حوالے سے ۱۷۱ سال حکومت چلتی ہے اور ان کا اندرونی باطنی عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ نبوت کا اصل وارث اور حقدار علی تھا جو محمد کا بھائی تھا۔ جبرائیل نے بجائے علی کے محمد کو رسالت و نبوت کی وحی اور منصب پہنچا کر غلطی کی ہے اس لیے جبرائیل بھی ان کا دشمن ہوا۔
جناب قارئین! میں ہلاکو کے حملہ کے اثرات بعد میں عرض کروں گا، یہاں پھر سے مجوسیت کو اسلامی نام کا جبہ پہنانے کی دو کڑیوں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراؤں گا: ایک یہ کہ پہلی صدی ہجری کے نصف ثانی سے قرآن حکیم کے علوم کے رد میں جو زیر زمین حدیث رسول کے نام سے علم الروایات اور ان سے فقہ سازی کی اسکیم چلائی گئی تھی اس کا سفر اور پروسیس تیسری صدی ہجری کے اختتام تک مکمل ہو چکا تھا۔ یعنی اس عرصہ تک زیدی شیعوں کے ائمہ اربعہ اہل سنت کے نام والے بھی اپنی فقہیں تیار کر چکے تھے اور اثنا عشری فقہ جعفری کی تفاصیل بھی گیارہویں امام کی احادیث تک مکمل ہو چکی تھیں۔ بارہواں امام تو بچپن سے ہی پردہ غیب میں تشریف لے گیا تھا۔
بہر حال اس امامی تحریک کی تھنک ٹینک نے یہ سوچا کہ اگر قرآنی افکار و نظریات عملی طور پر ایک خطہ ارض پر حکمرانی کے منشور کے طور پر برسر اقتدار ہیں تو ردِ قرآن میں تیار کردہ ہمارے علوم حدیث اور

ان سے بنائے ہوئے فقہی مسالک اور یونان سے امپورٹ کردہ حسن بصری مارکہ تصوف کو رائج کرنے کے لیے بھی ایک علیحدہ خطہ ارض چاہیے۔ فی الفور تو حجاز اور گلف کے مرکزوں میں ہمارا یہ زرتشتی اسلام قبول نہیں کیا جاسکے گا اور ایران کے مرکزی عوام بھی مکمل طور پر قرآن کے عاشق اور دلدادہ ہیں کیونکہ قرآن نے ابھی تھوڑے دن پہلے انہیں شاہ کسریٰ اور اس کے سرداروں کی غلامی سے آزاد کرایا ہے اس لیے وہ ہماری اس تحریک یعنی بادشاہت اور کسرویت کو پھر سے فروغ دیکر اسے قائم کرنے والی سازش کا ساتھ نہیں دیں گے۔ جس کے لیے انہوں نے "السلطان ظل اللہ فی الارض" جیسی جھوٹی حدیثیں رسول اللہ کے نام سے بنائی ہیں اس لیے کیوں نہ فارس کے بجائے افریقہ کی جانب سے ایسا خطہ ارض ہتھیالیں جس کے اندر قرآن کے مقابلے میں اپنے تیار کردہ علوم کی قیادت میں حکومت قائم کریں اور اس جانب سے پڑوس کی صلیبی حکومتوں سے بھی اپنی بقا اور استحکام کی مدد مانگیں کیونکہ عیسائی حکومتوں کو اپنے مورث اعلیٰ شاہِ قیصر کی اسلامی انقلابی حکومت سے شکست کا بدلہ لے کر رومن ایمپائر کو دنیا کا بگ پاور بننے کا خواب ستا رہا ہے' تو ہم نصرانیوں کے لیے بھی اسلامی دنیا پر قبضہ کرنے کے لیے انہیں بفرزون کا کام دیں گے اور آگے چل کر صلیبی جنگوں میں ہم نصرانی حکمتوں کی مدد کریں گے' پھر جب خلافت اسلامیہ کمزور ہو جائے گی تو عیسائی حکمرانوں سے حملے کروا کر اسے مکمل طور پر ختم کرائیں گے۔ اور ان دنوں عربیت اور فارسیت ۔عربیت اور عجمیت کی زہریلی اصطلاحوں کو اچھال اچھال کر ہم اہل فارس خلافت اسلامیہ کی رسی سے باہر نکل آئیں گے۔

جناب قارئین! پھر دنیا نے یہ دن بھی دیکھا کہ عیسائی بادشاہ ہلاکو کی مدد اس کے فارسی شیعہ وزیر اعظم ابن علقمی اور مسلم دنیا کے عباسی خلیفہ کے فارسی شیعہ وزیر اعظم نصیر الدین طوسی کی ملی بھگت نے کی' یعنی جب خلافت عباسیہ کو تڑوادیا اور کافی عرصے بعد جب کعبہ کو محافظ مل گئے صنم خانوں سے ہلاکو کا بیٹا بھی مسلمان ہوگیا اور خلافت ترکیہ قائم ہوئی تو عیسائی طاقتوں نے خلافت عثمانیہ پر دباؤ ڈال کر سولہویں صدی عیسوی میں خطہ ایران کو سازش اور جبر کے ساتھ خلافت اسلامیہ

سے علیحدہ کرا کے وہاں اسماعیل صفوی کی بادشاہت قائم کرادی جس کے نتیجے میں ایک ہزار سال کے بعد ایران مسلم اقوام متحدہ سے علیحدہ ہوگیا۔

جناب قارئین! اہل فارس کی جاری وایجاد کی ہوئی امامت نام کی تحریک جو پہلی صدی ہجری سے رد قرآن کے لیے شروع کی گئی تھی اس نے اپنے زعم میں حدیث اور فقہ کے نام سے اسلامی لیبل والا نصاب قائم کیا تھا وہ جب تیسری صدی کے اختتام پر تکمیل پذیر ہوا تو جیسا میں عرض کر چکا ہوں کہ ایک فارسی نژاد عبید اللہ بن میمون القداح نامی لوہار نے خود کو نسلاً فاطمی اور اسماعیلی کہلوا کر مصر کے علاقے میں ۲۹۵ ہجری میں اہل بیت کی امامت کے نام سے حکومت قائم کردی جس کی دعوتِ امامت وخلافت اہل بیت کے قیام کا پروپیگنڈہ جو ابن صوفی علوی نے شروع کیا تھا ۲۶۹ھ سے جاری تھا۔ پھر مصر کی یہ فاطمی حکومت ۲۷۱ سال تک قائم رہی جو اسلامی ہجری سال ۵۶۶ تک چلی ہے اور ہلاکو کے حملے سے عباسی خلافت کے خاتمہ کا سال ۶۵۶ھ ہے' اس طرح فاطمی حکومت نے اپنے دور اقتدار میں جو بھی نظریاتی اور علمی افکار رائج کیے وہ سب کے سب قرآنی علوم کے خلاف' اماموں کے باطنی مسلکوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اگرچہ فاطمی حکمران بظاہر زیدی شیعہ تھے لیکن انہوں نے بڑی چالاکی سے ائمہ اربعہ اہل سنت کے مسلکوں کو پاکستانی اپوزیشن پارٹیوں کی طرح اپنا حزب اختلاف بنایا ہوا تھا۔ جو اصل میں زیدیت کا ہی چربہ تھے اور وہ نمائشی حزب اختلاف اتنا تو اپنی غلاف پوشی اور باطنی قرآن دشمن عقائد کو چھپانے میں کامیاب تھا کہ جب صلاح الدین ایوبی نے مصر سے فاطمی حکومت کا تیا پانچہ کر کے انہیں وہاں سے اکھاڑ پھینکا تو اس نے اپنی کم علمی کی وجہ سے وہاں فاطمی فکر کے نام نہاد مخالف ائمہ اربعہ میں سے فقہ شافعی کو فاطمی شیعت کے مقابلہ میں رائج کر دیا جب کہ امام شافعی خود بھی فاطمیوں کی طرح نسل پرستی کی گندگی کا مجسمہ تھا جس کا اس مسئلہ میں اپنا نظریہ یہ تھا کہ: "ان کان الرفض حب آل محمد فلیشهد الثقلان انی رافض" یعنی اگر شیعیت ورافضیت آل محمد سے محبت کرنے کا نام ہے تو دونوں جہانوں والے سن لیں کہ میں رافضی شیعہ ہوں۔ میرے خیال میں قارئین حضرات اس

آتش پرستی کے لیے ایجاد کردہ مروج نماز کو مصری فاطمی حکومت کے علاقوں میں ۲۷۱ سال کے عرصے میں حدیث وفقہ کے نام سے متعارف کرانے، رائج کرنے، اسلامائز کرنے کے عمل کو آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ وہ کس طرح نافذ کیا گیا ہوگا، اب آئیں اسلامی ممالک اور خلافت اسلامیہ کے زیر اثر علاقوں میں اس پوجا کی قسم کی نماز کو **اقیموالصلوٰۃ و آتوالزکوٰۃ** کے انتظامی کوڈ ورڈ کے معنوں میں منوانے اور لانے کے عمل اور پروسیس کو سمجھنے کی طرف۔

جناب محترم قارئین! جیسے ہی سلطان صلاح الدین ایوبی نے مصری قلمرو سے فاطمیوں کو اکھاڑ اتوفی الفور فاطمیت، زیدیت اور اسماعیلیت نے شیخ الجبال حسن بن صباح کی باطنی تحریک کا روپ دھار لیا جس نے مختلف تجربوں کی مدد سے برگ حشیش یعنی بھنگ کی جڑی بوٹی کو پالینے کے بعد اس کے ذریعے اپنے شکار پھنسا کر بہشت بریں کی ایجاد سے ناکام عاشقوں کی محبوباؤں کو ان کے وطن سے اغوا کر کے اس بہشت میں لاکر بنام حور قید کر لیا کرتا تھا پھر ان کے عاشقوں کو دستیاب کر کے بہشت بریں کے رومان پرور ماحول کے دل فریب مناظر کے وسط میں ان کی بچھڑی ہوئی محبوباؤں سے ان کی ملاقات کراتے تھے اس ملاقات کے دوران اسے بھنگ آمیز نہایت مفرح اور خوشبودار مشروب پلایا جاتا تھا جسے پینے سے وہ عاشق دوران وصل بے ہوش ہو جاتا تھا، پھر اسے اس جنت کے داروغے اٹھا کر بہشت سے باہر کسی ویرانے میں لاکر رکھ دیتے تھے اور اس کو ہوش میں آنے کے بعد کہتے تھے کہ ہمارے آقا و مولا حسن بن صباح کی رضامندی اور کرامت سے آپ ہمیشہ کے لیے اپنی محبوبہ کے ساتھ اسی جنت میں تاحیات رہ سکتے ہیں، لیکن آقا کی رضا جوئی کے لیے کچھ شرائط ہیں۔ پھر ان شرائط میں یا تو ملت اسلامیہ کے کسی نہایت مخلص خادم اور محافظ حکمران کو قتل کرنے کا ذمہ اس کے سپرد کیا جاتا یا کسی بلند پایہ مفکر اور دانشور کو قتل کرنے کا ٹارگیٹ ہوتا یا کوئی اور تخریبی اسکیم اسے سمجھائی جاتی تو وہ مجبور اور مفتون آدمی اپنی محبوبہ کے دائمی وصال کی خاطر ہر قسم کی شرائط منظور کر لیتا تھا اور اس اسلام دشمن تنظیم کے اہداف کو پورا کرنے کے لیے ہر کام کر گذرتا تھا، اگر وہ اس کام کے دوران مرجاتا تو باطنی تحریک کو اس کی کوئی پرواہ نہ ہوتی

لیکن اگر وہ اپنی مشن میں کامیاب ہو جاتا تو تحریک اس نوع کی دہشت گردیوں کے ذریعے قرآنی انقلاب کو پیچھے دھکیلنے میں سرخرو ہوتی تھی۔

محترم قارئین! جس طرح یہ باطنی تحریک فاطمی حکومت کے خاتمہ کے ساتھ ہی شروع ہوئی اور اس نے خلافت عباسیہ کی قلمرو میں پورے ایک سو سال ایسی دہشت پھیلائی جس کی وجہ سے خلافت عباسیہ کے آخری فارسی وزیر اعظم نصیر الدین طوسی کو زوال خلافت اسلامی کے ہدف کو پالینے میں بڑی مدد ملی اور تاتاری نسل کی منگول مافیا نے اپنی حاکمیت مسلط کر دی، اور اس کے بعد بھی اس باطنی تحریک نے پچاس سال تک شکست خوردہ اسلامی سلطنت کے اوپر اپنا آپریشن جاری رکھا جو کہ شروع ہی عیسائی حکمرانوں کے چندوں اور مالی مدد سے ہوئی تھی جس خفیہ امداد کا نام ظاہری طور پر جبری ٹیکس مشہور کیا ہوا تھا ورنہ یہ عالم نصرانیت کا اہل فارس کی اس تلچھٹ سے معاہدہ تھا، جو اہل اسلام کی سپر پاور حیثیت چھیننے اور ختم کرنے کے لیے کیا گیا تھا، جس معاہدہ پر طرفین تاہنوز قائم ہیں۔ قارئین غور فرمائیں کہ سقوط بغداد کے سانحہ میں جو قرآنی علوم کا سرمایہ دریا برد کیا گیا اور دانشوران علوم قرآن کے سر قلم کرائے گئے اور اس کے باوجود کہ ہلاکو کے قتل و غارت گری اور علوم قرآن کے ذخیروں کو بے دردی سے تلف کیا گیا، باطنیوں نے ڈیڑھ سو سال تک اپنی مہم کو جاری رکھا اور یہ تحریک ناسور کی طرح رستی رہی۔ یہ تمام واقعات ساتویں صدی ہجری کے ہیں۔ اسی صدی میں اسلامی دنیا میں تصوف کی خانقاہوں کے جال بچھ گئے، جس کے لیے مولانا ابوالکلام آزاد رقم طراز ہیں کہ "اس سلسلہ میں یہ بات بھی پیش نظر رکھنی ہوگی کہ یہ زمانہ صوفیانہ افکار و اعمال کے شیوع و احاطہ کا زمانہ تھا۔ تمام عالم اسلامی خصوصاً بلاد مصر و شام میں، وقت، مذہبی زندگی کا عام رجحان، تصوف اور تصوف آمیز خیالات کی طرف جا رہا تھا۔ ہر جگہ کثرت سے خانقاہیں بن گئی تھیں اور عوام اور امراء دونوں کی عقیدت مندیاں انہیں حاصل تھیں۔ تصوف کی اکثر متداول مصنفات اسی صدی اور اسکے بعد کی صدیوں میں مدون ہوئیں۔ حافظ ذہبی جنہوں نے اس زمانہ سے ساٹھ ستر برس بعد اپنی مشہور تاریخ میں لکھا ہے کہ اس عہد کے تمام ملوک اور امرائے اسلام

صوفیوں کے زیر اثر تھے۔ مقریزی نے تاریخ مصر میں جن خانقاہوں کا حال لکھا ہے ان کی بڑی تعداد تقریباً اسی عہد کی پیداوار ہیں" (خط نمبر: ۱۴) ماخوذ از غبار خاطر، مکتبہ جمال، حسن مارکیٹ اردو بازار لاہور"۔ اب جن لوگوں کو تشویش ہے کہ موجودہ مروج نماز رسول اللہ کے زمانہ میں رائج نہیں کی گئی، نہیں پڑھی گئی تو یہ اتنے اہتمام سے کس طرح رائج ہوسکی؟ اس پریشانی میں مبتلا لوگوں کو سمجھنا چاہئے کہ جب مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سمیت ساری اسلامی قلمرو میں پونے سات سو سال قرآن حکیم کی تعلیم، تفسیر القرآن بالقرآن کے اصولوں پر سمجھی اور سمجھائی گئی جس کی وجہ سے پوری امت مسلمہ پونے سات صدیوں کے عرصے میں سپر پاور رہی پھر جب انہی مراکز میں قرآن کو علوم امامیہ یعنی فقہ وحدیث کا تابع بنا کر پڑھا جانے لگا تو تھوڑے ہی عرصہ میں پوری امت اتنی زوال پذیر ہوگئی کہ آج کوئی اسلامی ریاست عالمی استعمار کی غلامی سے آزاد نہیں رہی ہے' لوگ اس بات پر تو تعجب کرتے ہیں کہ اگر موجودہ مروج نماز رسول اللہ کے زمانہ میں نہیں تھی تو بعد کے دور میں کیونکر اتنے اہتمام سے نافذ ہوسکی' لیکن اس بات پر انہیں کوئی تعجب نہیں ہے کہ قرآن حکیم کو رسول اللہ کے زمانے میں جب خالص قرآن کے آئینہ میں پڑھا اور سمجھا جاتا تھا اور ایوان حکومت سے اس کی روشنی میں ہی فیصلے کرائے جاتے تھے تو آج کیا ہوگیا ہے کہ عدالتوں اور ایوان حکومت پر حنفیت، مالکیت، جعفریت، حنبلیت اور شافعیت کی حکمرانی ہے اور ماوراالنہر کے ازبک اماموں کے گھڑے ہوئے، مدون کیے ہوئے علم الروایات کی قیادت ہے!! قرآن سے تو مکہ مدینہ کی عدالتوں میں بھی فیصلے نہیں کئے جارہے' نہیں لیے جارہے۔ جب مکہ کی جامعہ ام القریٰ یونیورسٹی اور مدینۃ الرسول کی جامعہ مدینہ یونیورسٹی میں بھی اہل فارس کے اختراع کردہ تبرا والے علم حدیث کے ماتحت قرآن کو تابع بنایا ہوا ہے لوگوں کے اس اعتراف پر کہ وہ حنفی ہیں، حنبلی ہیں، مالکی ہیں، شافعی ہیں اور جعفری ہیں قرآن حکیم نے فرمایا کہ یہ لوگ جو قرآن کے ساتھ غیر اللہ کے علوم کو شریک بنارہے ہیں "**ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شاھدین علیٰ انفسھم بالکفر**" (۹-۱۷) یعنی جو لوگ غیر قرآنی علوم اور غیر اللہ کے علوم کو خلاف قرآن امامی

علوم اور ان کے مسلکوں کو اختیار کرنے کا اعتراف کررہے ہیں یہ تو "**شاھدین علیٰ انفسھم بالکفر**" یعنی یہ ان کا اپنے کو کافر کہنے کا اقرار ہے' اب ایسے لوگ ہمارے انقلابی مراکز مسجدوں کی کیا تعمیر کریں گے' یعنی ان مساجد میں عالمی استحصالی سامراج کے خلاف ایسے مشرک لوگ مساوات رزق والی ایتاء زکوٰۃ پر کیا عمل کرسکیں گے' کیونکہ ان کے علوم کا ماخذ قرآن نہیں ہے یہ امامی علوم والے تو مساجد کو ویران کریں گے' پوجا گھر اور مندروں کی طرح بنا دیں گے' اگر "**شاھدین علیٰ انفسھم بالکفر**" کی معنی حنفی' حنبلی' مالکی' شافعی' جعفری کہلوانا نہیں ہے تو کوئی بھی شخص اس جملہ کی دوسری معنی کرکے دکھائے جو کوئی اپنے کافر ہونے کا بھی اعلان کرے اور مسجدوں پر بھی قابض ہو؟ تو ایسی ماحول پر نمازی پجاریوں کو کوئی تشویش نہیں کہ جس رسول اللہ کو اللہ کا حکم تھا "**وذکر بالقرآن من یخاف وعید**" (۵۰-۴۵) یعنی قرآن سے ہی تذکیر ایام اللہ کی ہسٹری کی اور اللہ کے اقتدار کی تعلیم دیا کر! تو اس رسول اللہ کے انقلابی مراکز سے قرآن کی تعلیم کیونکر ہٹا کر آج وہاں امامی، پرشن اسپیکنگ گروہوں کی' قرآن کے عوض ان کی گھڑی ہوئی حدیثوں اور فقہی مسلکوں کی حاکمیت اور اقتدار ہے جب تعلیم کے نصاب کے لحاظ سے قرآن کو خارج کیا گیا ہے اور بن سمجھے تلاوت کی حد تک محض ثواب کمانے کا اختیاری مضمون قرار دیا گیا ہو اور اس کی جگہ علم الروایات کو لازمی قرار دے دیا گیا ہو پھر یقیناً مکہ مدینہ میں بھی عملی طور پر اقیموا الصلوٰۃ کا مطلب انہی فارسی اماموں کی حدیثوں والا ہی لیا جائے گا جیسے کہ پوری امت والے نماز کی غیر قرآنی پوجا پر عمل پیرا ہیں' تو نہ صرف مکہ مدینہ میں بلکہ پوری امت میں موجودہ نماز کا مروج ہونا' یہ سب اس نصاب تعلیم سے منسلک عمل ہے۔ آج غیر قرآنی نصاب کی وجہ سے صلوٰۃ 'زکوٰۃ' طواف' اعتکاف' مسجد سب ارکان دین کا مفہوم بگڑا ہوا ہے۔ آج امت مسلمہ کے علمی نصاب سے علم الروایات کو نکال دیا جائے تو ہماری موجودہ نماز کی شکل کی پوجا پاٹ بلا تاخیر ختم ہوجائے گی کیونکہ ان سب چیزوں کا تعلق امت مسلمہ کے نصاب تعلیم سے ہے' یہی وجہ ہے کہ یورپ کی یونیورسٹیوں میں بھی تفسیر القرآن زہری اور طبری کی طرز پر علم الروایات کے تابع بنا کر

پڑھایا جاتا ہے اور امت مسلمہ کے اندر اہل حدیث فرقہ کو منظم طور پر سامراجی سرپرست یعنی نصرانی قیادت کو سرپرستی حاصل ہے۔ اسی فرقے کو عالمی استعمار نے سعودی حکومت پر نگراں کے طور پر مقرر کیا ہوا ہے۔ یعنی ہم امامت کے ناموں سے تعلق رکھنے والے سارے اہل مسلک کے فرقے سب کے سب ائمہ اربعہ سمیت شیعہ ہیں۔ فرق صرف اماموں کی تعداد کا ہے' کوئی فرقہ دوازدہ امامی ہے' کوئی شش امامی' کوئی چہار امامی اور کوئی یک امامی ہے' سب کے اپنے اپنے امام باڑے ہیں' قرآن کو کوئی بھی اپنا امام نہیں مانتا جسے اللہ نے حقیقی امام بنا کر ہماری طرف بھیجا ہے (۱۲_۳۶)'(۱۷_۱۷)۔

جناب قارئین! بغداد پر حملہ کے بعد عیسائی تاتاریوں نے امت مسلمہ کے قرآنی علوم کو تو دریائے دجلہ میں غرق کر دیا اور یہ حملہ مسلم امت کے سیاسی ادارہ خلافت کو ختم کرنے کے ساتھ ان سے قرآن چھیننے کے لیے بھی تھا : یہ ماجرا تو تاریخ کی سب کتابوں میں درج ہے لیکن اس حقیقت کی طرف کم ہی لوگوں کی توجہ گئی ہے کہ قرآن دشمن امامی علوم حدیث' فقہ' تفسیر القرآن بالاحادیث اور تصوف کے موضوع کی کتابوں کے یہ انبار ہلاکو کے علمی آپریشن کے وقت کیوں دریا میں نہیں غرق کئے گئے' یہ علوم کس طرح بچ گئے' یہ کیوں نہیں ضائع ہو سکے' اس میں کیا راز ہے؟ تو عرض ہے کہ یہ امامی علوم سب پریس کی ایجاد کے بعد بیروت کے یہودیوں نے بڑے اہتمام سے زیور طبع سے آراستہ کر کے ائمہ فارس کی تحریک کو زندہ جاوید کر دیا' یہ سہرا یہودی سرمایہ داروں کے سر جاتا ہے اور یہ بات نہایت قابلِ غور ہے۔

صلوٰۃ اور نماز میں فرق

میں گذشتہ سوال کہ اگر نماز زمانہ رسول اللہ میں نہیں پڑھی گئی تو پھر وہ کب اور کیسے شروع کی گئی کا جواب لکھ رہا تھا' جناب قارئین! اس جواب کو سمجھنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ صلوٰۃ اور نماز کے فرق کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ اس کے لیے میں قارئین کی توجہ سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۷ اور ۱۸ کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں' ابھی آپ آیت نمبر ۱۷ پر مختصر نوٹ پڑھ کر

آئے ہیں اب ملاحظہ فرمائیں آیت نمبر ۱۸ "انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر و اقام الصلوٰۃ و آتی الزکوٰۃ ولم یخش الااللہ فعسی اولئک ان یکونوا من المھتدین" (۹_۱۸) یعنی مساجد کی تعمیر وہ لوگ کریں' یا وہ لوگ کر سکتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت' یوم حساب پر ایمان رکھتے ہوں اور اقامت صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ پر ایمان رکھتے ہوں اور وہ اللہ کے سوا کسی اور سے خوف نہ رکھتے ہوں' پھر ایسے لوگ امید کر سکتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہو جائیں گے۔ یہاں ایک تو مساجد کی تعمیر کے لیے اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے کی شرط لگائی گئی ہے (اس شرط کی تفصیل میں اپنی تفسیر لکھوں گا) البتہ دوسری شرط جو اس مضمون کا موضوع ہے وہ مسجد کے مصرف اور کانسیپٹ کا ہے۔ اس میں اقامۃ صلوٰۃ ہوگی اور ایتاء زکوٰۃ کے فیصلے اور آرڈر جاری ہونگے' اور یہ عمل وہ لوگ کر سکیں گے' کر پائیں گے جن کو اللہ کے سوا کسی اور کا خوف نہ ہو۔ غور فرمایا جائے کہ آج موجودہ مروج نماز پڑھتے وقت مساجد میں یا مکہ مدینہ کی مرکزی مسجدوں میں ایتاء زکوٰۃ کا کوئی ذکر اور بحث اور تعمیل ہی نہیں ہوتی' جبکہ قرآن نے مسجد کے مصرف میں دونوں چیزوں کی ادائیگی ایک ساتھ بیان کی ہے' یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ تم نے صلوٰۃ کی غلط معنے نماز کر کے اس کو تو مسجد کے ساتھ نتھی کر لیا لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی کو مسجد سے کیوں جدا کیا ہوا ہے؟ جب کہ ان دو چیزوں کو کئی بار ایک ساتھ لایا گیا ہے' اور اس تذکرہ میں قرآن نے بڑی بات یہ بتائی ہے کہ قرآنی صلوٰۃ اور قرآنی زکوٰۃ کی اقامت بڑے دل گردہ کا کام ہے' یہ کام کوئی نڈر آدمی ہی کر سکتا ہے جسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہو۔ یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ اقامت صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ کے عمل سے دنیا کے استحصالی لوگ لڑیں گے' دنیا کی دولت کو ذخیرہ کرنے والے لوگ لڑینگے' ماریں گے' مخالفت کریں گے' تمہاری صلوٰۃ پر بندش لگوائیں گے۔ تمہارے ایتاء زکوٰۃ کے فیصلوں اور آرڈروں کو چلنے نہیں دینگے۔ میں اسی دوران ایتاء زکوٰۃ کے لیے وضاحت کے دو لفظ عرض کروں گا کہ زکوٰۃ کے معنی ہیں سامان پرورش' سامانِ رزق اور یہ زکوٰۃ ان سرمایہ داروں کے تنخواہ خور یزدگردی تھنک ٹینک کے ایجنٹ امام مافیا والوں کی نہیں ہے جو انہوں نے

اپنے فقہی اختراعات میں سال میں ایک بار ایک سو روپوں پر ڈھائی روپے دینے والی لکھی ہے یہ زکوٰۃ تو "**اواطعام فی یوم ذی مسغبۃ**" والی زکوٰۃ ہے (۱۴-۹۰) یعنی روزانہ، ہر روز بھوکے کو کھانا کھلانے والی زکوٰۃ ہے۔ بلاناغہ تصدیق کرنی ہے کہ کوئی بھوکا تو نہیں رہ گیا، اس کے لیے اللہ کی مسجدوں میں، دفتروں کے رجسٹروں کے انبار ہونگے جن میں حاجت مندوں کے نام اور پتے درج ہونگے کہ کون محتاج ہے، کون بھوکا ہے، کون ننگا ہے، کون بے علاج مر رہا ہے، کون تعلیم سے محروم ہے۔ یہ سب سامان پرورش سے متعلق اشیاء ہی مصلی کے عہدہ پر فائز لوگ مساجد میں آکر بیٹھیں گے اور ایک ایک محتاج کے لیے ایتاء زکوٰۃ کے عمل کی نگرانی کریں گے۔ ان مصلی نام کے افسروں کو اتنے اختیارات ہونگے کہ اگر بیت المال خالی ہو جائے تو ذخیرہ اندوزوں کے چھپائے ہوئے سامان پر چھاپے مار کر ان کا مال جبر سے ان کو معاوضہ دئے بغیر سب حاجت مندوں میں تقسیم کردیں۔ عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآنی صلوٰۃ صرف بندے اور اللہ کے بیچ میں انفرادی واسطے کا مفہوم نہیں رکھتی جیسا کہ مروج نماز کا مفہوم ہے۔ صلوٰۃ کے معنی ہیں قرآن کے بتائے ہوئے نظام کو قائم کرنا، اس کی اقامت کی ڈیوٹی دینا، تابع داری کرنا۔ مساجد کی تعمیر ان صلاتوں سے ہوں گی جن کے ذریعے بھوکوں اور حاجت مندوں کو سامانِ پرورش دیا جائے۔ صلوٰۃ بغیر ایتاء زکوٰۃ کے بے معنی ہے، رد ہے۔ وہ صلوٰۃ جس میں حاجت مندوں کی حاجت روائی نہ کی گئی ہو وہ صلوٰۃ قرآن کے حکم کے مطابق "**فویل للمصلین**" کے حکم کی روشنی میں ان مصلی افسروں کو 'ڈس مس فار لائف' کی سزا دینی ہوگی۔ محترم قارئین مساجد کی تعمیر کے لیے قرآن نے اس آیت میں فرمایا کہ ان کے اندر ایتاء زکوٰۃ والی صلوٰۃ ایسے شخص قائم کر پائیں گے جو اللہ کے سوا کسی سے بھی نہ ڈریں۔ لہٰذا مصلی کے لیے قرآن نے جو ڈر اور خوف نہ ہونے کی صفت اور میرٹ بتائی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ صلوٰۃ کی اقامت سے سرمایہ دار اور ذخیرہ اندوز انفرادی مفاد پرست لوگ لڑیں گے۔ وہ ایسی صلوٰۃ کے آگے بند باندھیں گے، روڑے اٹکائیں گے، ہر قسم کی مخالفت کریں گے اس لیے جس کو جان پیاری ہو وہ صلوٰۃ قائم کرنے کا اہل نہیں ہوسکتا۔ آج کے دور میں

سعودی حکومت سمیت دنیا بھر کے مسلم ہونے کے دعوے دار مولویوں حنفی، مالکی، حنبلی، شافعی، جعفری 'بوہری' یعنی سارے فرقوں والے جو مساجد میں پوجا والی آتش پرستی والی نمازیں پڑھ رہے ہیں، پڑھا رہے ہیں انہوں نے عالمی سرمایہ داریت کے لیے ڈالروں کے لالچ میں سوویت یونین، جس کا نظریہ تھا کہ دنیا کے ہر فرد کو مساوی بنیادوں پر سامانِ رزق ملنا چاہئے، ایسی سلطنت کو ختم کرایا ہے ان نمازیوں نے، سرمایہ داروں کے خرچہ پر خلاف قرآن وعظیں کر کے **سواء للسائلین** (۴۱-۱۰) والے نظریہ مساوات کے خلاف جنگ کر کے ایتاء زکوٰۃ کے خلاف جہاد کے نام پر سرمایہ داریت کے تحفظ کے لیے جنگ لڑی ہے۔ آج جب یہ سطور میں لکھ رہا ہوں ان سرمایہ داروں کے ایجنٹ نمازیوں کے پیش اماموں کو پھر ان کے آقا دہشت گرد کہہ کر ان کو دیے ہوئے ڈالر ان سے اگلوا رہے ہیں، بلکہ اس سے بھی تازہ ترین خبر یہ ہے کہ عالمی سرمایہ داروں کے تھنک ٹینک کو اندازہ ہو گیا ہے کہ قرآن کا نظریہ ربوبیت لوگ پھر سمجھنے لگے ہیں، کمیونسٹوں کو قرآن کے نظریہ مساوات سے دلچسپی ہونے لگی ہے۔ تھنک ٹینک والوں کو قرآن کا یہ اعلان کہ دولت کی تقسیم اس طرح سے نہ کرو کہ "**کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء**" (۵۹-۷) یعنی ایسا نہ ہو کہ دولت سرمایہ داروں کے بیچ میں چرخے کی لوٹیوں کی طرح پھرتی رہے اور کسی کی طرف جائے ہی نہیں۔ یہ اعلان دولت مندوں کو میزائل سے بھی خطرناک لگا ہے اس لیے امریکہ نے طے کیا ہے کہ مسلم امت کا صلوٰۃ کی معنی روزانہ پانچ بار نماز اور زکوٰۃ کی معنی پورے سال میں ایک بار ایک سو روپیہ پر ڈھائی روپے دینے کی معنی کرنے والا مُلا پھر بھی کمیونسٹوں کے مقابلہ میں سستا پڑے گا، سو آج کل طالبان پر آپریشن کم کر کے ان میں سے کچھ کو دوست بنا کر آئندہ شریک اقتدار کرنے کے لیے بھی سامراج آمادہ ہو گیا ہے، اگر سرمایہ داروں نے ایسے نہیں کیا تو ان کو خطرہ ہے کہ یہ لوگ نماز کے مفہوم:

مست رکھ ذکر و فکرِ صبح گاہی میں انہیں
پختہ تر کر دو مزاجِ خانقاہی میں انہیں

سے ہٹ کر اقامت صلوٰۃ کا ایتاء زکوٰۃ والا قرآن کا بتایا ہوا نتیجہ نکالیں گے تو سوویت یونین کو تو

نمازی طالبان کی مدد سے توڑ دیا لیکن قرآنی صلوٰۃ والے مسلم کو کس طرح ہٹائیں گے؟ اس لیے
عنقریب پرانے رشتوں و ناطوں کو دوبارہ استوار کر رہے ہیں تاکہ قرآن کے مقابلہ میں یہ نمازی
مُلا ان کے فائدہ میں رہے گا' میں نے گذارش کی ہے کہ سورۃ توبہ کی دو آیتوں ۱۷۔۱۸ پر غور کریں'
آیت نمبر ۱۷ میں فرمان ہے کہ "ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شاھدین
علی انفسھم بالکفر اولائك حبطت اعمالھم و فی النارھم خالدین" (۱۷۔۹)
یعنی مشرکوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ مساجد کی تعمیر کرسکیں' ایسی حالت میں کہ وہ اپنے لیے شاھدی
بھی دے رہے ہوتے ہیں کہ وہ اکیلے قرآن کو خالص قرآن کو بغیر ملاوٹ فقہ ابو حنیفہ کے فقہ امام
مالک کے فقہ امام احمد بن حنبل کے فقہ امام شافعی کے فقہ امام جعفر کے امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ
کے احادیث کے قرآن کو پڑھنے سوچنے سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہیں' گویا کہ یہ لوگ اس طرح کا
عقیدہ رکھے بیٹھے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ میں یہ میرٹ ہی نہیں کہ وہ ان کے اماموں کی روایات
اور فقہ کے سوا براہ راست قرآن سے کوئی مسئلہ سمجھا سکے یا رائج کرواسکے' اس لیے اوپر بتائے
ہوئے جملہ اماموں نے متحد ہو کر قرآن کی نکاح کے لیے بلوغت کی شرط (۶۔۴) کو توڑ کر نابالغ
بچوں سے شادی کو جائز قرار دیا ہے' قرآن نے غلام سازی یعنی لڑائیوں کے دوران مخالفوں کو قید
کر کے انہیں غلام بنانے کے رواج کو اس حکم سے توڑ دیا ہے کہ **"ماکان لنبی ان یکون له
اسری"** (۶۷۔۸) تو قرآن کے مقابلہ میں اوپر کے سارے اماموں نے غلام سازی کو جائز
قرار دیا ہوا ہے۔ قرآن حکیم نے دولت کے سرچشمہ زمین کو **"ان الارض یرثھا عبادی
الصالحون"** (۱۰۵۔۲۱) کے حکم سے اعلان کیا کہ زمین کا وارث زمین کی اصلاح کرنے والا
کسان ہوگا۔ اس طرح سے قرآن نے نکمے زمین مالکوں کے سارے دستاویز جھوٹے بنا دیے اور
قرآن کے مقابلے میں ان حدیث ساز و فقہ ساز اماموں نے جاگیرداریت کو جائز بنایا ہوا ہے۔
جناب قارئین' قرآن کے انقلابی اعلانات و اصلاحات سے ان اماموں کی قدم قدم پر ٹکر
ہے۔ قرآن نے اعلان فرمایا کہ جب یہ لوگ اپنے بارے میں کافر ہونے کی شاھدی بھی دے رہے

ہیں کہ وہ حنفی' مالکی' شافعی' جعفری اور حنبلی وغیرہ ہیں۔ ان کے اس طرح کے اعلان سے تو انہوں
نے گویا کہ کفر کر دیا' شرک کر دیا' کیونکہ آپ نے ابھی ملاحظہ کیا کہ ان کے امام منکرین قرآن ہیں'
تو ان کے پیروکار ہمارے انقلابی مراکز مسجدوں میں کونسے سرمایہ داریت اور جاگیرداریت کے
خلاف فیصلے کریں گے۔ اصل میں مسجد کا قرآنی کانسیپٹ تو عدالت اور فلاحی ادارہ والا ہے اسی وجہ
سے مسجد کی تعمیر کی معنی ہوئی کہ اس میں رعیت کے فلاح کے فیصلے کئے جائیں' تعمیر مسجد سے مراد
انیٹوں اور گارے والی چنائی نہیں ہے۔ جن لوگوں کے فقہوں میں نابالغ بچوں کی شادیاں جائز
ہوں اور جو لوگ غلام سازی کو جائز کہتے ہوں' جو لوگ جاگیرداری کو جائز کہتے ہوں' تو مساجد کی
عدالتوں میں یہ لوگ مظلوم بچوں سے کیا عدل کریں گے اور جاگیرداروں کے مخالف بے زمین
کسانوں کو کیا عدل دے سکیں گے۔ سو جو لوگ بر ملا مکۃ المکرمۃ کی مسجد بیت اللہ کا امام کہلا کر خود کو
حنبلی کہلائے تو یہ تو اس بات کا اقرار ہوا کہ وہ اللہ کا نہیں ہے' وہ تو اپنی صحاح ستہ نامی کتابوں کے
شش امامی گروپ کا پیروکار ہے جن کی روایات قرآن کو رد کرتی ہیں' مخالف قرآن ہیں تو ان
منکرین قرآن کی نمازیں بیشک نمازیں تو ہونگی لیکن آتو الزکوٰۃ والی صلوٰۃ ہرگز نہیں ہوگی۔

جن مہربانوں نے مجھ سے سوال پوچھا ہے کہ فی الوقت مروج نماز اگر رسول اللہ کے
زمانہ میں نہیں تھی تو وہ کب اور کس طرح مکہ مدینہ اور دنیا بھر میں رائج ہوئی تو ان کی خدمت میں
گذشتہ جوابی وضاحتوں کے بعد مزید یہ نیا جواب یا میری طرف سے سوال سمجھیں کہ کوئی بتائے کہ
ان مقامات مقدسہ وجلیلہ میں ان کے منبروں پر جو تبرا والی حدیثیں اور خلاف قرآن اماموں کے
فقہی فتوے وعظوں میں سنائے جا رہے ہیں اور صلوٰۃ کے بدلے میں ان مقامات پر غلط ترجمہ کے
طور پر نماز کو بتلانا اور اس کے ساتھ یہ کیا کم ہے جو کہ خود اللہ کا کلام بھی مسجدوں سے بے دخل کر دیا
گیا ہے' جو تاریخ اور طریقہ مساجد سے مکہ مدینہ سے قرآن کی بے دخلی کا ہے وہی تاریخ وہی طریقہ
ان مساجد میں مجوسیوں کی آتش پرستی والی نماز کی آمد اور ترویج کا ہے۔ اگر کسی کو اس بات پر
تشویش ہو کہ مساجد کے منبروں پر وعظوں میں حدیثوں اور فقہ کے ذریعہ تبرا کیونکر اور کس طرح' تو

یہ بات میری کتاب "فتنۂ انکار قرآن کب اور کیسے" پڑھنے سے سمجھ میں آسکے گی۔

مدارس عربیہ کے نصاب تعلیم میں جتنا اہتمام امامی علوم کے پڑھانے کا ہے اس کا عشر عشیر بھی قرآن پڑھانے کے لیے انتظام نہیں ہے

اور اگر کسی کو میرے اس الزام کو اچھی طرح سمجھنے کی چاہت ہو کہ امت مسلمہ کے سب فرقوں کے پیشوا قرآن کے دشمن ہیں تو وہ مہربان اس حقیقت پر غور کریں کہ یہ مذہبی پیشوائیت اپنے اداروں میں سب سے پہلے قرآن کی تعلیم تصریف آیات کی روشنی میں کیوں نہیں پڑھاتے جو ان کی فنون والی کتابوں کی مشکل اور مغلق عبارتوں کے مقابلہ میں نہایت سلیس اور آسان ہے، جب کہ یہ لوگ اس کے برعکس پہلے امامی علوم کی مشکل عبارتوں والی گھڑی ہوئی حدیثیں اور ان سے بنائی ہوئی فقہیں پڑھاتے ہیں اس کے بعد کہتے ہیں کہ جاؤ قرآن کو ان امامی علوم کے تابع بنا کر پڑھو اور سمجھو۔ اگر یہ لوگ پہلے قرآن کو قرآن کی تصریف آیات کی روشنی میں پڑھائیں گے تو آگے پڑھنے والے کے ذہن میں ساری حقیقت کھل جائے گی اور اسے امامی علوم کے بطلان کی بھی حقیقت اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی۔ اسی وجہ سے یہ لوگ اپنے مدارس میں شروع شروع میں اہتمام سے قرآن نہیں پڑھاتے۔

عزیز اللہ بوہیو۔

انتساب

میں یہ کتاب تاریخ اسلام کے ان لوگوں کے نام منسوب کرتا ہوں جنھوں نے رسول اللہ کی جانشینی اور ہر قسم کے عہدہ کے لیے قرآن کے حکم

اِنَّ اللّٰـهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (4.58)

کی روشنی میں اہلیت اور میرٹ کو آل محمدؐ اور قرابت رسولؐ کے نظریہ پر ترجیح دی۔

اس انتساب کا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں میں عرصہ سے دینیات کے نام پر جو علوم حدیث، تفسیر اور تاریخ اسلام کے نام سے موجود ہیں یہ سب ان لوگوں کے گھڑے ہوئے اور بنائے ہوئے ہیں جو لوگ وفات رسولؐ کے بعد خلافت اور جانشینی کا استحقاق رشتہ اور قرابت کی بنیاد پر قرار دیتے تھے۔ جبکہ یہ نظریہ اور سوچ خلاف قرآن ہے۔ قرآن **اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (4.58)** یعنی اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں (جس میں لوگوں کی قیادت کے عہدے بھی ہیں) اہل اور لائق لوگوں کو دیا کرو۔ اور فرمایا کہ **لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ (2.124)** یعنی میرے عہدے ظالموں کو نہیں ملا کریں گے۔ اور فرمایا کہ **اِنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (21.105)** یعنی دھرتی کی وارثت صلاحیت کے بنیادوں پر دی جائے۔ اس قرآنی ہدایت کے خلاف حدیثیں بنا۔نے والے اماموں نے **الائمہ من قریش** وغیرہ جیسی حدیثیں بنائیں اور اس قسم کی حدیثوں سے فقہ بنانے والے اہل سنت والجماعت کے چار امام جو بقول شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی مخلصین شیعوں میں سے تھے (حوالہ آگے آئے گا) اور فقہ جعفریہ کے سارے مدون امام، رسول اللہ کی جانشینی اور خلافت کے لیے قرابت کو میرٹ اور اہلیت پر ترجیح دیتے تھے۔ اس لیے دینیات کے نام پر آج تک جو بھی علوم مسلمانوں میں حدیث، فقہ، تفسیر اور تاریخ اسلام کے نام پر موجود اور مروج ہیں وہ سب ان امام کہلانے والوں کے لکھے اور تیار کرائے ہوئے ہیں۔ یہ سب کے سب بنیادی لحاظ سے قرآن حکیم کے خلاف ہیں۔ ان جملہ علوم کو تیار کرنے والوں کی قدر مشترک لوگوں سے قرآن چھینا تھا اور ہے۔ اس لیے انھوں نے قرآن کے بتائے ہوئے اصول اہلیت اور صلاحیت کے

مقابلہ میں فلسفہ آل محمدؐ ایجاد کیا اور اس پر جملہ شیعہ اور سنی کہلانے والے متفق ہیں۔ کیونکہ سنی کہلانے والے چاروں فقہی اماموں نے بھی نمازوں میں درود بر آل محمد کو لازم کیا ہوا ہے۔ جبکہ قرآن حکیم نے بتایا ہے کہ اللہ نے محمدؐ کو اس لیے آل نہیں دی کہ اس فلسفہ آل سے لوگ رسالت اور نبوت کے مشن کو النادہ ہی گے۔ ان لوگوں کی اس قرآن دشمن روش کی وجہ سے اللہ نے محمدؐ کو کسی نرینہ اولاد کا باپ نہیں بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن فہمی کے لئے قرآن کی تفسیر قرآن سے سیکھنے کا حکم دیا ہے کہ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا (25.50) یعنی ہم نے اسے تصریف آیات سے مذاکرہ کے ذریعے سمجھنے کی ہدایت کی۔ اور وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ (17.89) یعنی تصریف آیات کی ٹیکنالوجی سے لوگوں کو اس قرآن میں ہر قسم کی مثال سمجھائی اور اعلان کیا کہ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِيْرًا (25.33) اے دنیا والو! اس قرآن کی تفسیر بھی ہم بتانے والے ہیں۔ قرآن کی سب سے بہتر اور زیادہ حسین تفسیر کرنے والا مفسر خود اللہ ہے اور اللہ سے بڑھ کر زیادہ بہتر تفسیر کرنے والا کوئی نہیں ہو سکتا مگر اتنے واضح اعلانوں کے بعد بھی انھوں نے یہ پروپیگنڈا کرایا کہ قرآن اجمالی کتاب ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے ان کی بخارا اور نیشاپور کی خود ساختہ حدیثیں پڑھو اور انھوں نے قرآن کی تفسیر بالقرآن کی جگہ تفسیر بالاحادیث کو مشہور کیا اور رواج دیا اور فقہی جزئیات کا استخراج بھی انھوں نے قرآن کی بجائے اپنی بنائی ہوئی احادیث سے کیا۔ جبکہ قرآن نے تفقہ کے لیے بھی حکم دے رکھا ہے کہ قرآنی آیات پر غور کرو۔ فرمایا کہ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ (6.65) یعنی دیکھو کس طرح ہم تصریف آیات کرتے ہیں تا کہ وہ تفقہ حاصل کریں۔

ان جملہ قرآن دشمن کوششوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ قرآن نے جو انقلابی اصلاحات کیں مثلاً مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى (8.67) یعنی اب اس آخری نبی کی معرفت غلامی بند کی جاتی ہے۔ تو فارس کے ان شکست خوردہ اور خود کو امام کہلانے والے حدیث

سازوں نے جھوٹی حدیثیں اور ان سے فقہ بنا کر انسانوں کو غلام بنائے رکھنے کی باتیں اسلام کے نام پر مشہور کیں۔ قرآن نے اعلان کیا کہ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ (4.6) یعنی نکاح بلوغت سے پہلے نہیں ہو سکتا۔ تو اس انقلابی اعلان کو ختم کرنے کے لیے رسولؐ پر تہمت لگائی کہ آپ نے بی بی عائشہؓ سے نو سال کی عمر میں شادی کی اور بی بی فاطمہؓ نے اپنی بیٹی کا نکاح بلوغت سے پہلے نو سال کی عمر میں کیا (اصول کافی) اسی طرح قرآن نے جو سرمایہ داری اور جاگیرداری وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (53.39) کے ذریعے ختم کرادی تھی اسے بھی ان حدیث سازوں اور [illegible] ساز اماموں نے پھر سے اسلام کے کھاتے میں جائز اور جاری کر دیا۔ اور یہ سب کے سب امام لوگ قرآن حکیم کو اکیلے بلا شرکت غیرے دین اسلام کا اصل ماخذ نہیں مانتے بلکہ اسلام کا اصل ماخذ قرآن کے علاوہ حدیث، اجماع اور قیاس کو بھی اس کے ساتھ شامل کرتے ہیں۔ ان کی اس سازش پر شروع اسلام سے خلفاء بنو امیہ اور بنو عباس کے دور حکومت میں مکمل بندش اور کڑی نگرانی رہی۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ ان کو اس سازش شرک بالقرآن کے ذریعہ لوگوں سے قرآن چھیننے اور انھیں قرآنی تعلیمات کی اصلیت اور افادیت سے محروم کرنے کے لیے اپنا فارسی اور زرتشتی آتش پرستی والا چہرہ چھپانے کے لیے تقیہ کا حربہ ایجاد کرنا پڑا۔ تقیہ کی فلاسفی اور اس کا پس منظر یہ تھا کہ شروع اسلام سے جملہ مسلمان قرآن حکیم کو اس کے حکم اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ (29.51) یعنی وحی متلو کی شکل میں نازل کردہ کتاب قرآن کو کافی شافی اور مکمل سمجھتے تھے۔ اس طرح مسلمانوں کو قرآن حکیم نے سمجھایا تھا کہ دشمن تم پر جو وار کرے گا وہ رسالت اور نبوت کے علمی سرچشمہ قرآن پر حملہ کرے گا۔ اگرچہ اس کے متن اور ٹیکسٹ کا میں اللہ خود محافظ ہوں جسے وہ اچک نہ سکے گا لیکن اس کی تعبیرات بدلنے کے لیے وہ جو حملہ کرے گا اس کا وہ حملہ آل محمد یعنی قرابت رسولؐ کے بہانہ سے ہوگا۔ اس لیے میں ان کا یہ راستہ بھی بند کیے دیتا ہوں اور اس کا اعلان قرآن میں کیے دیتا ہوں کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (33.40) یعنی نہیں محمد باپ تم مردوں میں کسی کے اور لیکن اللہ کے

رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر بات کو جاننے والا ہے۔

اس اعلان کے باوجود خیال رہے کہ یہ لوگ قرآنی انقلاب کو سبوتاژ کرنے کے لیے پھر بھی آل محمدؐ اور قرابت رسولؐ کے چکر چلائیں گے۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ انھوں نے رسولؐ کے نام پر جعلی اور من گھڑت آل منسوب کی اور ان کے وہ مقاصد جن کی قرآن نے نشاندہی کی تھی کہ رسالت اور نبوت کے سرچشمہ قرآن کے خلاف یہ لوگ آل محمد کا سہارا لیں گے پورے ہوئے۔

ان کے حدیث سازوں نے مشہور کیا کہ ہمارے اماموں کے پاس مصحف فاطمہ ہے اور وہ قرآن ہے جو علی نے ترتیب نزولی کے حساب سے جمع کیا تھا۔ وہ جامع کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے جسے امام غائب اپنے ظہور کے زمانے میں اپنے ساتھ لائے گا۔ امام لوگ علم جفر بھی جانتے تھے۔ ان کے علمی خزانوں میں دنیا جہاں کے **ماکان وما یکون** کے علوم ہیں اور مصحف فاطمہ اس قرآن سے تین گنا بڑی کتاب ہے۔

بہر حال بنو امیہ اور بنو عباس نے ایسے نظریوں اور عقیدوں کو جو زیر زمین پنپ رہے تھے انھیں بھانپ لیا اور جوابی کاروائی شروع کی تو ان کے جملہ ارکان تقیہ کا لباس پہن کر وفادار دکھائی دینے لگے۔ خلفاء اسلامیہ کی طرف سے اس فلسفہ آل کی مخالفت پر ان فارسیوں نے جو خود کو **مولی القوم منهم** کے حربہ سے اصلی عرب اور ہاشمی وقریشی وغیرہ کہلاتے تھے، ایسی تاریخیں لکھیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ سے لے کر بنو عباس کے آخری خلیفہ تک سوائے عمر بن عبدالعزیز کے سارے خلفاء اسلامیہ کو آل رسول کا دشمن اور قاتل مشہور کر دیا اور عمر بن عبدالعزیز کو اس لیے بچایا اور سراہا کہ بقول ان کے اس نے علوم احادیث کی جمع وتدوین کے لئے سرپرستی کی اور بصرہ کی فوجی چھاؤنی ختم کرائی تھی۔ پھر تقیہ کی چھتری تلے انھوں نے احادیث سے علم فقہ کا استخراج اور استنباط کیا۔ ان کا یہ عمل خود اس حقیقت کو ثابت کر رہا ہے کہ ان لوگوں نے قرآن کو اجمالی مشہور کر کے اس کی تفصیل کے لیے علم حدیث کی ضرورت کو منوایا۔ ان کا یہ علم بھی ضروریات زمانہ کا ساتھ نہ دے سکا اور پھر اس سے انھوں نے فقہی جزئیات کے استخراج کے اصول نکالے اور جب دیکھا کہ ہم نے قران کی طرف سے انسانوں پر غلامی کی پرانی ریت پر بندش کے حکم کو

اپنے فارسی علوم حدیث اور فقہ الحدیث سے معطل کر دیا ہے اور پھر سے غلامی کو لاگو کر دیا ہے اور نابالغ بچوں کی شادی میں پھر سے ان کو حقوق آزادی سے محروم کر دیا ہے اور اپنی ایجاد کردہ قرآن دشمن احادیث اور فقہ سے دوبارہ جاگیرداری اور سرمایہ داری کو بحال کر کے قرآن کے حکم "كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ" (74.38) کا حکم معطل کر دیا ہے تو پھر اجتہاد پر بندش عائد کر کے مسلمانوں کو ان فقہی اماموں کی تقلید میں رہنے پر مجبور کیے ہوئے ہیں۔ اس طرح انھوں نے زیر زمین تارپیڈو حربوں سے قرآن کی انقلابی اجتہادی اصطلاحات کے معانی اور مفہوموں کو تفسیر بالحدیث کے نام سے بدل ڈالا اور معنوی تحریف کر دی۔ آج قرآن کے ان انقلابی اصطلاحی الفاظ مثلاً صبر، شکر، عبادت، دعا، رکوع، سجدہ، صلوٰۃ، زکوٰۃ، کفر، ایمان، شرک وتوحید وغیرہ کے وہ معانی مشہور نہیں ہیں جو قرآن نے تصریف آیات سے خود سکھائے اور واضح کیے۔ آج حج، عمرہ، طواف، اعتکاف، مسجد جیسے الفاظ کے قرآن والے معنی ان کی بنائی ہوئی حدیثوں نے بدل دیئے ہیں۔ تقیہ کی چھتری تلے قرآن کے معنی بدلنے اور تحریف کرنے والا علم سن 656 ہجری میں ہلاکو کی فتح بغداد کے بعد کھل کر تقیہ کے پردوں سے نکالا گیا جو الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مصداق اب قرآن حکیم کے حوالوں سے قرآن کے معنی کرنے والے پر منکر حدیث کے الزام اور فتوے لگا کر ایسے لوگوں کو پس دیوار زنداں کیا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کی مساجد جو کل تک قرآنی قوانین کے حاکمانہ نفاذ اور اجراء کا مرکز تھیں آج پاپائیت کے رہبانی اور خانقاہی حجروں میں تبدیل ہو گئی ہیں۔

خزاؤں کے چہروں پر ہے رنگ و روغن — بہاریں مگر بے ثمر دیکھی گئیں

آج مذہب کے نام کی عبائیں قبائیں پہنے ہوئے دستار بند لوگ مسلمانوں سے خیرات وزکوٰۃ لے کر مسلمانوں کی اولاد کو تبرا والا علم پڑھا رہے ہیں۔ جو تقیہ کی اوٹ میں بخاری اور مسلم جیسے عجمی اماموں نے حدیثوں کے نام پر لکھا تھا کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد اس کے صحابی مرتد ہو گئے تھے (نعوذ باللہ) اور خود رسول اللہ نے گھر میں لونڈیاں رکھیں اور ان سے بغیر نکاح کے بیٹے پیدا کیے۔ اس طرح کی روایات سے خود رسول اللہ اور اس کے انقلابی ساتھیوں کو ان حدیث ساز اماموں نے قرآن کا مخالف بنا دیا۔ صورتحال اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ کل ان دشمنان

چھپ چھپا کر جو تبرائی علم لکھا تھا وہ اب دینی مدارس میں شامل نصاب ہے اور ہم اگر احتجاج کرتے ہیں کہ ہماری معصوم اولاد کو اس طرح کے از بکستانی تبرائی علم نہ پڑھاؤ تو ہم پر فتنہ انکار حدیث کے نام کی بندوقیں تانی جاتی ہیں۔ بہر حال قرآن حکیم کے وہ اصل معانی جو خود قرآن حکیم نے اپنے ہنر تصریف آیات کے ذریعہ سمجھائے ہیں ہم انھیں پھر سے منصۂ شہود پر لا رہے ہیں۔

ہر چہ باد آن باد ما کشتی در بحر اندا ختیم

ہم شروع اسلام سے لے کر ہلاکو کے حملے اور سقوط بغداد تک کے جملہ خدام قرآن اور محافظین قرآن کے نام اپنی یہ معمولی قلمی کاوش معنون کرتے ہیں اور اس کے بعد والے زمانوں میں بھی جو لوگ آج تک ابلاغ قرآن کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں، ان کو بھی ہم سلوٹ کرتے ہیں اور مخالفین قرآن سے نبرد آزمائی میں قرآنی سپاہ سے وچن ہے کہ

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

ہمیں یقین ہے کہ قرآن کی حقانیت پر مسلمانوں کا ایمان ہے "دبی ہے آگ عشق مگر بجھی تو نہیں"

قرآنی علوم کی دبائی ہوئی چنگاریوں سے شعلے بلند کر کے ظلمات کو ہٹا کر فضاؤں میں نور وحدانیت بکھیرنے کی ضرورت ہے، ہم امت مسلمہ کی بہت بڑی اکثریت کو نیک نیت سمجھتے ہیں اور انھوں نے جو امامیاتی علوم گلے لگائے ہوئے ہیں یہ ان کی نادانستہ نادانی ہے۔ مسلمانوں کے اندر ذہناً عقلاً سازشی اور دشمنان اسلام لوگ نسبتاً کم ہیں اس لئے صرف عقل کے ناخن لینے کی ضرورت ہے۔ اپنے اور پرائے کی تمیز کے لیے دوست اور دشمن کی پہچان کیلئے قرآن کے بغیر اور کوئی سہارا نہیں۔ قرآنی علوم کو پھر سے میدان میں لانا ابتداءً محنت طلب ہے لیکن قرآنی لغات سے قرآن سمجھنے کے بعد کوئی دشواری نہ ہوگی اور اس طرح سے قرآن تمہاری انگلی پکڑ کر تمہیں منزل پر پہنچائے گا۔

زندگی نام ہے اس دور میں جینے کا اگر — ہم نے یہ زہر بہر طور پیا ہے لوگو!
ہم سے زندہ رہے رسم انا لحق کی صدا — جذبہ دار و رسن ہم نے دیا ہے لوگو!
آج شرمندہ ہو۔ کل ناز کرو گے ہم پر — ہم نے ملت کے لیے کام کیا ہے لوگو!

پیش لفظ

(از مصنف)

مجھے ایک شاگرد نے بتایا کہ میں نے یونیورسٹی میں دینیات کے کسی موضوع پر پی ایچ ڈی کے لئے درخواست دی۔ متعلقہ پروفیسر کے حضور سبجیکٹ لینے کے لیے پیش ہوا تو پروفیسر صاحب نے پوچھا کہ کس موضوع پر کام کرنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ اسلام کے معاشی نظام پر۔ صاحب موصوف نے فرمایا کہ کوئی اور موضوع بتاؤ؟ میں نے عرض کیا کہ "اسلام اور مغربی جمہوریت" تو صاحب نے فرمایا کہ نہیں کوئی اور موضوع بتاؤ؟ میں نے عرض کیا کہ عبید اللہ سندھی کی تفسیری خدمات۔ تو صاحب نے فرمایا کہ نہیں کوئی اور موضوع بتاؤ؟ میں نے عرض کیا کہ آخرت کی زندگی کا الہامی کتابوں کی روشنی میں جائزہ۔ تو صاحب نے فرمایا کہ نہیں کوئی اور موضوع بتاؤ؟ میں نے عرض کیا کہ جدید بینکاری سسٹم اور اسلام۔ تو صاحب نے فرمایا کہ نہیں کوئی اور موضوع بتاؤ؟ تو میں نے عرض کیا کہ جدید دور میں عورت کے متعلق اسلام کیا رہنمائی دیتا ہے؟ تو صاحب موصوف نے اسے بھی رد کر دیا۔ کچھ ردوقدح کے بعد جو موضوع عنایت فرمایا تو وہ یہ تھا کہ نماز میں قعدہ التحیات کے دوران **اشھد ان لا الہ** کہتے وقت جو انگشت شہادت اٹھائی جاتی ہے اس کی روایات اور فقہی حیثیت کے موضوع پر تھیسز تیار کرو۔ مجھے یہ ماجرا سنتے وقت اپنے علمی اداروں اور ان کے ایسے اساتذہ کی علمی سوچ پر بڑا افسوس ہوا اور اس پر شیخ سعدی کا یہ شعر ذہن میں آیا ہے۔

گر ہمیں است مکتب و ملا — کار طفلاں تمام خواهد شد

یعنی اگر درسگاہیں اور ان کے اساتذہ ایسے ہی ہوں گے تو پڑھنے والوں کا تو کباڑا ہو ہی جائے گا بلکہ وہ تو ہو بھی گیا ہے۔ آج مسلمانوں کے ہاں تخلیقی علم عنقاء ہو چکا ہے۔ تخریجی صلاحیتیں ناپید ہیں۔ ہماری نامور مذہبی کتابوں میں بعض نامور اور امام کہلانے والوں کی تعریف میں لکھا ہوا ہے کہ وہ علم الانساب کے بڑے ماہر اور عالم تھے۔ اب کوئی بتائے کہ علم الانساب ہے ہی کیا چیز؟ یہ تو دشمنوں نے مسلمانوں کے اندر اس علم کے بہانے بعض شرفاء کو گالیاں دینے کا

طریقہ بنایا تھا کہ اس کی شکل علم قیافہ کی روشنی میں باپ کے بجائے کسی دوسرے سے ملتی ہے۔ یعنی جس سے بھی سیاسی رقابت ہوئی تو مخالفت کے لیے اتر آئے۔ دشمنی کی حد کہ اخلاقیات کی ساری حدیں پھلانگتے ہوئے وہ صرف اپنی بھڑاس نکالنے کے لیے جھوٹ اور فراڈ کو بھی علم و ہنر کا نام دیتے رہے۔ آج بخت نصر، ہٹلر، مسولینی جو زیادہ بدنام ہیں وہ اسی طرح کی چشمک کا شکار ہیں۔ یہودیوں کی تو ہر کوئی سنتا ہے لیکن ہٹلر سے تو کوئی پوچھتا بھی نہیں کہ تیرے جرمنوں پر ایسا ماجرا کیونکر گذرا۔ حتیٰ کہ بن پوچھے اس نے اپنی سوانح عمری کی کتاب مین کیمف میں وہ سب کچھ موقف مدلل طور پر پیش بھی کیا ہے۔ لیکن کسی کو بھی اس سے کوئی سروکار نہیں اور بخت نصر کے لیے اللہ نے تو قرآن حکیم میں بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا (17.5) یعنی اللہ نے اپنی عبدیت کے لقب سے اسے سرفراز فرمایا ہے اور وہ یہودیوں کی بے لگامی پر اللہ کا تازیانہ بن کر جاتا ہے۔ تاہم پھر بھی مسلمانوں کے علمی انباروں میں اس کے لیے وہی گالیاں ہیں جو یہودی سود خوروں اور فرقہ باز ربیین اور قسیسین کی تخلیقات ہیں۔

بعینہ اسی طرح قرآنی انقلاب کے سرخیل حضرت محمدؐ سے لے کر اس کے ساتھیوں اور ان کے متبعین سب کو فارس کے مفتوحین نے علم حدیث و فقہ اور تفسیر القرآن بالاحادیث کے نام سے اور علم التاریخ میں ان کی گھڑی ہوئی حدیثوں کی بنیاد پر جو انھوں نے ایجاد کیں، ان سب میں رسول اللہ کو گالیاں دی ہوئی ہیں اور ان کے متبعین بالاحسان کو بھی گالیاں دی ہوئی ہیں۔ تقیہ کے غلافوں میں جو انھوں نے علوم فقہ و حدیث ایجاد کیے ہیں ان پر بھی پی ایچ ڈی ہونی چاہیے۔ ان مفتوحین نے تبرا کے نام پر گالیوں کا اسلوب خود ایجاد کیا جو آج تک جاری کیے ہوئے ہیں اور الزام لگاتے ہیں کہ بنو امیہ اپنے دور میں مساجد میں کرائے کے خطیبوں سے حضرت علی کو گالیاں دلاتے تھے۔ یہ اس طرح کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ تو اپنے دور میں فارس والوں کو بھی گالیاں نہیں دیتے تھے۔ علی تو ان کا اپنا تھا، عربی تھا، ہاشمی و قریشی تھا۔ اہل فارس کی لکھی ہوئی تاریخوں نے خود ایسا گند کیا ہے جس سے ان کے تقیہ کا پس منظر ہی جعلی نسب ناموں کی خبر دیتا ہے۔ تاریخ کے نقادوں نے بی بی شہر بانو کا نام اور داستان فرضی ثابت کر دی ہے۔ علمی تحقیقات پر اگر پابندی ختم کی جائے اور

تحقیقی مضامین میں تنگ نظری ختم کی جائے تو کئی عبائیں اور قبائیں اڑتی نظر آئیں گی، کئی قد آور ہیروز ہیولیٰ بن جائیں گے۔ لیکن علم پر بندوقوں، جیلوں اور کوڑوں کے پہرے ہیں۔ علمی اداروں میں تحقیقاتی علوم کے مضامین پر پہرے دار بٹھائے ہوئے ہیں۔ لیکن ان سب کرتب بازیوں اور پوتا مہیل کو اگر ہم نہ بھی چھیڑیں اور صرف قرآن کی تفسیر قرآن کی آیات سے کریں تو اس پر بھی بندشیں ہیں۔ اس انداز تفسیر کے خلاف بھی کرائے کے مفتی کرایہ کے چوکیدار، کرایہ کے علامہ جات کرایہ کے گن مین بٹھائے ہوئے ہیں کہ خبردار اگر کوئی قرآن کے ذریعہ قرآن کی تفسیر کرے گا تو تمہاری نوکریاں ختم، اسٹیٹس ختم، نذرانے ختم، پھر تو بنیئے اور ہندو کو بھی وہابی کا ٹھپہ لگا کر اس کی ہٹی بند کرائی جائے گی۔

سن لو! قرآن کو پھر میدان میں آنا ہے۔ یہ قرآن کے میدان میں آنے کا دور ہے۔
اس لیے اب قرآن کی ترجمانی فارس کے حدیث ساز و فقہ ساز اماموں سے نہیں کرائی جائے گی۔
قرآن اپنا ترجمان خود آپ ہے۔ اب یہ سلسلہ سندھ ساگر اکیڈمی کے اس آٹھویں نمبر کتاب میں بھی آپ مشتے نمونہ از خروارے دیکھیں گے۔ اس سے پہلے سات کتابیں سندھی زبان میں آچکی ہیں۔ ہم قرآن کی ترجمانی کے لیے قارئین کو مثبت طریقہ پر یعنی تصریف آیات سے بھی مثالیں دیں گے اور منفی طریقہ پر یعنی اہل فارس نے جو قرآن کی انقلابی اصطلاحات کے اصل معانی کو مسخ کر کے غلط اور جھوٹے معانی اپنی روایات کے زور پر مشہور کرائے ہیں، ان سے بھی پردہ اٹھائیں گے۔ ہماری اس کتاب میں ویسے تو صرف صلوٰۃ کے وہ معنی جو قرآن نے بتائے ہیں، اس پر سب کچھ لکھا ہے۔ لیکن ان فارسی محرفین کے دیگر حربوں پر بھی کچھ مضامین اس کتاب میں لکھ رہے ہیں جن سے قارئین کو ہمارا مدعا سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قرآن مجید کو اجمالی کتاب مشہور کرنے کا پروپیگنڈا

معزز قارئین کرام! صدیوں سے بڑے بڑے نامور لوگ کہتے آرہے ہیں کہ قرآن اجمالی اور مبہم کتاب ہے۔ جسے اہل فارس کے گھڑے ہوئے علم حدیث اور فقہی اماموں نے کھول کر سمجھایا ہے اور اس کی تفاصیل بیان کی ہیں۔ جبکہ یہ سراسر الزام ہے اور بہتان ہے کہ قرآن اجمالی کتاب ہے اور مبہم کتاب ہے۔ یہ صفائی میں یا میرے جیسا کوئی ایرا غیرا نہیں بیان کر رہا بلکہ رب ذوالجلال والاکرام اپنی کتاب کا تعارف خود فرماتے ہیں کہ وَنَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ وَّهُدًی وَّرَحۡمَةً وَّبُشۡرٰی لِلۡمُسۡلِمِیۡنَ (16.89)

یعنی ”اے پیغمبر! ہم نے تیرے اوپر ایسی کتاب نازل کی ہے جو ہر شئے کو کھول کھول کر بیان کرنے والی ہے۔ ساتھ ساتھ ہدایت اور رحمت اور خوشخبری بھی ہے مسلمانوں کے لئے“

اب کوئی شخص بتائے کہ جس کتاب کے لیے احکم الحاکمین خود اعلان فرما رہے ہیں کہ یہ میری نازل کردہ کتاب تمہاری ضرورت کی جملہ اشیاء کو کھول کھول کر بیان کرنے والی ہے تو ان لوگوں کو کیا کہیں جو قرآن کے خلاف گلے شکوے اور پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ یہ کتاب نماز کے اوقات اور رکعات کی تفاصیل سے خالی ہے اور چپ ہے۔ ایسا پروپیگنڈا کرنے والوں سے کوئی پوچھے کہ تم کون ہوتے ہو جو قرآن حکیم میں ترمیم و تنسیخ کی باتیں کرتے ہو۔ اگر قرآن میں رکوع و سجود اور رکعات و اوقات کی تفصیل کا ذکر نہیں ہے تو کون کہتا ہے کہ ایسی نماز تمہارے اوپر اللہ نے فرض کی ہے۔ جس کا ذکر قرآن میں نہیں ہے کیونکہ قرآن خود فرماتا ہے کہ مَا فَرَّطۡنَا فِی الۡکِتٰبِ مِنۡ شَیۡءٍ (6.38) یعنی ہم نے قرآن میں کسی بھی ایسی ضروری شئے کو نہیں چھوڑا نہیں بھلایا، نہیں ترک کیا۔ تو اب کوئی بتائے کہ رب العالمین فرمائے کہ میں تم کو قرآن میں سب چیزیں دے چکا ہوں جو تمہارے لیے ضروری ہیں اور حدیثیں اور فقہ بنانے والے امام اور ان کے ہمنوا، اللہ کے مقابلے میں یہ کہیں کہ فلاں فلاں شئے قرآن میں نہیں ہے اور وہ ”ہمیں“ حدیثوں کی معرفت ملی ہیں تو ٹھیک ہے وہ چیزیں جو حدیثوں کی معرفت ملی ہوئی ہیں وہ حدیثوں کی کہلائیں گی شریعت اسلامیہ کا

ماخذ اور مرکز تو صرف قرآن ہے۔ یہ کتاب کئی لوگوں کو بھاتی بھی نہیں ہے اور وہ لوگ خود رسول اللہ کو بھی کہتے تھے کہ ائۡتِ بِقُرۡاٰنٍ غَیۡرِ هٰذَاۤ اَوۡ بَدِّلۡهُ یعنی اے نبی! ”اس قرآن کے سوا کوئی دوسرا کلام لاؤ یا پھر اس میں کوئی ترمیم و تبدیلی کرو“ تو اللہ نے جواب میں رسول کو فرمایا کہ تم ان کو کہہ دو کہ مَا یَکُوۡنُ لِیۡۤ اَنۡ اُبَدِّلَهٗ مِنۡ تِلۡقَآئِ نَفۡسِیۡ (10.15) یعنی میری یہ مجال نہیں کہ میں اس کتاب میں اپنی طرف سے کوئی تبدیلی کرسکوں۔ اب جب قرآن حکیم خود یہ اعلان فرمائے کہ وَلَا رَطۡبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ (6.59) یعنی ہم نے کوئی ایسی گیلی سوکھی چیز نہیں چھوڑی جس کا ذکر ہم نے قرآن میں نہ کیا ہو۔ تو محترم قارئین کرام! ذرا سوچو! غور کرو! جب یہ امام لوگ اور ان کے ہمنوا خود اقرار کرتے ہیں کہ نماز کی تفاصیل قرآن میں نہیں ہیں یہ ہم نے احادیث سے لی ہیں تو پھر یہ طے ہو گیا کہ نماز قرآن کی طرف سے ملی ہوئی فرض کردہ نہیں ہے۔ یہ لوگ جو قرآن کو اتھارٹی نہیں مانتے وہ اہل فارس کے زرتشتی پیشوا مانی صاحب (پیدائش 215 عیسوی) کی اختراع کردہ آگ اور سورج کے سامنے بطور پوجا پڑھی جانے والی نماز جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت بلکہ پیدائش سے بھی صدیوں پہلے اہل فارس پڑھا کرتے تھے وہ نماز، اسلام میں زہری اور طبری اینڈ کمپنی کے لوگ جو قدس سرہ کے کوڈ ورڈ سے (کامریڈ! اندر گھس کر اپنا کام کرو) کے طریقہ پر فارسی ساختہ روایات کے ذریعہ مجوسیوں کی پوجا والی نماز کو ان لوگوں نے اسلامائز کر ڈالا۔ جس کا اقرار پوری ملت اسلامیہ کے جملہ فرقوں کے علماء حضرات کرتے ہیں کہ اس نماز کے تفاصیل قرآن مجید میں موجود نہیں ہیں یہ سب ہم نے حدیثی روایات سے لی ہیں۔

تو جناب قارئین کرام! آپ ابھی قرآن حکیم کا اعلان پڑھ چکے ہیں کہ ہم نے کوئی ایسی گیلی، سوکھی چیز نہیں چھوڑی جس کا ذکر اپنی کتاب مبین میں نہ کیا ہو۔ تو احادیث اور فقہ کے علماء کا متفقہ قول کہ نماز کی تفاصیل قرآن میں نہیں ہیں اور قرآن کا اعلان ہے کہ ہم نے کسی حکم اسلامی کی کوئی ضروری چیز اس کتاب مبین میں لانے سے چھوڑی نہیں ہے۔ تو ثابت ہوا کہ یہ مروجہ نماز غیر قرآنی عمل ہے، خارج از قرآن ہے۔ دینی امور کا ماخذ صرف قرآن ہے۔ رہا یہ سوال کہ فرائض، دین اور احکامات اسلام کیلئے علم حدیث کا سہارا لینا چاہیے یا نہیں؟ ویسے تو یہ مسئلہ ایک

مستقل علیحدہ مضمون میں لایا گیا ہے۔ یہاں اس سوال کا جواب مختصراً لیکن کافی وشافی قرآن سے پوچھ کر بتائے دیتے ہیں۔ رب تعالیٰ اپنے رسولؐ سے فرماتے ہیں کہ ان لوگوں سے پوچھو جو وحی الٰہی کے ماخذ کو چھوڑ کر دوسری کتابوں کی غیر متلو روایات کے درپے رہتے ہیں کہ اَوَلَمْ یَکْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (29.51) یعنی کیا ان کے لیے یہ کافی نہیں جو ہم نے تجھ پر وحی متلو والی کتاب نازل فرمائی، جس میں بلاشک وشبہ رحمت اور نصیحت ہے ایسی قوم کے لیے جو ایمان رکھتی ہو۔

محترم ومعزز قارئین! اللہ کے کلام میں اگر غور وفکر اور تدبر کیا جائے تو اس میں بہت سے حقائق ودقائق ایسے ملیں گے جو قرآن دشمن لوگوں کے سارے مغالطوں کو خس وخاشاک کی طرح بہا کر لے جاتے ہیں۔ اس آیت میں ایسی پر از حکمت تعلیم دی گئی ہے کہ صرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک تو یہ فرمایا کہ قرآن کو جملہ دین واحکامات اسلام کے لیے کافی سمجھنا ضروری ہے لازم ہے۔ دوسرا فرمان یہ بھی اس آیت میں ہے کہ مَآ اَنْزَلْنَا والی کتاب، مَآ اَنْزَلْنَا والا قرآن، مَآ اَنْزَلْنَا والی وحی جسے کافی قرار دے کر نازل کیا گیا ہے یہ صرف وہ کلام ہے جو یُتْلٰی عَلَیْهِمْ ہے یعنی صرف متلو ہے اور وہ کافی بھی ہے۔ اس قید سے وحی غیر متلو از خود خارج از بحث ہو جاتی ہے اور ساتھ ساتھ تیسرے نمبر پر یہ بھی فرمایا کہ یہ وحی متلو والا نازل کردہ کلام ان لوگوں کیلئے رحمت اور نصیحت کے لحاظ سے کفایت کرے گا یعنی ان لوگوں کے لیے کافی ہوگا جو ایمان والے ہوں گے۔

قرآن حکیم نے اس مقام پر صاف صاف واضح کر دیا کہ جو لوگ قرآن کو ناکافی تصور کر کے مبہم اور اجمالی قرار دے کر دیگر مکاتب فکر کی طرف جھانکیں گے تو وہ قوم مومنین میں سے نہیں ہوں گے۔

پھر اس کے بعد اگلی آیت بھی سبحان اللہ بحث کا کیا تکملہ کرتی ہے کہ فرمان ہے قُلْ كَفٰی بِاللّٰهِ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ شَهِیْدًا (29.52) یعنی اے محمدؐ! اعلان کر دے! دنیا والو! میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی شہادت کافی ہے۔ اور یہ بات تو ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اللہ کی شہادت ہمارے درمیان اس کی وحی کردہ کتاب ہی ہو سکتی ہے۔ اس آیت میں رسول اللہ سے قرآن کے کافی ہونے کا اعلان کروا کر رب تعالیٰ نے دنیا والوں کو یہ سمجھا دیا کہ رسول اللہ شہادت قرآن کے

کافی وشافی ہونے کا جو اعلان فرما رہے ہیں اس اعلان میں بھی جامعیت کا لحاظ کیا گیا ہے یعنی صرف مثبت پہلو پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ منفی سمت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے کہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (29.52) یعنی جو لوگ باطل پر ایمان لائے، کفر کیا، انکار کیا اللہ کے کلام کو ناکافی سمجھتے ہوئے اور اللہ کی وحی مَا یُتْلٰی کے ساتھ دیگر کو ضروری تصور کیا اور شامل گردانا، غیر مَا یُتْلٰی کلام کو یعنی غیر اللہ کے غیر متلو کلام کو اللہ کے کلام کے ساتھ شریک بنایا تو ایسے لوگ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یعنی گھاٹے میں ہیں خسارے میں ہیں۔ شرک بالقرآن کے جرم کے مرتکب ہوئے ہیں۔ یہ لوگ الله وحده لا شريك له کے کلام کو وحدہ لاشریک ماننے کے انکاری ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے کلام کو غیر اللہ کے کلام کا تابع اور محتاج بنا رہے ہیں۔ باوجود اسکے کہ رب پاک اپنے کلام کیلئے اعلان فرما رہے ہیں کہ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ (86.13) یعنی میری کتاب، میرا کلام حتمی اور طے شدہ ہے اور فیصل شدہ ہے۔ مگر پھر بھی یہ لوگ ایسے کلام کو ناکافی تصور کرتے ہوئے غیر متلو کلام کی تلاش میں رہتے ہیں اور اللہ کے کلام کو لوگوں کے کلام کے تابع بنائے پھرتے ہیں۔ تو ان حدیث ساز اور فقہ ساز امام لوگوں کے پیچھے چلنے والو! سنو! اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (14.67) یعنی آرڈر صرف اللہ کے چلیں گے، حاکمیت صرف اللہ کی چلے گی، احکام صرف اللہ کے بتائے ہوئے اور نازل کیے ہوئے نافذ کیے جائیں گے۔

جناب قارئین کرام! عربی زبان کی گرامر جاننے والے بہتر جانتے ہیں کہ اس آیت میں جو حصر ہے کہ آرڈر اور حاکمیت صرف اللہ کی ہوگی۔ اس حصر کی عبارت نے قانون سازی کیلئے غیر قرآنی علوم کے دروازے بند کر دیئے ہیں کہ سوائے قرآن کے کوئی مقنن نہیں۔ جو لوگ احادیث وروایات کو قانون سازی کے لئے اصل قرار دیتے ہیں ان مہربانوں کی خدمت میں عرض ہے کہ اقوال رسول اور احادیث رسول جو مقنن ہیں اور جن کی سچائی اور پختگی میں کوئی شک نہیں وہ تو قرآن کے تیس پاروں کی شکل میں محفوظ ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ اللہ نے بقول قران، قرآن کا دوسرا نام احسن الحدیث رکھا۔ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا (39.2) اور یہ قرآنی احادیث جو تیس پاروں کی شکل میں ہیں یہی مجموعہ مستند اور متیقن احادیث اور اقوال رسول پر مشتمل

ہے نہ صرف اتنا بلکہ یہ بھی فرمایا کہ میرا رسول ان کے لئے یَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ مِنۡ اٰيٰتِ قانون
سازی کی رہنمائی کے لیے وحی متلو کی آیات واقوال جو ہماری طرف سے وضاحت شدہ ہیں پیش
کرتا ہے۔ عربی دان لوگ سمجھتے ہیں کہ **من آیاتہ** سے یہ طے ہو گیا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بھی اللہ کی آیات پیش کرتے تھے، خارج از آیات اور سوائے اللہ کی آیات کے، دوسرا علم
تلاوت نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ اس معاملے میں قرآن حکیم کا موقف نہایت اٹل اور سخت ہے کہ
شریعت کے آئین اور دستور کا منشور صرف اللہ کا جاری کردہ درست مانا جائے۔ خود رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کو بھی قرآن نے پابند بنایا ہوا ہے کہ ثُمَّ جَعَلۡنٰكَ عَلٰى شَرِيۡعَةٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ
فَاتَّبِعۡهَا (45.18) یعنی اے محمد! ہم نے آپ کو جو صاحب شریعت بنایا ہے اب آپ بھی اس
کے تابع ہو کر چلیں گے یعنی غیر قرآنی جملہ راستے بند کیے جاتے ہیں۔ غیر قرآنی راہوں پر چلنا اللہ
کے ساتھ شریک کرنا ہے۔ توحید کے معنی ہیں کہ اکیلے اللہ کے قانون کے تابع ہو کر چلیں، یعنی جو
لوگ قرآن کو چھوڑ کر اور قرآن کے مقابلے میں دیگر ماخذوں کو اصل کا درجہ دیتے ہیں وہ شرک
بالقرآن کے مرتکب ہوتے ہیں۔ وہ مشرک ہیں ان لوگوں کو قرآن حکیم بڑے سخت لہجے میں فرماتا
ہے کہ اَمۡ لَهُمۡ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوۡا لَهُمۡ مِّنَ الدِّيۡنِ مَا لَمۡ يَاۡذَنۡ بِهِ اللّٰهُ (42.21)
یعنی ان لوگوں نے دین شریعت کی رہنمائی کے لیے میری کتاب قرآن کے ساتھ دیگر لوگوں کے
اقوال اور مسلکوں کو بھی دین کا اصل قرار دیا ہے۔ جس کی ہم نے اجازت ہی نہیں دی۔ کیا ان لوگوں
نے ان دیگر ارباب کو ہمارا شریک بنا رکھا ہے، اور ہمارے مقابلہ میں لا کھڑا کیا ہے۔ اب یہ لوگ
شریعت کا منشور اللہ کو چھوڑ کر دیگر مراکز سے لے رہے ہیں۔ دنیا والو! سن لو، وَلَوۡلَا كَلِمَةُ
الۡفَصۡلِ لَقُضِىَ بَيۡنَهُمۡ یعنی ہم نے اگر یہ فیصلہ نہ کر دیا ہوتا کہ سدھرنے کی مہلت دے رہے
ہیں تو ہم ان کو کبھی کا انجام دکھا دیتے لیکن پھر بھی یاد رکھو کہ اِنَّ الظّٰلِمِيۡنَ لَهُمۡ عَذَابٌ "
اَلِيۡمٌ " ان ظالموں کو نہایت دردناک عذاب میں پکڑیں گے اور ویسے بھی ہمارا اعلان ہے کہ
وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ (5.44) یعنی جو لوگ ہماری
نازل کردہ کتاب سے فیصلے نہیں لیں گے تو وہ لوگ ظالم فاسق اور کافر ہوں گے۔

مسلمانوں کی موجودہ تاریخ

مسلمانوں کے اوائل دور کی تاریخ کا ماخذ علم حدیث کو بنایا گیا ہے۔ علم حدیث بذات خود
کیا ہے؟ اسے امام بخاری صاحب نے خود ہی دور نبوی اور اصحاب رسولؐ کے زمانہ کی تاریخ سے
تعبیر کیا ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی نے علم حدیث کو **مثلہ معہ** سے تعبیر کرتے ہوئے وحی کا علم قرار
دیا ہے۔ امام شافعی صاحب نے علم حدیث کو وحی غیر متلو کا مرتبہ دیا ہے۔ قرآن حکیم نے صاف
صاف اُوۡحِىَ اِلَىَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ (6.19) فرما کر ابوداؤد، ترمذی اور شافعی صاحبان کو
ایک ہی زد سے ٹھکرا دیا ہے۔ اب اگر امام بخاری صاحب اور ان کے ہمنواؤں کی بات تسلیم کر لیں
کہ احادیث اپنے دور کی تاریخ کی حیثیت رکھتی ہیں تو ہمیں اس سے بھی اختلاف ہے۔ کیونکہ کسی
بات کی صحت اور سچائی کی کسوٹی اور اس کی نقل کی شرائط سب کے لیے یکساں ہیں یعنی جو شرائط
حدیثی روایت کی ہونی چاہئیں، وہی شرائط تاریخی واقعات کے لیے بھی ہوں گی۔ کیونکہ واقعات
کی صحت وصداقت کی شرائط خواہ وہ رسولؐ سے متعلق ہوں یا دشمن رسول سے متعلق ہوں، اعلیٰ اور
یکساں معیار کی ہونی ضروری ہیں۔ اب ہم مسلمانوں کے ہاں علم کی کسوٹی اور سچ وجھوٹ کو پرکھنے
کی کسوٹی قرآن ہے۔ تو اس کسوٹی سے ہم نے باقاعدہ پرکھ کر دیکھا ہے کہ حدیث کے نام کی
روایات بے انتہا حد تک خلاف قرآن ہیں۔ یہاں تک کہ حامیان اور موجدان علم حدیث کو اپنے
حدیثی مسائل پر ڈٹ کر کھڑا رہنا اتنا ضروری نظر آیا ہے کہ انھوں نے کئی مواقع پر خود قرآنی آیات
کو حدیثی روایات سے منسوخ کر دیا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ نہیں عزیز اللہ غلط کہتا ہے، ہم
قرآن کو حدیث سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ تو ادب سے عرض کرتا ہوں کہ اگر میری بات غلط ہے تو آپ
کے پانچوں فقہی مسلکوں میں یعنی حنفی، حنبلی، شافعی، مالکی، جعفری بلکہ اہل حدیثوں سمیت سب کے
ہاں غلامی جائز اور روا ہے۔ آپ کی جملہ فقہی وحدیثی کتب ان مباحث سے بھری ہوئی ہیں۔ جبکہ
قرآن حکیم نے تو رسول اللہ کی بعثت کا مقصد اور غرض وغایت ہی یہ بتائی ہے کہ وَيَضَعُ عَنۡهُمۡ
اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِىۡ كَانَتۡ عَلَيۡهِمۡ (7.157) یعنی میں اللہ! محمد کو بھیج ہی اس
لیے رہا ہوں کہ وہ انسانوں کو ان پر پڑے ہوئے بوجھوں سے آزاد کرائے اور غلامی کے منع اور

سرچشمہ یعنی لڑائیوں میں مخالفوں مفتوحوں کو گرفتار کر کے غلام بنایا جاتا تھا، تو اللہ نے اس پر بندش ڈال دی اور اپنے رسولؐ سے ہی اس کا قلع قمع کرایا۔ اعلان ہوا مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهٗٓ أَسْرٰى (8.67) یعنی اے پیغمبر تجھے بھی اجازت نہیں کہ لڑائیوں میں تو کسی کو قیدی بنائے اور آئندہ جو لوگ بھی جنگی ضرورتوں کی بنیادوں پر پکڑے جائیں وہ جنگ کے ختم ہوتے ہی آزاد کیے جائیں۔ خواہ وہ مفت میں آزاد کریں یا جرمانہ لے کر۔ اب آئندہ کے لیے قید اور غلامی بند کی جاتی ہے۔ آزاد کرنے کا طریقہ بھی بتایا کہ فَإِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَآءً (47.4) یعنی پھر اس کے بعد یا احسان کر کے یا فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دو۔

اگر یہ دوازدہ امامی، شش امامی اور یک امامی فرقہ جات کے علماء صاحبان فرمائیں کہ ہم قرآن کو مانتے ہیں، امامی روایات اور ان کے مسلکوں پر قرآن کو ترجیح دیتے ہیں تو یہ بات بھی مشکل سے صحیح ہوگی۔ کیونکہ قرآن نے حَتّٰٓى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ کے فرمان سے نکاح کی عمر کے لیے بلوغت کے ساتھ معاملات اور ساجیات کو سمجھنے کی شرط لاگو کر دی ہے۔ لیکن یہ امامی فرقے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی تہمت باندھے بیٹھے ہیں کہ انہوں نے قرآنی حکم کے خلاف بی بی عائشہؓ سے اس کے بچپنے میں شادی کی تھی۔ ان امامی روایت بازوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلاف قرآن عمل کرنے والا بتایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر میں لونڈی رکھنے اور اس لونڈی کا زنا کرانے کا قصہ امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم کی جلد دوم کے باب حد الزنا میں حضرت علیؓ کے خطبہ کے حوالے سے لکھا ہے۔ مزید براں اسی امام مسلم صاحب نے اپنی کتاب کی جلد دوم باب براۃ حرم النبی، چھاپہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک کنیز تھی جو ام ولد تھی یعنی حضور نے اس سے بغیر نکاح کے جماع بھی کیا اور اس سے بیٹا بھی پیدا ہوا اور اس ام ولد لونڈی پر کسی محبوب شخص سے زنا کرانے کی تہمت بھی لگی تھی۔ اس طرح سے ان حدیث سازوں نے جان بوجھ کر سلمان رشدی اور سوامی شردھانند جیسے ناقلوں اور اندھے متعصب مصنفین کو خود موقع دیا ہے تو پہل ان اماموں کی مانی جائے گی۔ بعد میں ان کی احادیث سے جو لوگ تاریخ بنائیں گے اور رسولؐ کے گھر کا جو کلچر پیش کریں گے تو ان کا گناہ ثانوی

حیثیت کا ہوگا۔ پہلے مجرم تو وہ حدیث ساز امام ہوں گے جن کی ایسی روایات بھری کتب ہیں جنہیں ہم نے قرآن کی طرح تیس پاروں میں بانٹ کر شرک بالقرآن کیا ہے اور پھر ناموس رسول کے ایکٹ کی روشنی میں تو ایسی روایات والی کتابوں کا پڑھنا بھی جرم ہونا چاہیے جن سے رسول اللہ گرامی قدر کی شان میں گستاخی ہوتی ہے ایسی روایتوں کے جواب میں اتنا کہہ کر جان نہیں چھوٹ سکتی کہ یہ روایات ضعیف ہیں۔ یہ جواب تو ہماری ایف آئی آر کی تائید کرتا ہے۔ اس جواب سے تو گویا ایسی احادیث پڑھنے پڑھانے والے اور ایسی احادیث پر مشتمل کتابیں چھاپنے والے، شائع کرنے والے اور بیچنے والے سب کے سب گستاخی کرنے کے جرم کے مرتکب اور قبول دار بنتے ہیں۔ اگر باقاعدگی سے ملت اسلامیہ کے بھی خواہ ان احادیث پر تحقیق کریں تو ان کا بہت بڑا ذخیرہ قرآنی علوم وحقائق سے ٹکراؤ پر مشتمل نظر آئے گا اور پھر اسلامی دور کی یہ مسخ شدہ تاریخ بھی اپنی سچائی کا ثبوت ان فارسی اماموں کی روایتوں سے لیتی ہے۔ مثال کے طور پر امام بخاری نے حضورؐ کی وفات کے بعد خلافت کے مسئلہ پر اصحاب رسول کا آپس میں غلط حد تک مشاجرہ پیش کیا ہے۔ جبکہ قرآن حکیم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے انقلابی ساتھیوں کے بارے میں گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (48.29) یعنی ایک دوسرے پر مہربان تھے اور یہ لوگ آپس میں لڑنے بھڑنے کی بجائے وَأَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنَهُمْ (42.38) یعنی ان کے معاملات باہمی مشاورت سے حل ہوتے تھے یعنی یہ لڑتے جھگڑتے نہیں تھے۔ امام بخاری صاحب نے اپنی کتاب میں کتاب التفسیر کے اندر سورۃ مائدہ کی آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ (5.117) کے ذیل میں حدیث لائے ہیں کہ وفات رسولؐ کے بعد معاذ اللہ اصحاب رسول مرتد ہوگئے تھے اور خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے ان کو ملائکہ جہنم کی طرف لے جا رہے تھے۔ جبکہ قرآن اصحاب رسول تو کیا بلکہ ان کے متبعین کے لیے بھی فرماتا ہے کہ اللہ اپنے رسولؐ اور اس کے ساتھیوں سے بہت راضی اور خوش ہے۔ ان سب کے لیے جنتیں تیار کی گئیں ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ ان کے بھی جو تابعدار ہیں وہ بھی سب جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ (گھروں میں رکھے ہوئے باترجمہ قرآن کھول کر ہر کوئی پڑھ کر دیکھ لے۔ حوالہ سورۃ توبہ آیت نمبر 100)

تو میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ پوری مسلم تاریخ جعلی، من گھڑت اور خلاف قرآن ہے۔ یہاں تک کہ ان دشمن محدثین اور مؤرخین نے مسلم امت کے خلیفہ اول کا اصلی اور حقیقی نام عبداللہ صفحہ تاریخ سے گم کر کے ایک فرضی اور تبرا سے مشتبہ نام اپنے دفن شدہ علمی ذخیروں میں لکھ رکھا تھا۔ جب انھوں نے امت مسلمہ کا بڑی سازش سے ہلاکو کے ذریعہ تیا پانچہ کرایا اور صحیح تاریخ والا علمی ریکارڈ دریائے دجلہ میں غرق کرادیا۔ اس آپریشن کے دوران منگول حکمران ہلاکو کا وزیر اعظم اور بغداد کے خلیفہ مسلمان حکمران مستعصم کا وزیر اعظم نصیر الدین طوسی اور ابن علقمی یہ دونوں فارس کے ہم مذہب تھے۔ ان دونوں کی ملی بھگت نے یہ خون کی ہولی کرائی جس میں مسلمانوں کی علمی میراث کتابوں اور علماء کا ایک ساتھ آپریشن ہوا۔ ان کی شروع سے کوشش یہ رہی تھی کہ مسلمانوں سے ان کا قرآن چھینا جائے۔ لیکن اس کا محافظ چونکہ براہِ راست اللہ عزوجل خود تھا اس لیے فارس والے وہ چھین نہ سکے۔ البتہ ان کا بنایا ہوا ذخیرہ احادیث اور فقہی مسلکوں کی کتابوں کو نہ دریائے دجلہ میں ڈبونے کی جگہ ملی نہ انھیں آگ نے جلایا۔ اس قیامت مثل خونچکان آپریشن سے ان کے علوم بچ گئے جو تاریخ کے حوالے سے مکمل طور پر قرآن دشمن ہیں۔ یعنی قرآن نے آکر انسانی آبادی میں کسی کو بھی غلام بنانے پر بندش ڈال دی تھی تو وہ غلامی ان آئمہ احادیث اور آئمہ فقہ نے بحال کر ڈالی۔ قرآن نے کمسن اور نابالغ بچوں کے نکاح پر پابندی عائد کی مگر ان آئمہ احادیث و آئمہ فقہ نے مل کر اسے جائز بنا ڈالا۔ قرآن نے **وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى** (53.39) سے جاگیرداری اور سرمایہ داری کا قلع قمع کیا تو مقابلہ میں ان آئمہ احادیث و فقہ نے زکوۃ کی خلاف قرآن تعبیر سے پھر سے جاگیرداری اور سرمایہ داری کی مردہ لاش کو زندہ کر دیا۔ آج قرآن اپنی اصل شکل میں الفاظوں کے لحاظ سے تو صحیح سلامت موجود ہے لیکن معانی کے لحاظ سے طوطی علم حدیث و فقہ کا بولتا ہے۔ اسی طرح قرآن کی اصطلاح صلوٰۃ کا ترجمہ مجوسیوں کے حکیم مانی صاحب کی ایجاد کردہ نماز، یہ بھی ان اماموں کا کرشمہ ہے۔

مسلمانوں کی تاریخ ساری کی ساری خلاف قرآن ہے۔ مسلم تاریخ اماموں کی ایجاد کردہ روایات کی روشنی میں گھڑی گئی ہے۔ میں تاریخ کی بے انصافی کی کئی ساری مثالوں میں سے

صرف ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ اس مثال کے عرض کرنے سے میرا مقصد قارئین کرام کی خدمت میں یہ حقیقت ثابت کرنا ہے کہ یہ سارے کے سارے مؤرخین پہلے والے سازشی لوگوں کی غلط بنیادوں کی اتباع کرتے چلے آئے ہیں۔ میں ابن سعد یا ابن خلدون وغیرہ کے نام گنوا کر ناموں پر بحث نہیں کروں گا۔ میں طبری اور زہری کی زہریات پر چلنے والے اور ان کا اپنی تاریخی تحقیقات میں اتباع کرنے والے سب کے بارے میں شکایت کرتا ہوں کہ انھوں نے مکھی پر مکھی مارنے کے سوا کچھ نہیں کیا۔ ان مقلد قسم کے تاریخ نویسوں میں ہمارے دور کے علی گڑھ یونیورسٹی کے تاریخ کے استاد علامہ اسلم جیراج پوری صاحب اور فرانس میں بیٹھ کر قلم چلانے والے حمید اللہ صاحب بھی ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے تاریخ نویسی پر مکھیاں ہی ماری ہیں۔ میں نے ابھی عرض کیا کہ میں قرون اولیٰ کے روایت سازوں کی جانب داری اور بے انصافی کا مرکزی رجحان آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ اس منظم ٹولے نے یہ سفید جھوٹ گھڑا ہے کہ رسول اللہ نے بی بی عائشہ سے ان کی نو سال کی عمر میں شادی کی۔ اس روایت کے ذریعے رسولؐ پر خلاف قرآن عمل کرنے کا الزام لگ گیا ہے اور ان جھوٹی روایات گھڑنے والوں کا اندر کا چور کھل کر سامنے آ گیا ہے۔ وہ یہ کہ یہ لوگ دنیا والوں کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ قرآنی قوانین اور ہدایات پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے تربیت یافتہ معاشرہ نے ہی عمل نہیں کیا۔ یعنی قرآن کے احکامات پر عمل کرنا مشکل ہے یہ ایسے ہی لکھے گئے ہیں۔ مثلاً رسولؐ اور اصحاب رسول نے اپنے پاس لونڈیاں رکھیں اور خود رسولؐ نے اپنی لونڈی سے بغیر نکاح کے لڑکا پیدا کیا اور **مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى** (8.67) آیت میں [illegible]ی کو بند کرنے کا حکم بھی ایسا نا قابل عمل ہے جس پر خود رسولؐ نے بھی عمل نہیں کیا۔ خیر ایسی مثالوں کی بڑی تعداد ہے لیکن مجھے جو یہاں خاص عرض کرنا ہے وہ ان تاریخ گھڑنے والوں کی تعصبانہ جانبداری کی یہ اوپر کی بات ہے کہ نبی نے بھی خلاف حکم قرآن لونڈی رکھی اور اس سے بغیر نکاح کے لڑکا جنا۔ یہ تو بخاری اور مسلم جیسے اہل سنت کے محدثوں کی روایات ہوئیں۔ اہل شیعت کے روایت نویس جناب کلینی صاحب نے بھی بی بی فاطمہؓ کے لیے جو روایات اپنی کتاب اصول کافی میں جمع کی ہیں وہ بی بی عائشہ کی

کمسنی میں رسولؐ سے شادی کی روایت سے بہت زیادہ اچنبھے اور تعجب والی ہیں۔ مثلاً جب وہ اپنی ماں خدیجۃ الکبریٰ کے ہاں پیدا ہوئیں تو ماں کی عمر اس وقت ساٹھ سال بنتی ہے۔ پھر اصول کافی والے صاحب لکھتے ہیں کہ بی بی فاطمہ کے ہاں جب اس کا بیٹا حسن پیدا ہوا تو وہ سال ہجرت کا دوسرا سال تھا۔ جناب قارئین کرام اس وقت تک بی بی فاطمہ کی عمر دس سال بنتی ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بی بی فاطمہ کی شادی علی سے نو سال کی عمر میں ہوئی ہوگی۔ وہ تو ایک جدا خلاف قرآن جرم ہوا لیکن کوئی یہ بھی تو بتائے کہ فاطمہ نے اپنی دس سال کی عمر میں حسن کو کیسے جنا؟ اور اصول کافی والا صاحب یہ بھی لکھتا ہے کہ حسن کے بعد حسین چھ ماہ بعد پیدا ہوا تو ماں کی وہ عمر گیارہ سال بنتی ہے۔ جناب کلینی صاحب نے بی بی فاطمہ کی کل عمر اٹھارہ سال اور ڈھائی ماہ لکھی ہے جبکہ رسول اللہ کے زمانے کے معاشرتی کلچر کی تاریخ بتاتی ہے کہ اس زمانے میں عرب لوگ اپنی لڑکیوں کی شادی انیس بیس سال کی عمر میں کرتے تھے اور سورت نساء کی آیت نمبر (4.6) **وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ** بتاتی ہے کہ نکاح کے لیے بلوغت کے ساتھ ساتھ سماج اور معاشرہ کے لوگوں کو سمجھنا، پرکھنا، کھرے کھوٹے میں تمیز کرنا یہ سب ابتلاء میں شامل ہیں جسے قرآن نے ضروری قرار دیا ہے۔ تو مجھے جس حقیقت کی طرف دھیان مبذول کرانا ہے وہ یہ ہے کہ مؤرخین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس پہلو پر سوچنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی کہ عائشہ کی عمر کی روایات غلط ہیں۔ بس الزاموں پر الزام لگاتے گئے کہ رسول ایسا ہے ویسا ہے یعنی نانے پر تو ہر قسم کی تنقید کی گئی لیکن نواسوں کے لیے یہ بھی نہیں سوچا کہ کلینی صاحب کی روایت کی روشنی میں ماں سمیت پیدا بھی ہوئے ہیں یا نہیں۔ تو میری گزارش کا ہدف یہ سمجھنا چاہیے کہ ایسے علوم جو قرآنی حقائق سے ٹکراتے ہیں ان کے لیے مسلمانوں کو کوئی تحقیقی اور ریسرچ ورک کرنا چاہیے اور ایسے تضادات پیدا کرنے والے روایات باز اماموں کو بلیک لسٹ قرار دینا چاہیے۔ پھر تقابل میں سوچا جائے کہ ہمارا ایمان رسول اللہ پر اور قرآن پر ہے یا بخاری اور مسلم پر۔ اور یہ بھی سوچا جائے کہ ہمیں فاطمہ اور حسنین کی صفائی زیادہ مطلوب ہے یا اصول کافی کے روایات سازوں کا تقدس زیادہ مطلوب ہے؟ جبکہ تضاد اتنا ہے کہ ایک جانب کو لیتے ہیں تو دوسری جانب

سے دستبردار ہونا پڑتا ہے۔ بہر حال میری ان گزارشات کا مقصد کسی کی دل آزاری کرنا نہیں۔

آج اکیسویں صدی ہے۔ فرضی اور جھوٹی کرامتوں سے اور غیر فطری قصوں سے اپنی تاریخ اور نظریات کو پاک کرنے کی ضرورت ہے۔ خاص کر کے اسلامی اور قرآن کے فلسفہ عمرانیات اور معاشرتی و معاشی برابری کے نظریوں کو توڑنے کے لیے نسلی برتری کا خلاف قرآن جو نظریہ گھڑ دیا گیا ہے اسے آل رسول کی اصطلاح کی چھتری تلے ساری اسلامی ہدایات کا ماخذ قرآن سے بدل کر اور چھین کر روایات باز لوگوں کے حوالہ کیا گیا ہے۔ آج جب روایات پر مبنی علوم کے انبار دیکھتے ہیں تو ان کے پڑھنے سے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا کچھ لکھنے والے جیسے قرآن کو موجود ہی تصور نہیں کرتے تھے۔ نہ صرف اتنا بلکہ یہ لوگ تو قرآنی ہدایات کو توڑنے کے لیے ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ اس کو نہایت مختصر اشارے میں اس کتاب میں لانا ضروری سمجھتا ہوں تا کہ قارئین باور کر سکیں کہ ان زبردستی امام اور سرپرست بنے ہوئے لوگوں نے کس طرح اور کیونکر **اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ** کے معانی بدلے ہیں۔

حدیث ساز و فقہ ساز امام لوگ

اس موضوع کو سمجھنے کے لئے چھوٹی سی تمہید اور ایک مشہور مغالطہ یعنی غلط الخواص کا رد۔

وہ غلط الخواص یہ ہے کہ بڑے بڑے علمی اداروں اور شخصیتوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ اسلام کے چار اصول ہیں۔ ایک قرآن، دوسرا حدیث، تیسرا اجماع، چوتھا قیاس وفقہ۔ جبکہ قرآن حکیم اپنے سوا دیگر جملہ علمی فنون اور اصولوں کو اصل اور لائق اتباع نہیں مانتا اور علی الاعلان انکار کرتا ہے کہ **اِتَّبِعُوا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ** (7.3) یعنی تابعداری کرو قرآن کی اور سوائے قرآن کے کسی کی بھی اتباع نہ کرو۔ یہاں اس آیت پر غور کیا جائے کہ رب تعالیٰ نے سوائے قرآن کے دیگر غیر قرآنی علوم کو اصول اور اتباع کے لائق قرار نہیں دیا۔ اس کی دلیل اور علت بھی سمجھا دی کہ وہ علوم تمہارے اولیاء نہیں ہیں۔ یعنی ساتھی نہیں ہیں، وارث نہیں ہیں، خیر خواہ نہیں ہیں اور سرپرست نہیں ہیں۔ تو جو علوم انسانوں کی رہنمائی کے لیے والی اور ولایت کا ساتھ نہیں دیتے، وہ اصولوں کے مرتبہ پر کیسے مانے جاسکتے ہیں؟ اور قدس سرہ کے اقدس حضرات نے یہ تو مہربانی کی کہ فرما گئے کہ حدیث، اجماع اور قیاس کو درست اور اصول کے مرتبہ میں اس وقت قبول کیا جائے گا جب وہ قرآن کے موافق ہوں۔ لیکن میں یہاں ان انقلابی احکامات کی فہرست عرض کرتا ہوں جو قرآن حکیم نے انسانی رہنمائی کے لیے لاگو کیے اور جاری فرمائے۔ لیکن ان حدیث ساز اماموں اور فقہ ساز اماموں نے قرآن کے ان احکامات کو ایک ایک کر کے توڑا ہے اور پاش پاش کیا ہے، ریزہ ریزہ کیا ہے۔ ویسے یہ فہرست باقاعدہ تو میری کتاب "فتنہ انکار قرآن، کب اور کیسے؟" میں ہے۔ یہاں میں اس سے کچھ مسائل گنوائے دیتا ہوں۔

قارئین کرام خود پڑھ کر فیصلہ فرمائیں کہ آئمہ حضرات نے اپنی روایات اور فقہی اجتہادی اقوال سے اپنے ہی بتائے ہوئے اصول کہ جو بھی حدیث، اجماع اور قیاس قرآن سے ٹکراتا ہو وہ رد ہوگا تو ان امام صاحبان نے اس کے باوجود قرآن مخالف حدیثوں اور قیاس کو اپنا مسلک اور مذہب قرار دیا ہے اور اپنی صحاح کے لقب سے ملقب کتابوں میں ان حدیثوں کو جگہ دی ہے۔

پہلے نمبر پر عرض ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف اور ان کی

بعثت کا مقصد سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ **وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ** (7.157) یعنی میرا محمد ان بوجھ تلے دبے ہوئے لوگوں سے ان کے بوجھ ہٹانے آیا ہے۔ وہ جن زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور جن طوقوں میں ان کی گردنیں پھنسی ہوئی ہیں اور جن دکھوں کی دیواروں اور جالوں میں قید ہیں۔ میرا رسول ان کو توڑ کر غلام انسانوں اور قید کردہ انسانیت کو واگذار کرانے کے لیے آیا ہے۔ آج سے ہم اپنے رسول کو یہ حکم دیتے ہیں اور آئندہ کے لیے ابدالاباد تک ہمارا حکم ہے کہ **مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى** (8.67) یعنی اے رسول اب آئندہ کے لیے غلامی کے سرچشمہ یعنی لڑائیوں میں جو دشمنوں کو قید کر کے غلام بنایا جاتا ہے اے میرے نبی ہم آئندہ کے لیے تیرے ہاتھوں سے یہ باب بند کرانا چاہتے ہیں۔ اب جنگوں کے دوران کوئی شخص قید نہ کیا جائے۔ لیکن عجمی حدیث ساز وفقہ ساز اماموں کی کتابیں غلامی کے جواز اور غلام بنائی ہوئی عورتوں سے بغیر نکاح کے ہم بستر ہونے سے بھری ہوئی ہیں۔ شیعہ سنی اہل حدیث فرقوں کے علماء لوگوں سے خیرات، زکوٰۃ، فطرانہ اور قربانی کی کھالیں وصول کر کے اپنے مدرسوں میں مسلمانوں کی اولاد کو یہ قرآن دشمن اور انسانوں کو پھر سے غلام بنانے کی احادیث اور فقہی مسلک پڑھاتے ہیں۔

قارئین کرام! ایک چھوٹی سی گزارش ہے کہ جو احادیث وفقہی حوالہ جات غلامی کے جواز میں فقہی اور احادیث کے ذخیرہ میں موجود ہیں ان کا یہاں ذکر اور نقل کرنا میں ضروری نہیں سمجھتا۔ ایک تو ان کی تعداد بہت زیادہ ہے دوسرا یہ کہ کوئی بھی عالم دین ایسا تردیدی دعویٰ کر ہی نہیں سکتا کہ ان کے مسلکوں میں قرآن کے حکم کے مطابق اور موافق غلامی بند کی ہوئی ہے اور اس قسم کی حدیثیں جھوٹی ہیں۔

اب ایک اور مثال ان حدیث ساز اور فقہ ساز اداروں کی قرآن کی مخالفت میں یہ ہے کہ قرآن حکیم نے سورۃ نساء آیت نمبر 6 میں یتیم بچوں کو ان کا مال وارثت دینے کے لیے سمجھایا کہ **وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ** یعنی یتیم بچوں کو ان کا مال اس وقت حوالے کرو جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچیں۔ اب اس آیت میں نکاح کے لیے بلوغت کی عمر کا تو

ضمناً اشارۃ النص سے اور دلالۃ النص سے ذکر آ گیا اور بڑی بات یہ بھی بتائی گئی کہ اس بلوغت عمری کی نشانی بھی سمجھ لو کہ **وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى** یعنی بچوں کی بلوغت کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ ان کا امتحان لیا جائے کہ وہ برے بھلے اور فائدہ یا نقصان وغیرہ کی بھی تمیز رکھتے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ فرمان ہے کہ **فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ** یعنی جب وہ معاشرتی اور سماجی معاملات کو سمجھنے کے اہل ہو جائیں اور اس قسم کے امتحان میں پاس ہو جائیں تو ان کو ان کا مال دے دو۔ اب وہ بلوغت کے ساتھ صاحب رشد اور شعور ہو گئے تو مال دینے کے لیے بلوغت اور دنیاوی نفع و نقصان سمجھنے کی شرط قرآن نے لاگو کی اور فرمایا کہ یہ ہے اس کی وہ عمر اور تجربہ اور علم ساجیات جو **حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ** کے جملہ میں سمجھایا گیا ہے۔ تو جس طرح مال حوالے کرنے کے لیے یہ شرائط ہیں اسی طرح کسی کو بیوی دینے یا شوہر دینے کے لیے بھی یہی شرائط ملحوظ رکھنی ہوں گی۔ یعنی اگر بلوغت اور بلوغت کے ساتھ پوری زندگی کے لئے بننے والے رفیق کی پہچان، کھرے کھوٹے کی تمیز شادی کے وقت نہ ہو گی تو جس طرح ایسے حال میں یتیم کو مال حوالے نہیں کیا جائے گا تو اسی طرح نابالغ اور ناعاقل کو بیوی اور شوہر بھی نہیں دیا جائے گا جاننا چاہیے کہ کوئی کم عقلی اور کم عمری وغیرہ کی وجہ سے اگر مال گنوا بیٹھے تو یہ اتنا نقصان نہیں جتنا انہی اسباب کی وجہ سے اگر کوئی رفیق حیات گنوا بیٹھے تو یہ مال سے زیادہ بھاری نقصان ہے۔ بہر حال میں نے یہ حوالہ قرآن حکیم سے قارئین کے سامنے رکھا ہے لیکن قرآن کے اس قانون یعنی نکاح کیلئے بلوغت اور فہم و فراست ضروری ہیں کے رد اور ضد میں حدیث ساز اماموں نے ایسی حدیثیں گھڑی ہیں کہ خود رسول اللہ کو ان فارسی اماموں نے بی بی عائشہ کے ساتھ نو سال کی قبل از بلوغت عمر میں شادی کرنے کی حدیثیں بنا کر قرآن کا قانون توڑنے والا بنا دیا ہے، نعوذ باللہ معاذ اللہ۔

یہ تو اہلسنت کہلانے والوں کے بخارا اور سمرقندی اماموں نے کیا اور فارس کے شہر کلین کے امام صاحب جو اہل شیعت کے بڑے امام ہیں۔ اس نے اپنی کتاب اصول کافی میں مولد فاطمہ کے ذکر میں اور مولد حسنین کے ذکر میں بی بی فاطمہ کو نابالغ عمر میں یعنی دس سال کی عمر میں بیٹا حسن اور گیارہ سال کی عمر میں دوسرا بیٹا حسین، حسن کے پیدا ہونے کے چھ ماہ بعد جنوائے ہیں۔

میری گزارش کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ سنیوں اور شیعوں کے جملہ حدیث ساز اور فقہ ساز اماموں نے قرآن حکیم کے قانون جس میں نکاح کے لیے بلوغت کو شرط قرار دیا گیا ہے کو توڑا ہے اور اس قانون شکنی کی نسبت انھوں نے رسول اللہؐ اور حضرت علیؑ کی طرف کی ہے۔ ہم ان کی ایسی جسارت پر یا اللہ توبہ کرتے ہیں کہ ہمیں ان کی قرآن دشمن روایات سے بچاؤ اور رسول اللہ اور حضرت علیؑ کے اوپر جو انھوں نے نابالغ لڑکیوں سے شادی کرنے کے الزام لگائے ہیں، اللہ ہمیں ان کی ایسی روایات سے بھی بچائے۔ یہ افسوس ناک بات ہے کہ مسلم امت کو یہ روایت ساز اور فقہ ساز لوگ باور کرانے میں کامیاب ہو گئے ہیں کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی عائشہؓ سے نو سال کی عمر میں شادی کر کے اور پھر حضرت علیؑ نے بی بی فاطمہؑ سے ان کی نو سال کی عمر میں قبل از بلوغت شادی کر کے قرآن کے قانون کو توڑا ہے۔ اہلسنت کے لیے حدیثیں لکھنے والوں نے اپنی چوری چھپانے کے لیے حدیثیں بنائیں کہ بی بی عائشہؓ نو سال کی عمر میں ہی جلدی بالغ ہو گئیں تھیں۔ جس کا سبب اور راز یہ تھا کہ وہ سالن میں کدو کی سبزی کھاتی تھیں۔ لیکن اہل شیعت کے امام اصول کافی کے مرتب کلینی صاحب نے ایسا حیلہ کرنے کی شاید اس لیے ضرورت نہیں سمجھی کہ جب لوگ رسول اللہؐ کی شادی بی بی عائشہؓ سے ان کی نو سال کی عمر میں قبول کر لیں گے تو فاطمہؑ کی شادی کے وقت ان کی نو سال کی عمر کو بھی اتباع رسولؐ کے طور پر مان ہی لیں گے۔ لیکن اس سے تو کچھ مزید معلومات کا بھی دروازہ کھلتا ہے کہ بی بی فاطمہؑ کی شادی اس کی کمسنی میں منوانے کے لئے پہلے رسولؐ پر ایسا واقعہ مشہور کیا جائے تا کہ لوگ مان لیں کہ فاطمہؑ اپنی ماں خدیجۃؓ الکبریٰ کے ہاں ان کی ساٹھ سال کی عمر میں غیر فطری طور پر پیدا ہوئیں اور پھر نو سال کی عمر میں اس کی علیؑ کے ساتھ شادی بھی منوانے کے لیے حدیث ساز آئمہ نے شیعہ سنی بھائی بھائی سے فائدہ اٹھا کر دونوں گروہوں سے قرآن مخالف حدیثیں دونوں کے مکاتب سے جاری کرائیں جو در اصل ایک ہی ہیں۔ بہر حال مجھے یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ شیعہ سنی پھر سنیوں میں جملہ حنفی، حنبلی، مالکی، شافعی سب کے سب قرآن کے قانون کہ نکاح کے لیے بلوغت شرط ہے کے خلاف مشترکہ موقف رکھتے ہیں کہ صغیر بچوں کا نکاح ان کے بچپن میں ان کے وارث کرا سکتے ہیں۔

اس طرح یہ حدیث ساز اور فقہ ساز امام لوگ قرآن کے قانون کہ **اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ** (24.2) یعنی زانیہ عورت اور زانی مرد ہر ایک کی سزا سو کوڑے ہے۔ یہ آیت نہایت واضح، صاف اور اپنے معنی و مفہوم میں کھلی ہوئی ہے۔ لیکن امام لوگوں نے تو اس پر کیا سے کیا پلندے گھڑ دیے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے تو حدیث سازوں اور فقہ سازوں نے اس آیت کو مبہم مشہور کیا۔ وہ اس طرح کہ اللہ نے یہاں سزا کا حکم بتاتے وقت شادی شدہ زانی اور غیر شادی شدہ زانی میں فرق نہیں بتایا۔ تو اس ابہام کی تفصیل حدیث نے آ کر کی کہ سو کوڑے غیر شادی شدہ زانی کے لیے اور شادی شدہ کے لیے رجم یعنی موت تک سنگسار کرتے رہنا۔ اگر غور کیا جائے تو یہ تفصیل تو نہیں لگتی یہ تو ترمیم اور تبدیلی ہے۔ ورنہ سورۃ نور کی اوپر والی آیت تو مطلق ہے۔ اس میں شادی شدہ غیر شادی شدہ کا سزا میں جان بوجھ کر فرق نہیں رکھا گیا یعنی دونوں قسم کے مجرموں کی سزا ایک طرح کی بتائی گئی ہے۔ اللہ کا فرمان بھی ہے کہ اے ایمان والوں **لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ** (5.101) یعنی ہمارے نازل کردہ احکامات کے بارے میں اوٹ پٹانگ سوال نہ کرو کیونکہ رسولؐ کی زندگی میں نزول وحی کا دور ہے۔ ہم نے جو کچھ بھیجا ہے ہم حکیم ہیں وہ تمہارے حال و استطاعت کے بالکل موافق ہے۔ اگر تم نے مجھ اللہ کے حکیمانہ قوانین کو ناکافی قرار دے کر بدلوانے کا حیلہ کیا تو یاد رکھو **قَدْ سَاَلَھَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِکُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِھَا کٰفِرِیْنَ** (5.102) یعنی تم سے پہلے والی قوم نے بھی الٹے سیدھے سوال کر کے بات کو بڑھا دیا پھر ایسے پھنسے کہ کفر میں پڑ گئے۔

جناب محترم قارئین! سورۃ مائدہ کی ان آیات کو مدنظر رکھ کر غور کریں کہ سارے حدیث ساز اماموں اور فقہ ساز امام لوگوں نے سورۃ نور میں بتائی ہوئی سو کوڑوں کی سزا میں بذریعہ حدیث رجم کی سزا بطور ترمیم لائی تو ان کی امامیات والی فقہوں کی پوری تاریخ میں سنگساری کی نوبت کا کوئی کیس بھی عدالتوں میں ثابت نہیں ہو سکا۔ یہ نتیجہ ہے اللہ کے قانون کے مقابلہ میں اپنے قانون منوانے کا اور عین ممکن ہے کہ اللہ کے قانون میں تبدیلی لانے والوں کی شاید یہی نیت ہو کہ مسلمانوں کے معاشروں میں زنا کے جرم کی قرآنی سزا کو روک دیں کیونکہ اس میں ایسی حکمت ہے

کہ اس سے مجرموں کی معاشرتی، ذہنی اور عملی اصلاح ہو جاتی ہے۔ تو اس کی جگہ ایسی سخت سزا لاگو کرا دیں جس کے خوف سے مقدمہ ہی پیش نہ ہو۔ اگر ہو بھی جائے تو ثابت نہ ہو سکے اور ایسی سخت سزا کے ڈر سے کوئی رضا کارانہ طور پر اقبال جرم بھی نہ کرے۔

میں نے ان حدیث سازوں کی نیت پر بھی حملہ کیا ہے کہ انھوں نے جان بوجھ کر ایسی جھوٹی حدیثیں گھڑی ہیں جن سے قرآن کا بتایا ہوا نظام اخلاق و عدالت بگڑ جائے اور تاراج ہو جائے تو میرے اس الزام کا ثبوت بھی حاضر خدمت ہے پڑھیں، غور فرمائیں کہ کہیں میں غلط تو نہیں کہہ رہا، یہ حوالہ ہے کتاب بخاری کا اس میں ایک کتاب ہے بنام **"کتاب المحاربین من اھل الکفر و الردۃ"** اور اس میں ایک باب بخاری صاحب نے باندھا ہے **رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت** کے نام سے اور باب کا نمبر 979 ہے۔ اس باب میں ایک لمبی حدیث لکھی گئی ہے جس کی سند کے روایوں میں مشہور دشمن رسول و اسلام راوی امام زہری بھی ہے۔ جس نے روایت افک گھڑ کر رسول اللہ اور ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی شان میں گستاخیاں کی ہیں، تبرا کیا ہے اور بخاری نے اس حدیث کو بڑے اہتمام سے لکھا ہے۔ تو جناب اس باب کی حدیث کا راوی بھی وہی زہری صاحب ہے۔ حدیث بڑی لمبی ہے۔ عرض کرنے کی خاص بات یہ ہے کہ حدیث گھڑنے والے راوی صاحبان حضرت عمرؓ کی زبان سے جمعہ کے خطبہ کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ اس نے فرمایا کہ آج کل قرآن میں دو آیتیں نظر نہیں آ رہی ہیں۔ "ایک رجم کی سزا کی آیت، دوسری یہ کہ اپنے آباء واجداد کے راستہ سے کہیں مڑ نہ جاؤ"۔ ویسے اس حدیث پر کسی حد تک میں نے اپنی کتاب قرآن مجبور میں تبصرہ کر دیا ہے۔ یہاں قارئین کرام غور فرمائیں کہ حدیث ساز امام لوگ رجم کی سزا کے لیے کہتے ہیں کہ یہ قرآن کی بتائی ہوئی ہے اور قرآن میں نازل شدہ آیت ہے۔ لیکن وہ آج کل قرآن سے کوئی اچک کر ادھر ادھر کر چکا ہے جو مل نہیں رہی۔ قرآن پر یہ الزام کہ اس کی دو آیات گم ہیں، پہلے تھیں اب نہیں ہیں۔ تو جناب مسلم امت کے زعماؤ! یہ بخاری اور زہری کا قرآن پر ایسا الزام کوئی معمولی بات نہیں۔ ویسے قرآن تو اپنے نزول کے زمانے سے آج تک جملہ الفاظوں، اعرابوں اور انداز قرأت سے باقاعدہ محفوظ و

مصئون ہے۔ جو لوگ بھی قرآن کے بارے میں ایسا پراپیگنڈا کرتے ہیں کہ قرآن سے دو آیتیں گم کی گئیں ہیں، ان کا یہ کہنا آسمان کی طرف منہ کر کے تھوکنے کے برابر ہے۔ کسی کا یہ کہنا کہ قرآن میں دو عدد آیتیں کم ہیں جو پہلے تھیں اور اب نہیں ہیں، ایسا کہنا تو کیا صرف تصور بھی کرے تو ایسا آدمی گویا کہ اللہ کے اس اعلان کا منکر ہو گیا جس میں فرمایا گیا ہے کہ **اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ** (15.9) یعنی بیشک ہم نے ہی اس کتاب کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

برسبیل تذکرہ اور بھی عرض کروں کہ مدارس دینیہ میں جو درس نظامی پڑھایا جاتا ہے اس میں عقائد سکھانے کی جو کتاب شرح عقائد پڑھائی جاتی ہے وہ جناب تفتازانی شیعہ عالم کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کے بارے میں سندھ کے ایک بہت بڑے عالم الشیخ مولانا حبیب اللہ صاحب جن کو ٹی وی کے جیو چینل پر عالم آن لائن پر بھی میں نے دیکھا ہے۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ تفتازانی نے لکھا ہے کہ "قرآن مجید میں معنی تو اللہ کے بتائے ہوئے ہیں باقی الفاظ اللہ کے نہیں"۔ اب کوئی بتائے کہ قرآن میں بدگمانی پیدا کرنے کی اس سے بڑھ کر اور کیا شرارت ہو سکتی ہے؟ جناب عالی! تفتازانی تو اتنا نام چڑھا نہیں ہے، یہی بات تفتازانی کے پیدا ہونے سے پہلے امام بخاری نے اپنی حدیثوں کی کتاب میں لکھ دی ہے کہ حضرت عثمان نے جمع قرآن کے دور میں یہ حکم جاری فرمایا تھا کہ قرآن کو لغت قریش میں لکھا جائے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تفتازانی اور بخاری دونوں کی باتیں غلط ہیں۔ اللہ نے تو قرآن پاک میں اعلان فرمایا ہے کہ "ہم نے قرآن کو عربی مبین میں نازل فرمایا ہے"۔ تو مبین وہ چیز ہوتی ہے جو جملہ قبائل و شعوب میں کامن ہو مشترک ہو اور سب کے درمیان معروف الفاظ پر مشتمل ہو۔

جناب قارئین کرام! ہمارے ملک پاکستان اور ہندوستان اور شاید عرب ممالک میں بھی مدارس دینیہ کے اندر جو نصاب پڑھایا جاتا ہے ان میں بخاری و شرح عقائد کے علاوہ حدیث کی ایک کتاب ابن ماجہ بھی پڑھائی جاتی ہے اور یہ کتاب اہلسنت کی چھ مشہور صحیح کتابوں میں سے ایک ہے اور حدیث کی کتاب مسلم میں بھی ہے۔ وہ دونوں صاحب ایک حدیث لائے ہیں کہ بڑی

عمر والا یعنی داڑھی مونچھوں والا آدمی اگر کسی عورت کے پستانوں سے دودھ پیئے گا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ ابن ماجہ میں لکھا ہے کہ یہ آیت بی بی عائشہؓ کے پاس رکھی ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت وہ ان کے تخت کے سرہانے کے نیچے رکھی ہوئی تھی۔ اس واقعہ فاجعہ کے وقت گھر کی پالتو بکری وہ آیت کھا گئی۔ اب وہ قرآن میں شامل نہیں ہے۔ تو جناب عالی ہمارے مدارس دینیہ میں یہ علوم پڑھا کر پڑھنے والوں کو دستار فضیلت سر پر باندھ کر امت کی پیشوائی کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں سے خیرات و زکوٰۃ لے کر اور دیگر امدادوں سے یہ نصاب پڑھاتے ہیں۔ ختم بخاری کی خوشی میں جشن مناتے اور جلسے کرتے ہیں۔ جبکہ لوگوں نے قرآن حکیم کو باترجمہ اور بامفہوم پڑھ کر پورا کرنے پر کبھی جشن نہیں منایا۔ جبکہ اللہ نے قرآن میں یہ حکم بھی دیا ہے کہ عید اور جشن قرآن ملنے کی خوشی میں مناؤ (10.58) اور (13.36) مجھے یقین ہے کہ رسول اللہ اور اس کے اصحابؓ نے اس حکم قرآنی کی تعمیل میں جشن نزول قرآن کئی بار بلکہ ہر سال منائے ہوں گے۔ لیکن پورا ذخیرہ احادیث اور صحاح ستہ اور اربعہ ایسی روایت اور خبر سے خالی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہو کہ رسول اللہ نے قرآن کے اس حکم کی تعمیل میں کب کب عید اور جشن منائے اور کیسے منائے۔

محترم قارئین! میں اس مضمون میں یہ حقائق پیش خدمت کر رہا ہوں کہ ملاحظہ فرمائیں کہ قرآن حکیم کے احکامات کتنے انسان دوست، کتنے ترقی پسند اور کتنے جدید ہیں کہ یہ ایٹمی اور برقیاتی دور بھی انہیں پھلانگ نہیں سکا۔ ویسے اس مجموعہ مضامین میں میرا مرکزی ہدف تو ہے وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ کے صحیح معنی اور مفہوم پیش کرنا اور جو صدیوں سے ان امام لوگوں نے قرآن کی اس حیات پرور اور روح افزا اصطلاح وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ کے معنی مسخ کر کے اور فسخ کر کے لوگوں کا رخ قرآن کو قرآن کے ذریعہ سمجھنے کی بجائے اپنی مرویات کی طرف موڑ دیا ہے۔ اس سلسلہ کی ساری کی ساری مثالیں تو اس مضمون میں نہیں دے سکوں گا بلکہ بالکل ہی تھوڑی مثالیں عرض کروں گا۔ جن سے قارئین یہ باور کر سکیں کہ واقعی قرآن آخری رسول کی آخری کتاب ہونے کے ناطے سے بے حد ترقی یافتہ زندگی کی طرف بلاتا ہے اور

اس کے مقابلہ میں اہل فارس کے شکست خوردہ نام نہاد اشرافیہ اور شاہی دربار فارس کے استحصالی سردار لوگ، مترفین، جاگیردار اور سرمایہ داروں نے شکست فارس کے زخم چاٹنے کیلئے ضروری سمجھا کہ جب تک مسلمانوں سے قرآن نہ چھینا جائے گا اس وقت تک یہ انقلابی سیلاب رکنے کا نہیں۔

میں راقم الحروف کم سے کم ساتویں صدی سے آج تک کے لیے یعنی ہلاکو کے حملہ کے بعد سے آج تک اہل فارس کے اساورہ کے ہاتھوں شکست قبول کرتا ہوں اور میں اقرار کرتا ہوں کہ یہ لوگ امت مسلمہ سے قرآن حکیم کا اصلی مفہوم چھیننے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ میں امت مسلمہ پر سابقہ عرصہ کے لیے **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ** پڑھتا ہوں۔ ویسے یہ طے ہے کہ قرآن حکیم اپنے الفاظ کے لحاظ سے صحیح سلامت موجود ہے۔ لیکن اس کے ترقی یافتہ اصل معنی و تعبیر رہبانیت گزیدہ مسلمانوں کی کھوپڑیوں میں آنے کی نہیں۔ یہ امت اپنے گدی نشینوں، خانقاہوں، مرشدوں کے چرنوں سے واگذار ہوتی ہوئی نظر نہیں آتی۔ یہ امت حامل قرآن ہونے کے اوصاف کھو بیٹھی ہے۔ اہل فارس کے اماموں کی گھڑی ہوئی احادیث اور فقہی روایات نے قرآن حکیم کے معنی بدل ڈالے ہیں۔ جن کی مثال میں یہاں مختصر طور پر لکھ رہا ہوں اور کچھ تفصیل سے یہ مثال میری کتاب فتنہ انکار قرآن کب اور کیسے؟ میں پڑھیں۔

میرے اس ماجرے کا ثبوت ایرانی رہبانیت کے بڑے پیشوا جلال الدین رومی کی زبانی سنیے۔ فرماتے ہیں کہ **ما ز قرآن مغز را برداشتیم استخوا نہا را پیش سگان انداختیم** یعنی ہم اہل فارس نے قرآن سے مغز قسم کی چیزیں نکال دی ہیں اب بقایا ہڈیاں بچی ہوئی ہیں جو ہم نے کتوں کے آگے پھینک دی ہیں۔ تو جناب قارئین کرام! قرآن حکیم نے انسانی سماج سے غلامی ختم کرنے کا اعلان کیا اور اپنے آخری پیغمبرؑ سے اس پر عمل بھی کرایا۔ لیکن فارس کے حدیث سازوں نے جھوٹی حدیثوں کے ذریعے اپنی روایات میں لکھا ہے کہ خود رسولؐ نے بھی قرآن کے اس حکم پر عمل نہیں کیا یعنی اس نے اپنے پاس (باندی) لونڈی رکھی بغیر نکاح کے اس سے بیٹے بھی پیدا ہوئے۔ جناب عالی یہ روایات حدیث کی کتاب مسلم میں جا کر پڑھیں (مسلم جلد ۲ باب حد الزنا اور جلد دوم صفحہ ۳۶۸ چھاپہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

جناب عالی! قرآن نے شادی کے لیے زوجین کے درمیان نظریاتی فکری و عملی ہم آہنگی اور وحدت کو شرط قرار دیا ہے۔ بحوالہ (42.3)(24.26)(2.221) لیکن فقہی اماموں نے اپنی کتابوں کے کفو کے ابواب میں لکھا ہے کہ نسلی مت بھید اور ہم پیشہ کے خلاف اگر لڑکی لڑکا شادی کرتے ہیں تو وارثوں کو حق پہنچتا ہے کہ وہ شادی تڑوا دیں۔ ان امام لوگوں نے قبائل اور شعوب میں اونچ نیچ کے تفاوت رکھے ہیں۔ اس حد تک کہ قریشیوں سے بھی ہاشمیوں کو جدا کیا ہے اور پھر ہاشمیوں میں علویوں کو جدا کیا ہے۔ پھر بطن اور فخذ کے فرق سے علویوں میں بھی فاطمی اور غیر فاطمی کی دیواریں کھڑی کر دی ہیں۔ ہر کوئی جا کر فقہی کتابوں میں ابواب کفو پڑھ کر دیکھے۔

قرآن نے زنا کے جرم کی سزا مطلقاً سو کوڑے رکھی ہے۔ حدیث ساز اماموں اور فقہ ساز اماموں نے قرآن کی مطلق بات مقید کر کے شادی شدہ مجرموں کے لیے سنگساری کے ذریعے موت کی سزا جاری فرما دی۔ قرآن حکیم نے شادی کے وقت شوہر کی طرف سے دلہن کو دیا جانے والے مہر کو **نِحْلَةً** سے تعبیر فرمایا ہے۔ جس کا معنی ہے بغیر بدلہ کے تحفہ اور گفٹ۔ جبکہ فقہ ابوحنیفہ کے ترجمان ہدایہ والے نے اسے **قیمۃ البضع** قرار دیا ہے۔ جس سے یہ انسانی شرف کی چیز بازار کا سودا بن جاتی ہے۔ تو جناب معزز قارئین بتائیں کہ ان اماموں نے قرآن کی ساتھ کیا حشر کیا ہے؟

اتنی مثالوں کے بعد کیا یہ سمجھنا مشکل ہے کہ انھوں نے **وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ** کے انقلابی معانی کو بدل کر رہبانیت اور سرمایہ داری کے احیاء کی ڈیوٹی سرانجام نہیں دی ہے؟ جن لوگوں نے **یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ** (2.219) کے مالی امور کی قرآنی رہنمائی پر فقہ سازی نہیں کی جس سے ساری سرمایہ داری کی جڑ اکھڑ جاتی ہے تو ان کی زکوٰۃ کی تشریح میں غیر قانونی اور قرآن مخالف حدیثیں اور فقہی مسلک کس طرح درست قبول کیے جائیں؟ یہ سلف صالحین کہلائے جانے والے اور امامت کے دعویدار لوگ تو مرا حاجی بگو من ترا قاضی بگویم کے مصداق ایک دوسرے کو امامت کے القاب دے کر امامت کے سر پر سوار ہو گئے۔ ان لوگوں نے کون سی دین کی خدمت کی ہے۔ انھوں نے تو قرآن کی معنوی تحریف کی ہے اور ان لوگوں نے اپنی گھڑی ہوئی روایات کو احادیث رسول کا درجہ دے کر ان کو وحی غیر متلو کا

نام دیا ہے۔ جبکہ وحی ساری کی ساری متلو ہوتی ہے۔ قرآن کی شریک بنانے اور منوانے کے لیے
انھوں نے اپنی روایات کو **مثلہ معہ** کے چکر چلا کر کلام اللہ کے ساتھ شرک کیا ہے۔ انھوں نے
شرک بالقرآن کر کے اپنی گھڑی ہوئی احادیث کو قرآن کی تفصیل قرار دی اور قرآن پر اجمالی
ہونے کا بہتان عائد کیا جبکہ ان کی تفصیل، تفصیل کی بجائے قرآن کا رد ہے۔ میں آخر میں ان کی
گھڑی ہوئی احادیث اور فقہی مسلکوں کی ایک اور مثال قارئین کی خدمت میں عرض کر کے مضمون
ختم کرتا ہوں اور فیصلہ پڑھنے والے خود فرمائیں کہ ان امام لوگوں کی روایات اور ان سے استنباط
کردہ فقہی مسالک قرآن کی تفسیر اور تفصیل بنتے ہیں یا قرآن کا رخ اور انقلابی منشور تبدیل کر کے
اسے کچھ سے کچھ بنا دیتے ہیں؟ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 180 ملاحظہ ہو۔ فرمان ہے کہ

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ
وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ یعنی "تمہیں یہ حکم دیا جاتا ہے کہ جب تم میں
سے کوئی خود کو موت کے قریب سمجھے اور وہ مالدار بھی ہے تو تم پر لازم ہے کہ اپنے والدین اور دیگر
اقرباء کے لیے (اقرباء کے معنی میں نسلی رشتوں کے علاوہ فکری ونظریاتی اور اصلاحی انقلابی مشنری
چلانے والے لوگ اور دیگر جملہ حاجت مند سب کے سب مراد لیے جاسکتے ہیں) ان کے لیے
قانون کی رو سے یعنی مناسب طریقہ سے وصیت کے ذریعہ حصہ ملکیت الگ مقرر کرو اور یہ بات
متقین پر حق ہے۔ یعنی لازم اور واجب کیجاتی ہے"۔ متقی کے معنی مختصراً عرض کرتا ہوں کہ دنیا میں
سنبھل کر زندگی گزارنے والا اور راستہ کی رکاوٹوں سے بچ کر چلنے والا اور خود کو یا معاشرہ اور سماج
والوں کو ایذاء پہنچانے والی چیزوں سے اور گندگیوں سے بچا کر چلنے والا متقی ہے۔ آپ نے قرآن
حکیم کی عبارت پر غور فرمایا کہ وصیت کرنے کے لیے وہ کس قسم کی عبارت لایا ہے کیا خوب قرآن
حکیم کی لفاظی ہے اور کتنا واضح اور ٹھوس حکم ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ روزوں کی فرضیت اور جہاد کی
فرضیت کیلئے بھی قرآن کے الفاظ اسی قسم کے ہیں کہ **کتب علیکم** یعنی "تمھیں تحریری حکم
نامہ دیا جاتا ہے" اور اس آیت میں عبارت کو مجموعی طور پر بار بار پڑھ کر دیکھیں کہ اپنے معنی اور
مفہوم کے لیے اور اس سے مستنبط ہونے والے احکامات کے لیے کتنی واضح عبارت ہے، مفصل

ہے، مبین ہے، نور ہے اور تبیان کے مکمل مصداق ہے۔ اس کے باوجود قرآن دشمن بگ
ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں گویا کہ ماتم کرتے ہیں کہ قرآن اجمالی کتاب ہے، قرآن مبہم کتاب ہے
اسے ان کے اماموں کی بنائی ہوئی حدیثوں اور روایات نے آ کر تفصیل سے کھولا اور سمجھایا ہے۔

محترم قارئین! یہاں وصیت کے مسئلہ پر ہی غور کریں کہ احادیث کے نام پر روایات میں
ان حدیث سازوں نے جو نسلی طور پر اہل فارس ہیں لیکن ان میں کئی خود کو عرب کہلواتے ہیں انھوں
نے کہا ہے کہ وصیت ورثاء میں سے کسی کے لیے نہیں کی جاسکتی، ان کے لیے قرآن کے بتائے
ہوئے حصص ہی کافی ہیں۔ یہ حدیث ساز اور فقہ ساز امام لوگ یہ بھی فرماتے ہیں کہ وصیت ورثہ
کے مال کے تیسرے حصہ تک محدود کرنی ہوگی ورنہ وہ کارگر نہ ہوگی اور وہ نافذ العمل نہ ہوگی۔ اب
کوئی بتائے کہ یہ روایت باز اور فقہ ساز لوگ قرآن کی تفصیل کر رہے ہیں یا یہ اس کی تحریف ہے۔
کہ قرآن فرماتا ہے کہ والدین اور دیگر اقرباء کے لیے اپنے مال سے وصیت کرو اور یہ حدیث ساز
اور فقہ ساز فرماتے ہیں کہ ورثاء کے لیے وصیت نہیں کی جاسکتی۔ قرآن وصیت کا حکم مطلق دے رہا
ہے جس میں کوئی قید اور حد بندی نہیں۔ تو مقابلہ میں یہ امام لوگ قرآن کے مطلق حکم کو تیسرے حصہ
تک اور اس سے کم میں وصیت کو مقید کرتے ہیں اور ثلث سے زائد کو ورثاء کی اجازت پر موقوف
کرتے ہیں۔ کیا تفسیر ایسی ہوتی ہے؟ ان کی ذہنیت دھڑلے سے قرآن سے ٹکر کھا رہی ہے۔ یہ
بانگ دہل کہہ رہے ہیں **السنة قاض علی کتاب الله** یعنی ان کی حدیث ان کی سنت
حاکم ہے اللہ کی کتاب پر، بحوالہ کتاب معرفۃ علوم۔ جناب عالی! یہ قول یہ خرافات معلوم ہے کہ کس
کی ہو سکتی ہیں؟ یہ بات کہنے والا امام اوزاعی ہے۔ یہ صاحب امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے
استادوں اور شیوخ میں شمار کیا گیا ہے۔

گر ہمیں است مکتب وملا — کار طفلاں تمام خواہد شد

محترم قارئین! آپ شاید خیال کرتے ہوں گے کہ میں اپنی تنقید وتبصروں میں حدود
ادب پھلانگ رہا ہوں۔ کیا مجھے حق نہیں یا ہر وہ شخص جو قرآن پر ایمان رکھتا ہوا سے یہ حق نہیں پہنچتا
کہ قرآن کی حاکمیت سے منہ موڑنے والوں کے خلاف احتجاج کرے۔ انھیں ان کے انکار قضا

وحاکمیت قرآن کی پاداش میں منکر قرآن مشہور کرے اور قرآن دشمن قرار دے۔ قرآن کی حاکمیت، قرآن کا سب کے اوپر قاضی ہونا، قرآن کا سپریم اتھارٹی ہونا، کیا یہ قرآن سے ثابت نہیں؟ پڑھ کر دیکھیں **اَلَمْ تَرَاِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْانَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ** (3.23) اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو بھی کوئی کتاب کی حاکمیت سے منہ پھیرے گا ایسے لوگ پیٹھ پھیرے اور منہ پھیرے گروہ میں سے ہیں اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ **وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْافِيْهِ وَهُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ** (16.64) یعنی اے رسول! یہ کتاب ہم نے تیری طرف اس لیے نازل کی ہے کہ اختلافات کے معاملوں میں اسی ہدایت اور رحمت کے منبع سے ان کی رہنمائی فرما۔ لیکن یہ یاد رہے کہ یہ کتاب ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لیے ہے جو ایمان والے ہوں گے"۔

معزز قارئین! آپ نے اوپر امام اوزاعی صاحب کا قول پڑھا کہ سنت حاکم ہے قرآن کے اوپر اور ان اماموں نے سنت اور حدیثوں کی نسبت رسول اللہ کی طرف مشہور کر رکھی ہے۔ جبکہ اللہ عزوجل خود رسول اللہ سے اعلان کراتے ہیں کہ **اُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ** (6.19) یعنی نبوت اور رسالت کے مشن، نذیر اور بشیر کے ابلاغ کے لیے مجھے حکم دیا گیا ہے، میری طرف وحی کی گئی ہے کہ میں اسی کتاب سے اپنی رسالت کی ڈیوٹی سرانجام دوں۔ تو ثابت ہوا کہ رسول اللہ کی طرف ایسی قرآن مخالف حدیثوں کی نسبت جھوٹی ہے۔ تو دنیا والو! سن لو! **وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ** (5.44) یعنی "جو بھی اللہ کی نازل کردہ کتاب کو حکم اور حاکم نہیں مانے گا وہی لوگ کافر ہوں گے۔"

جناب قارئین کرام! میں اس مضمون میں آئمہ حضرات کی قرآن حکیم کے ترقی یافتہ، انسانیت ساز احکامات کے خلاف ایسی روایات اور فقہی مسلک سامنے لایا ہوں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ قرآن کو اپنی روایات سے رد کر کے اسے منسوخ العمل بنانا چاہتے ہیں۔ جس میں وہ کامیاب ہو گئے اور قرآن شکست کھا گیا **اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ** میری اس بات کا

ثبوت یہ ہے کہ مسلمانوں کے جملہ فتویٰ گھروں اور مرکزوں میں بشمول مکہ و مدینۃ الرسولؐ یہ فتوے دیے جاتے ہیں کہ نابالغ بچوں کا نکاح جائز ہے اور وصیت ثلث مال سے زائد نہ کی جائے اور جو کوئی بالغ لڑکا یا لڑکی غیر کفو میں جا کر شادی کرے تو ورثا کی شکایت پر شرعی عدالت کو وہ نکاح توڑ دینے کا حکم اور فیصلہ دینا چاہیے۔ جناب عالی! آج تک اس اکیسویں صدی میں بھی مدارس دینیہ میں غلام بنانے اور لونڈیاں رکھ کر ان سے بغیر نکاح کے جماع کرنے کے مسائل حدیثوں اور فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں جو پڑھائی جا رہی ہیں۔ توریت و انجیل کا متن اگر تحریف شدہ ہے تو روایت بازوں اور فقہ سازوں نے بھی قرآن کے معنی کے ساتھ انجیل اور تورات سے کوئی کم ظلم نہیں کیا۔

مغز اور ہڈیاں

ایران کی قدآور شخصیت مولائے روم کا یہ فرمان ہے کہ

ماز قرآن مغز را برداشتیم استخوا نہارا پیش سگان اندا ختیم

یعنی ہم اہل فارس نے قرآن سے مغز قسم کی چیزیں نکال دی ہیں اور بقیہ ہڈیاں ہم نے کتوں کے آگے پھینک دی ہیں۔

محترم و معزز قارئین! جلال الدین رومی نے جو یہ جرأت مندانہ اقبال جرم اور اعتراف کیا ہے کہ ہم اہل فارس نے قرآن سے مغز قسم کے افکار و نظریات نکال نکال کر بقایا ہڈیوں کو کتوں کے آگے پھینک دیا ہے۔ تو یہ مغز قسم کے انسانیت آفرین و انسان پرور افکار جس طرح ان لوگوں نے بقول ان کے ظاہری شریعت کے علوم کے حوالوں سے فقہ ساز اور حدیث ساز آئمہ کے ذریعہ سے نکالے ہیں تو اس کے علاوہ ان اہل فارس کا اسلام کے قلعہ پر شبخون مارنے کا ایک اور مخصوص اور محفوظ چور دروازہ بھی ہے۔ وہ ہے تصوف کا باطنی دروازہ، جہاں سے انھوں نے اتنی وارداتیں کی ہیں کہ ان کی تفصیل کے لیے بھی بڑے بڑے دفتر درکار ہیں۔ مجھے موقع ملا تو اس پر بھی قارئین کی خدمت میں کچھ تفصیل پیش کروں گا۔ یہاں میں مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں کہ غور فرمائیں! انصاف کریں! سوچیں! کہ کس طرح اس گھر کو آگ لگائی گئی ہے۔

جناب عالی! رومی صاحب کے ہم وطن اہل فارس کے صوفیاء میں ایک بڑا نام ہے امام غزالی صاحب کا، جس کی کئی تصانیف میں سے ایک کتاب ہے احیاء العلوم۔ جس میں وہ تزکیہ نفس کی حکمتوں کی تعلیم سکھاتے ہیں۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ مولانا احسن صدیقی نانوتوی صاحب کا کیا ہوا ہے جو دارالاشاعت اردو بازار کراچی کا شائع کردہ ہے۔ اس کی تیسری جلد کے صفحہ 117 پر امام غزالی صاحب فرماتے ہیں کہ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ (113.3) میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مراد آلہ تناسل کے کھڑے ہونے سے ہے اور بعضوں نے اس کی سند آنحضرت تک پہنچائی ہے (نعوذ باللہ) مگر تفسیر اس طرح کی ہے کہ "آلہ تناسل بوقت دخول مراد ہے" (حوالہ کی عبارت ختم)

معزز قارئین! میں یہاں غزالی کی اس تعبیر پر لکھنے سے پہلے سورہ فلق کی اس آیت اور اس کے ضمن میں پوری سورت کا خلاصہ آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں پھر آپ فیصلہ فرمائیں کہ غزالی کا رخ کس طرف ہے اور قرآن کیا سمجھا رہا ہے۔

جناب عالی! سورۃ فلق سمجھنے کے لیے آپ نو عدد سورتیں ماقبل میں چلے جائیں۔

سورۃ الھمزۃ میں قرآن سرمایہ داروں اور لوٹ کھسوٹ کر ذخیرہ کرنے والوں پر بولتا ہے۔ انہیں مآل کار کے طور پر نار اللہ میں پہنچا کر **سورۃ الفیل** میں یاد دلاتا ہے کہ کل ہی کی بات ہے کہ تم پر دشمن ہاتھیوں کا لشکر لے کر چڑھ آیا تھا اور ہم نے ان کا **طیراً ابابیل** کے ذریعے مقابلہ کرا کر وہ سنگ باری کرائی کہ ان کا لشکر ہاتھیوں سمیت جلے ہوئے بھوسے کی مانند ہو گیا"۔ پھر اگلی سورۃ میں جملہ اہل قریش کو خطاب فرمایا کہ "میرے احسانات و انعامات کا کچھ پاس رکھو اور میرے قانون ربوبیت کی اطاعت کرو جو میں نے بیت اللہ جیسے انقلابی ہیڈ کوارٹر کا تمھیں مکیں بنایا ہوا ہے اور تم میری عنایت کی وجہ سے خوف اور بھوک سے بچتے رہے ہو"۔ پھر اگلی سورۃ الماعون میں انقلاب کی حفاظت میں سرد مہری برتنے والوں کو جو بھوکے لوگوں کی خبر گیری نہیں کرتے تھے ان کے لیے فرمایا کہ تم جیسے مصلین (پاسداران انقلاب) کے لیے ہلاکت اور ویل ہوگی، جو تم رزق کے ذخیروں کو حاجتمندوں میں بانٹنے کی بجائے بیچ کر خود کھا جاتے ہو"۔ پھر اگلی سورۃ کوثر میں فرمایا کہ "انقلاب کے منشور قرآن کے اجراء کو طاقت اور قوت سے نافذ کیے رکھو۔ اس سے دشمن نیست و نابود ہو جائے گا" پھر اگلی سورۃ کافرون میں مخالفوں سے کوئی بھی مفاہمت نہ کرنے اور مقابلہ میں سودے بازی اور نظریاتی کمزوری دکھانے کی بجائے صاف گوئی سے اپنے منشور پر کھل کر ڈٹ کر کام کرنے کی ہدایت فرمائی اور اگلی سورۃ فتح میں سمجھایا کہ جب تم اپنے موقف میں کوئی بھی کمزوری نہیں دکھاؤ گے اور سودے بازی نہیں کرو گے تو فتح تمہارے قدم چومے گی اور لوگ تمہاری استقامت کی وجہ سے فوج در فوج اللہ کے قانون کی پناہ میں آئیں گے۔ پھر اگلی سورۃ میں مکہ کے انقلاب دشمن سردار جاگیردار کا قرآن حکیم نے نام لے کر یاد دلایا کہ دیکھو اس نے اپنے اہل خانہ بیگم صاحبہ سمیت تمہاری انقلابی ہلچل میں روڑے اٹکائے لیکن وہ کامیاب نہیں

ہوسکا'' اور اگلی سورۃ اخلاص میں فرمایا کہ ''اصل بات یہ ہے کہ کائنات کی خوشحالی اور کامیابی و کامرانی کا راز اس میں ہے کہ توحید کے نظریہ پر غیر طبقاتی معاشرہ قائم کریں اور ایک اللہ کے قانون پر معاشرہ کی تربیت کریں ورنہ طبقاتی فریب تمھیں شرک جیسے کینسر میں مبتلا کردے گا۔ جس سے نجات مشکل ہوگی پھر آگے سورۃ فلق میں فرمایا کہ انقلاب کی حفاظت بڑا کٹھن کام ہے۔ جسے ناکام بنانے والے دشمن ہر وقت حسد کی آگ میں جلتے اور بھنتے رہتے ہیں۔ اس لیے تمہاری تھوڑی سی غفلت کا وہ بھرپور فائدہ اٹھا کر تمھیں ناکام بنائیں گے۔ اس لیے ان سے بچنے کے لیے تمہارے لیئے ایک ہی راہ ہے کہ تم کائنات کی ربوبیت کے لیے میری انفلاق کی تخلیقی ٹیکنالوجی کا سہارا لو۔ فلق کے معنی ہیں کہ کم سے کم یعنی دو چیزوں کا مرکب بنانے کے بعد ان کو چیر کر تیسری چیز نکلے۔ اسے عمل انفلاق کہا جاتا ہے جو تخلیقی ٹیکنالوجی کی بنیاد ہے۔ یہ سسٹم زراعت و صنعت سب میں یکساں رائج ہے۔ تو حکم کیا گیا ہے کہ اپنی ترقی کے لیے انفلاقی فارمولوں کو بڑھاؤ اور ذریعہ ترقی بناؤ اور جب تم میرے عمل انفلاق کے سہارے اپنی رعیت کی ضروریات زندگی کے لیے تخلیقات کے ذریعے پیداوار کے انبار لگاؤ گے تو انقلاب دشمن تمھیں ناکام بنانے کے لیے کئی حیلے اور حربے اختیار کریں گے۔ ان چالوں سے عین ممکن ہے کہ وہ کامیاب ہو جائیں۔ دشمن کا ہدف یہ ہوگا کہ وہ تمہارے معاشرے سے علم کی روشنی ختم کرکے جہالت کا اندھیرا پھیلائے۔ (وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ) یعنی دشمن اپنی چالوں سے تمہاری روشن کردہ انفلاقی ٹیکنالوجی کی تعلیمات کو ملیامیٹ کرنے کے لیے ظلمت کے حربے اختیار کرے اور تمہارے معاشرے کے لوگ کاہلی بے عملی اور جہالت کے اندھیروں میں خوشحالی، امن و سکون کی راہوں کو بھلا بیٹھیں اور اتنا نیچے گر جائیں کہ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ یعنی بجائے استقرائی تعلیم و تعلم اور منطق جدلیات وارتقاء کے، وہ خانقاہی، وہمی، جاہلانہ پیری مریدی کی فالوں، دھاگوں، دم، دعا کی تعویذوں پر جا کر انتہا کریں تو حسد کرنے والوں کی ایسی کارستانیوں سے بچنے کی واحد راہ ربوبیت کائنات کے لیے عمل انفلاق کی ٹیکنالوجی میں پناہ پکڑنا ہے۔

جناب معزز قارئین! اس سورۃ میں وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ کے اندر جس

اندھیرے اور ظلمت کے چھا جانے کا قرآن پاک نے ذکر فرمایا ہے اس کی وضاحت اگلی آیت وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ نے کھول دی متعین کردی کہ وہ معاشرہ جو اندھیرے میں ایسا پھنس جائے جو یقینی اور مشاہداتی علم سائنس کو خیر باد کہہ کر دھاگوں پر دم کرانے اور وہمی خیالوں میں قید ہو جائے تو ایسے جہالت کے اندھیروں سے بچنے کے لیے تخلیقاتی فارمولوں کو اپنا کر اللہ کی پناہ میں آنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اب آپ فیصلہ کریں کہ فارس کے امام غزالی اس کے معنی حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب کرتے ہیں جبکہ ایسی نسبت ہی سراسر جھوٹ ہے۔

جناب دیکھی آپ نے ایرانی امام کی تفسیر قرآن۔ میں نے دس سورتوں کا مختصر مربوط خلاصہ عرض کیا ہے جو واقعتاً قرآن کا مغز ہے۔ لیکن امام غزالی نے اس کی طرف لوگوں کا خیال جانے سے اپنی ہڈیوں والی جو تعبیر پیش کی ہے میں اس پر جان بوجھ کر زیادہ تبصرہ نہیں لکھ رہا۔ البتہ ایک چھوٹی سی گزارش کہ میں نے اس کتاب میں خلق قرآن پر جو نوٹ لکھا ہے اسے اس سے ملا کر پڑھیں۔ جس سے یہ یقین ہو جائے گا کہ صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے معنی بھی انھوں نے جان بوجھ کر بگاڑے ہیں۔

معتزلہ

اب تاریخ میں معتزلہ اور خوارج کے احوال پر بھی غور کیا جائے۔ عجیب بات ہے کہ دشمن کے الزامات میں بھی جوابدہ کی صفائی اور برأت کے حوالہ جات مل جاتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کی سوانح حیات لکھنے والے ابوزہرہ مصری نے عبدالقاہر بغدادی کی کتاب فرق بین الفرق، شہرستانی کی الملل والنحل اور ابن ابی حدید کی شرح نہج البلاغہ کے حوالوں سے خارجیوں اور معتزلوں کی ضمنی طور پر جو تاریخ لکھی ہے اس میں معتزلین کے پیشوا واصل بن عطاء کو شروع میں حسن بصری کا شاگرد اور صحبت یافتہ گنوایا ہے اور آگے لکھا ہے کہ واصل کو حسن بصری سے کئی مسائل میں اختلاف ہو گیا تو وہ اس سے جدا ہو کر اسی مسجد کے دوسرے حصہ میں اپنا مدرسہ چلانے لگ گئے۔ دوسری بات واصل کی ابوزہرہ نے یہ بھی لکھی ہے کہ شروع میں واصل حضرت علی کے متوسلین میں سے تھا۔ پھر وہ اس سے بھی بدل گیا اور مخالف کیمپ والوں سے جا ملا اور معتزلین کے لیے تعارف اور تذکرہ میں یہ بھی لکھ بیٹھا ہے کہ وہ عقل اور قرآن کے سوا اور کسی کو بطور دلیل قبول نہیں کرتے تھے۔ تو اب اس تعارف سے معزز قارئین غور فرمائیں کہ اگر اس نام سے امت مسلمہ میں کوئی گروہ گزرا ہے تو ان کا تعارف جو ان کے مخالفین کرا رہے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حسن بصری کا ٹولہ اور حضرت علیؓ کے نام سے استحقاق خلافت کا چکر پیدا کرنے والے گروہ نے اپنے باطنی مقاصد کے لیے تقیہ اور رازداری کے حربوں سے قرآن کے لائے ہوئے انقلاب کو سبوتاژ کرنے کی جو مہمیں چلا رکھی تھیں ان سے وہ خلاف قرآن علوم گھڑ کر قرآن کا راستہ روکنا چاہتے تھے۔ اور غیر عقلی کرامات اور نسلی تفوق سے، فلسفہ آل کے جھوٹے دلائل سے کوفہ اور بصرہ کے عجمی لوگ انقلاب مکہ اور مدینۃ الرسول کی جڑیں اکھیڑ رہے تھے۔ جسے ان کے ساتھی واصل بن عطاء نے کچھ دیر سے جا کر محسوس کیا اور پھر اس نے علیحدہ ہو کر اپنے سابق ساتھیوں کی بیخ کنی کے لیے جو علمی مہم جواباً چلائی تو اس کی بنیاد عقل اور قرآن کو قرار دیا۔ واصل بن عطاء کا عقل کو اہمیت دینا یہ تو اللہ عزوجل کا حکم تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا کہ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (12.108) یعنی اے پیغمبر تو اعلان کر دے کہ یہ میرا جو راستہ ہے جس کی طرف میں

پکار رہا ہوں، دعوت دے رہا ہوں وہ اللہ کی جانب ہے۔ تو اس کے لیے جان لو سمجھ رکھو کہ میری دعوت یا میرے متبعین کی دعوت جو ہو گی وہ جھوٹی کرامات والی غیر عقلی شوں شاں والی نہیں ہو گی۔ بلکہ میری پکار بصیرت، دانش، عقل و فہم پر مبنی ہو گی۔

اس کے بعد واصل بن عطاء اور اس کے ساتھیوں کے لیے جو یہ لکھتے ہیں کہ وہ قرآن کے سوا کسی دوسری بات کو نہیں مانتے تھے تو یہ ان کی پالیسی عین اللہ کے حکم کے موافق تھی کہ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ (7.3) یعنی تابعداری کرو اس علم کی جو تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا دیگر علوم اور ان کے مراکز کو اپنا خیر خواہ بھی مت سمجھو۔

خوارج

کتاب امام ابوحنیفہ جو ان کی سوانح پر ابوزہرہ مصری نے لکھی ہے اور میرے سامنے اس کا اردو ترجمہ رئیس احمد جعفری صاحب کا کیا ہوا ہے۔ اس میں خارجیوں کا بھی کافی تفصیل سے تعارف کرایا گیا ہے۔ اس تفصیل کا ماخذ ابوزہرہ صاحب نے عبدالقاہر بغدادی صاحب کی کتاب فرق بین الفرق اور مبرد صاحب کی کتاب کامل اور ابن ابی حدید شارح نہج البلاغہ کو بنایا ہے۔

خوارج کے تعارف میں کہا ہے کہ یہ فرقہ حضرت معاویہ اور حضرت علی کی جنگ صفین میں مسئلہ تحکیم کی وجہ سے ناراض ہو کر اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ کا نعرہ لگا کر علیحدہ ہو گیا تھا اور شروع میں یہ لوگ حضرت علیؓ کے لشکر میں تھے اور جانبین کی طرف سے اختلاف کو ختم کرنے کے لیے جو حضرت عمرو بن العاص اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کو حکم بنا کر صلح کرانے کا فیصلہ کیا گیا اس پر یہ لوگ ناراض ہو کر حضرت علیؓ سے علیحدہ ہو گئے اور صرف علیحدہ بھی کیا ہوئے مستقبل کے لیے مستقل دردسر بن گئے۔ یہ لوگ بھی اپنی پالیسیاں قرآن سے اخذ کرتے تھے۔ ان کا ایک مستقل نعرہ تھا کہ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (6.57) یعنی حاکمیت صرف اللہ کی چلے گی۔

ابوزہرہ صاحب نے ان کے لیے لکھا ہے کہ ان لوگوں کا خروج جس سے یہ خوارج کہلائے، جنگ صفین کے موقعہ پر فریقین میں تصفیہ کے لیے مسئلہ تحکیم کے خلاف ہوا۔ لیکن ان کی

آگے کی مستقل پالیسیوں میں سے ایک پالیسی یہ بھی تھی کہ یہ لوگ موالیوں کو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان کی دوسری پالیسی یہ تھی کہ مسلمان کا قتل ان کے نزدیک جائز تھا۔ تیسرے نمبر پر ابوزہرہ صاحب ان کی یہ پالیسی لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیتے تھے اور ان کو غلام بنا لیتے تھے۔ چوتھے نمبر پر ان کی پالیسی یہ تھی کہ وہ علیؑ کے ایمان پر طعن کرتے تھے اور پانچویں نمبر پر ان خارجیوں کا نظریہ اور وطیرہ یہ بتاتے ہیں کہ یہ لوگ اہل بیت نبوت کے بیشتر افراد کے ایمان پر بھی طعن کرتے تھے۔ حوالہ کتاب کا صفحہ نمبر 223 شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور۔

اب مجموعی طور پر ان جملہ فرقوں اور مسلمانوں کے اندر مشہور کردہ مذہبی گروہوں کیلئے میری تحقیق یہ ہے کہ یہ تمام گروہ یعنی خوارج، معتزلہ، مرجیہ، جبریہ، یہ اپنے اپنے زمانہ میں ایک دوسرے سے ٹکراؤ اور ضد کی صورت میں وجود پذیر ہوئے۔ اس کے لیے صرف معتزلین اور خوارج کے مذکورہ بالا تعارف کی روشنی میں سوچا جائے تو آسانی سے سمجھ میں آ جاتا ہے کہ کسی مافیا نے اسلام میں آ کر آل رسول اور اہل بیت کے نام پر جعلی نسب ناموں اور شجروں سے قرآنی نظریات کو توڑنے اور رد کرنے کی سازش کھلے عام یا باطنی طریقہ پر تقیہ کی بنیاد پر چلائی۔ جس سے کچھ لوگ واقف ہو گئے اور انہوں نے جواب میں سوچا ہو گا کہ یہ سارے امام کہلانے والے حسب نسب سے موالی کے ٹھپہ سے مسلمانوں میں نہ صرف گھس آئے ہیں بلکہ نسلاً آل رسول اور اہل بیت رسول ہونے کے بھی دعویدار ہیں۔ ان فتنوں کا مقابلہ کرنے کیلئے جو لوگ پیدا ہوئے، ان کے تعارف میں آپ ابھی پڑھ آئے ہیں کہ وہ قرآن کے خلاف دیگر علوم کو مانتے ہی نہ تھے۔ تو امامیات کے حامیوں اور وارثوں نے اپنی طرف سے ان کے نام تاریخ میں روشناس کرائے ہیں کہ یہ قرآن کی بات کرنے والے لوگ خارجی اور معتزلی ہیں اور انہوں نے خود کو جو قرآن کو معطل اور منسوخ بنانے پر تلے ہوئے تھے مسلمانوں میں داخلی اور مرکزی حیثیت قرار دلوائی ہے اور جو ان کے مخالف تھے وہ خارج از اسلام کیے گئے اور مرکز سے اعتزال کر کے کناروں پر کھڑے کیے گئے۔

اصل بات یہ نظر آتی ہے کہ فتح بغداد کے بعد امامیات کے موجدوں، تاریخ کے جھوٹے قصے گھڑنے والوں، حدیث اور فقہ کے ناموں سے قرآن کی انقلابی اصطلاحات کو مسخ کرنے

والوں نے یہ سب کارستانیاں کی ہیں۔ آپ غور کریں کہ ان لوگوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دس گیارہ بیویوں کا شوہر بنا کر حدیثوں کے ذریعے قرآن کا مشروط حالات میں چار بیویاں رکھنے کا قانون کم سے کم رسول کے شخصی اور ذاتی عملی سے توڑ ڈالا اور لکھا ہے کہ یہ چار سے زیادہ بیویاں رسول کیلئے خصوصی ہیں، یہ ان کا اسپیشل کوٹہ ہے۔ پھر ان چار سے زائد بیویوں کی موجودگی میں حدیثیں بنانے والوں نے رسولؐ کے گھر میں بلکہ ملکیت میں لونڈیاں رکھنے اور ان سے بغیر نکاح بیٹے پیدا کرنے کی روایات بھی بنائی ہیں۔ تو اب سوچنے کی بات ہے کہ رسول انقلاب بھی اگر اپنے پاس لونڈیاں رکھے تو قرآن کے اصلاحی کارنامے جن سے روم اور فارس کے شاہی مظالم اور غلام ساز قبائل کے جبر اور قہر سے لوگوں کو نجات دلانے کے لیے محمدؐ رسول اللہ کے ہاتھوں جو انقلاب آیا تو یہ انقلاب لانے والا بھی اگر عورت جیسی انسان ذات کو تحفہ اور غلامی کی قسم کا مال قرار دے تو پھر انسانیت کی تذلیل جس طرح پہلے کلچر میں تھی، اسلامی انقلاب لانے والے کے نام پر بھی حدیثیں بنانے والوں نے اس میں حصہ دار بننے کی روایتیں گھڑ کر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ قرآن کا دیا ہوا نظام زندگی عمل میں لانا مشکل ہے۔ کیونکہ رسول نے بھی اپنے دور زندگی میں غلامی کو ختم نہیں کیا اور اپنی حویلی میں لونڈیاں رکھیں اور ان سے بیٹے پیدا کیے۔ لہذا اب آئندہ کے لئے قرآن کے اصلاحی اور انقلابی اعلان پر کون عمل کر سکے گا۔

اس طرح کی جھوٹی روایات، تاریخ اور حدیثیں لکھنے والے اہل فارس جب تقیہ اور باطنی چالوں سے خود کو موالی کہلا کر **مولی القوم منهم** کی حدیثیں گھڑ کر قریشی، ہاشمی اور اہل بیت رسول اور آل رسول بن گئے تو لازم تھا کہ اسلام اور مسلمانوں کی حساس اور مرکزی قوت ان کی چالوں کو بھانپ کر ایسے اقدامات کرے۔ جس طرح اوپر ابھی خوراج کے تعارف میں ان کے خصوصی نظریات اور پالیسیوں کی فہرست ابوزہرہ صاحب نے گنوائی ہے کہ یہ خارجی لوگ اہل بیت نبوت کے بیشتر افراد کے ایمان پر بھی طعن کرتے تھے۔

ابوزہرہ صاحب نے خارجیوں کے تعارف صفحہ 225 پر لکھا ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ (5.44)

''یعنی جو شخص منزل من اللہ فرمان کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے لوگ کافر ہیں''

اس آیت سے خارجیوں نے یہ اخذ کیا کہ خدائی فیصلے کے خلاف فیصلہ کرنے والا ہر شخص کافر مطلق ہے۔ قارئین کرام غور فرمائیں کہ ابوزہرہ مصنف اور اس کے دیگر ہمنوا گویا مذکورہ آیت کا شاید کوئی دوسرا تاویلی قسم کا مطلب نکالتے ہوں گے۔ ورنہ الفاظ تو قرآن مجید ایسے صاف لایا ہے کہ دوسرا مطلب نکل ہی نہیں سکتا۔ اب اس سے صاف واضح ہو گیا کہ ابوزہرہ، اس کی کتاب یا اس کی بات کو پسند کرنے والے سب قرآن کی اس آیت کا کوئی دوسرا مطلب بنانا چاہتے ہیں۔ کتاب کے مصنف ابوزہرہ پر واجب تھا کہ وہ اس آیت سے اگر کوئی دوسرا مطلب سمجھتے ہیں اور یقیناً وہ اس معنی والا ظاہری مفہوم قبول نہیں کرتے تو کم از کم آیت کا دوسرا مطلب انہیں یہاں ظاہر کرنا چاہیے تھا۔ ان کی ان لن ترانیوں سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ابوزہرہ صاحب بھی سوانح نگاروں اور تاریخ نویسوں کے اس زمرہ سے ہیں جو قدس سرہ کہلاتے تھے یعنی باطن میں کچھ اور ظاہر میں کچھ۔ نہ صرف ابوزہرہ خود بلکہ ان کے ممدوح امام ابوحنیفہ صاحب بھی بقول ابوزہرہ کے زیدی فرقہ کے شیعہ تھے۔ اب جب یہ بات ہوئی تو لازم ٹھہرا کہ اسلام کی مرکزی فکر یعنی ہر مسئلہ میں قرآن سے مسائل اور جزئیات کا استخراج کرنا یہ طریقہ قابل تعریف اور درست قرار دینا چاہیے تھا۔ لیکن ان تاریخ نویسوں نے قرآن کے ذریعہ مسائل کا حل ڈھونڈنے اور جملہ علوم کا محور اور مرکز قرآن کو قرار دینے والوں کو تو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا اور ان کی جگہ جملہ قرآن دشمن لوگ مرکز اسلام کے خود کو مالک کہلا رہے ہیں۔ اور قرآن کے حوالوں سے بات کرنے والوں کو یہ عجمی لوگ خارجی اور معتزلین کے ٹھپہ سے خارج از اسلام کر رہے ہیں۔ شروع اسلام کے دور میں ہی ان لوگوں نے حدیث بنائی کہ **مولی القوم منہم** یعنی جو کوئی کسی کا غلام اور اس کا آزاد کردہ ہو گا وہ آزاد کردہ غلام آزاد کرنے والے کی قوم اور نسل سے کہلائے گا۔ پھر اس من گھڑت حدیث کے بعد یہ سارے اہل فارس کے طالع آزما قریش، ہاشمی اور آل رسول بن گئے۔ یہی تو ان کی چال بنوامیہ کے عقاب نظر گورنر حجاج بن یوسف نے پکڑی تھی اور ایسے سارے جعراتی سیدوں، قریشیوں کو کیفر کردار تک پہنچایا تو سب تاریخ نویسوں نے اسے کیا سے کیا بنا دیا

کہ آج حجاج بن یوسف گویا کہ ایک گالی کے طور پر مشہور ہے۔

قارئین کو جاننا چاہیے کہ اسلام کے نام پر موجودہ علوم چاہے وہ کسی بھی موضوع پر ہوں وہ جملہ کے جملہ اہل فارس کے ان موالی اماموں کے لکھے ہوئے ہیں۔ جن کے پس پشت صرف ایک ہی جذبہ ہے کہ مسلمانوں سے قرآن چھینا جائے اور کسی بھی طرح مسلمان لوگ فقہی جزئیات اور مسائل اخذ کرنے کے لیے قرآن سے نہ پوچھیں۔ مسلمانوں کے فتوے قرآن کی بجائے ان فارسی اماموں کی گھڑی ہوئی حدیثوں سے ماخوذ ہوں۔ جس طرح کہ اب ہو بھی رہا ہے اور یہ مشہور کیا گیا ہے کہ قرآن کو یہ امام لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ہمیں صرف ان کی تقلید کرنی ہے۔ گویا کہ **وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ** کی آیت ہی ان لوگوں نے دوسری آیات کی طرح منسوخ اور معطل کر دی ہے۔

تاریخ کے موجودہ ذخیرے

مجھے یہاں خود ساختہ لٹریچر، فرضی افسانوی جنگ ناموں اور دیو پریوں والی داستان امیر حمزہ قسم کی خرافات سے بھری روایات کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرانا ہے۔ اس تمنا کے ساتھ کہ کاش مسلمان فارس پر حملہ نہ کرتے اور فتح نہ کرتے تو شاید اہل فارس اسلام میں داخل ہو کر قرآنی افکار اور نظریات کو اپنی شکست کے صدمہ اور جذبہ انتقام میں آ کر حدیثی روایات اور آل رسولؐ کے نام پر مقابل علم بنا کر قرآن کا راستہ نہ روکتے اور قرآن بغیر رکاوٹوں کے اپنے اصل معانی کے آئینے میں پڑھا جاتا۔ لیکن شاید میری یہ تمنا بے جا ہے۔ اصل میں دشمنوں کو تو اپنا کام کرنا ہی ہوتا ہے۔ قاتل کیوں رحم کرے کہ مقتول کو اذیت نہ پہنچے۔ سرمایہ دار و جاگیردار آج بھی بے بنیاد الزام لگاتے ہیں کہ عراق کی زمین میں صدام نے بارود چھپا رکھا ہے، وہ دنیا کو ختم کرنا چاہتا ہے، عراقی حکومت کو چاہیے کہ اقوام متحدہ کے انسپکٹروں کو معائنہ کرنے کی سہولتیں دے کہ وہ ان کے ہاں چھپایا ہوا بارود دریافت کریں۔ اگر عراقی حکومت معائنہ نہیں کرنے دے گی تو ہم عراق پر حملہ کریں گے اور اس میں ہم حق بجانب ہوں گے۔ عراقی حکومت نے یہ سہولت عالمی سامراج کو ان کے کہنے کے مطابق دے دی اور انھوں نے عراق کا کونہ کونہ چھان مارا۔ ہتھیار اور بارود نہ تھا نہ ملا۔ تو اس کے باوجود عراق پر جنگ مسلط کی گئی اور آج تک ان کی سرزمین اور لوگ جل رہے ہیں۔ جیسا کہ بھیڑیا اور میمنہ کی مثال مشہور ہے۔ گویا دشمن کا تو کام ہے کہ وہ آپ کو خس و خاشاک بنا دے۔ یہ آپ کا کام ہے، یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اپنے اثاثوں کو محفوظ بنائیں۔ علم کسی کی جاگیر اور میراث نہیں ہے۔ یہ جو لوگوں کو بے وقوف بنایا جاتا ہے کہ قرآن آل رسولؐ کے گھر چل کر آیا ہے، اگر کوئی کسی کے ہاں چل کر آتا ہے تو مرتبہ اس کا بڑا ہوتا ہے جس کے ہاں کوئی حاضر ہوتا ہے تو آل رسول وہ ہیں جن کے پاس قرآن چل کر آیا ہے اس لیے مرتبہ میں آل رسول بڑھ گئے۔ تو جناب معزز قارئین یہ دھوکہ ہے۔ علم کسی کا غلام نہیں۔ مسلمان اگر اہل بیت اور آل رسول کی فضیلتوں کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں اور خانقاہوں اور مرشدوں کے چرنوں سے ابھی فراغت نہیں پا سکے تو وقت کسی کے باپ کا نوکر نہیں۔ کل اسپین میں جو رومی عیسائی مسلمانوں کے قدموں میں بیٹھ کر علم پڑھ چکے تھے تو انھوں نے قرآن سے اللہ

کے جلووں کُلَّ یَوۡمٍ هُوَ فِیۡ شَاۡنٍ 55.29 کو سمجھا تھا اور انھوں نے اس سے وَسَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ 45.13 کا ترجمہ اور تفسیر سمجھی تھی اور آج وہ خلاؤں پر کنٹرول کیے ہوئے ہیں اور وہاں سیٹلائٹ کے ذریعہ ساری دنیا کی نقل و حرکت کے نگران بنے ہوئے ہیں شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ بن گئے ہیں اس حد تک کہ اگر تم اپنے گھر میں کہیں بھی مرغی کے چوزوں کو دانے کھلا رہے ہو تو ان کے کیمرا کی آنکھ تمھیں دیکھ رہی ہوتی ہے۔ اسپین میں پڑھے ہوئے تمہارے شاگرد عیسائیوں نے قرآن کو آل رسول کی ذاتی ملکیت نہیں مانا۔ انھوں نے اسے هُدًى لِّلنَّاسِ کے حوالوں سے اپنا سمجھا تھا تو آج وہ موسموں اور طوفانوں کو پہلے سے بھانپ لیتے ہیں۔ آج وہ مصنوعی بارشیں برسا رہے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے علمی ادارے دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث والتفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب اپنی تفسیر میں کُلَّ یَوۡمٍ هُوَ فِیۡ شَاۡنٍ کا معنی لکھتے ہیں کہ اللہ ہر روز ایکسیڈنٹ کراتا رہتا ہے۔ جبکہ یورپی عیسائیوں نے ٹیلیفون، وائرلیس، ریڈیو، ٹیلی ویژن، سیٹلائٹ، ایکسرے مشینوں کی ایجاد، کمپیوٹر، انٹرنیٹ، ای میل، فیکس، موڈیم سے وَاِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ 81.7 کے کرشموں سے نت نئے جہاں روشناس کرائے ہیں اور یہ سب چیزیں کُلَّ یَوۡمٍ هُوَ فِیۡ شَاۡنٍ کی تعبیر میں لا کھڑی کی ہیں۔ اگر مسلمان قرآن کو آل رسول کی ملکیت سمجھتے ہیں تو سمجھتے رہیں یہ ان کا اپنا قصور ہے اہل فارس کو تو اپنی بھڑاس نکالنی ہے تمہاری آنکھیں کس نے بند کی ہیں؟ جبکہ قرآن تمھیں بتا بھی رہا ہے کہ ہم نے اپنے محمدؐ کی ختم نبوت اور رسالت بچانے کیلئے اسے کوئی نرینہ اولاد نہیں دی جو تمہارے رواج کے مطابق آل رسولؐ کہلا سکے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰـكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا (33.40) یعنی نہیں محمدؐ باپ تم مردوں میں کسی کے اور لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور ہے اللہ ہر بات کو جاننے والا۔

اس کے بعد بھی اگر تم مسلمان اہل فارس کے علمی فراڈ سے آل کے چکروں میں جکڑے رہو گے تو قرآن کا اس میں کیا قصور؟ ایسے تصور کے لیے جناب رسول بخش پلیجو صاحب ایک مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ کالے رنگ کے پہاڑ میں کالے رنگ کا غار۔ تاریکی اور اندھیرے سے مکمل

کالا، اس کے اندر کالے رنگ کی بلی تلاش کرنی ہے جو وہاں ہے ہی نہیں۔ تو یہ ہے آل کی حقیقت۔

تاریخ کے جھوٹے قصوں سے ان لوگوں نے اسلام کی خدمت کرنے والوں کو ایسا داغدار کردیا ہے کہ آج معاویہ، یزید، مروان، حجاج بن یوسف گالی بن گئے ہیں۔ ہر شخص اپنی اولاد کے یہ نام رکھنے سے ڈرتا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کی طرف جو جنگ نامے اور جنگی داستانیں منسوب ہیں ان سب کی حیثیت صرف افسانوی ہے۔ یہ جنگ کربلا، صفین، جمل، نہروان سب کی سب فن پراپیگنڈہ کی شعبدہ بازیاں ہیں۔ یہ جملہ جنگیں اصحاب رسولؐ کی کردار کشی کے لیے اور انھیں دشمن آل رسول قرار دے کر رسول اللہ کے لائے ہوئے انقلاب کو سبوتاژ کرنے کے حیلے ہیں۔ اگر ہم ان جنگوں کو واقعتاً درست قبول کریں گے تو سورۃ انفال کی آیت 63 اصحاب رسولؐ کے نام مشہور کردہ مشاجرات کو درست قرار نہیں دیتی۔ فرمان ہے کہ وَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِھِمۡ لَوۡ اَنۡفَقۡتَ مَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مَّاۤ اَلَّفۡتَ بَیۡنَ قُلُوۡبِھِمۡ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیۡنَھُمۡ اِنَّہٗ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ (8.63) یعنی اے قرآن سننے والے سن! اللہ نے اپنے رسولؐ کے ساتھیوں کے دلوں کو آپس میں اس حد تک جوڑ رکھا ہے کہ اگر تم روئے زمین کی جملہ دولت بھی خرچ کرتے تو کسی پارٹی کے ورکروں میں اتنی محبت قائم نہ کرسکتے لیکن یہ کام اللہ نے اصحاب رسول کے دلوں کو ملا کر رکھنے کا سرانجام دے دیا ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ علی اور عائشہ کے درمیان جنگ جمل ہوئی ہے تو وہ جھوٹ کہتا ہے اور اگر کوئی کہے کہ علی اور معاویہ کے درمیان جنگ صفین لڑی گئی ہے تو وہ جھوٹ کہتا ہے۔ قرآن نے سچ کہا ہے کہ محمدؐ کے ساتھیوں کے دل صاف ہیں۔ یہ لوگ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ یہ لوگ رُحَمَآءُ بَیۡنَھُمۡ (28.29) آپس میں شیروشکر ہیں ایک دوسرے پر رحیم و کریم ہیں۔ یہ آپس میں نہیں لڑیں گے۔ اگر ہم یہ تسلیم کریں گے کہ کربلا کی جنگی داستانیں سچی ہیں تو یہ آیات قرآنی جھوٹ ہو جائینگی۔ جو ہو ہی نہیں سکتیں۔ اللہ اپنے رسول سے فرماتے ہیں کہ یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسۡبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (8.64) یعنی "اے رسول تو تسلی رکھ، تیرے انقلاب کی حفاظت کے لیے تیرے مومن ساتھی کافی ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے کوئی غم اور فکر نہ کر"

جو لوگ پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اصحاب رسولؐ کے بارے میں یہ باتیں اس وقت تک کی

ہیں جب تک رسول زندہ تھے بعد میں یہ لوگ مرگئے تھے تو ان کو بھی قرآن بتاتا ہے کہ اصحاب رسول کا ایمانی رنگ کچا نہیں ہے۔ ان کو رنگنے والا تو میں اللہ ہوں اور میرا چڑھایا ہوا رنگ کبھی اتر نہیں سکتا اور مجھ سے بڑا اور بہتر کوئی رنگ دینے والا ہو تو سامنے آئے۔ فرمایا کہ صِبۡغَۃَ اللّٰہِ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبۡغَۃً وَّنَحۡنُ لَہٗ عٰبِدُوۡنَ (2.138) اللہ نے یہ چیلنج کیوں دیا، اس خاطر کہ پچھلی آیت نمبر 137 میں فرمایا اہل فارس ہوں یا آل کے جھوٹے فلسفہ کے پیروکار ہوں سب کے لیے شرط ہے کہ ان کا ایمان جب قبول کیا جائے گا جب وہ اصحاب محمد کی طرح کا ایمان لے آئیں یعنی اصحاب رسولؐ کے ایمان کو اللہ نے کسوٹی قرار دے دیا۔ فرمایا کہ فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَاۤ اٰمَنۡتُمۡ بِہٖ فَقَدِ اھۡتَدَوۡا یعنی میرے پاس لوگوں کا ایمان جب قبول کیا جائے گا جب وہ اصحاب رسول کے ایمان جیسا ایمان لے آئیں گے وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا ھُمۡ فِیۡ شِقَاقٍ یعنی اگر یہ لوگ اصحاب رسولؐ جیسا ایمان لانے سے روگردانی کریں گے تو فَسَیَکۡفِیۡکَھُمُ اللّٰہُ یعنی اللہ ان کی سازشوں کو نمٹنے کے لیے کافی ہے وَھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ (2.137) یعنی وہی ان کے پروپیگنڈا کو سننے اور جاننے والا ہے۔ میں چلتے چلتے عرض کروں تو بصر خراشی معاف آج تک یہ قرآن دشمن لوگ قرآن کے حوالوں سے دین کی تعبیرات پیش کرنے والوں کو قتل کراتے آئے ہیں۔ تو اللہ کے اس اعلان کا مطلب کہ فَسَیَکۡفِیۡکَھُمُ اللّٰہُ یعنی اللہ ان کی سازشوں کو توڑنے کے لیے کافی ہے۔ اس کا یہ مطلب بھی نظر آرہا ہے کہ اب قرآن انٹرنیٹ اور ویب سائیٹ کے ذریعے سب کے ہاں پہنچ جائے گا۔ یہ لوگ کس کس کو قتل کریں گے اور قرآن کے کون کون سے راستے روکیں گے؟ ان لوگوں نے ان پڑھ اور سادہ عوام کو بیوقوف بنایا ہوا ہے کہ قرآن میں جو منافقین کا ذکر ہے وہ اصحاب رسولؐ کے بارے میں ہے کہ یہ منافقین اصحاب کے روپ میں چھپے ہوئے تھے۔ قرآن حکیم ان کی ان خرافات کو بھی ان کے منہ پر مارتا ہے اور فرمایا کہ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیَذَرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ عَلٰی مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَیۡہِ حَتّٰی یَمِیۡزَ الۡخَبِیۡثَ مِنَ الطَّیِّبِ (3.179) یعنی اللہ مومنوں کو ایسی بے خبری اور لاعلمی کی حالت میں نہیں چھوڑے گا کہ دشمن آپ کی صفوں میں ہوں اور آپ انھیں جانتے بھی نہ ہوں۔ سو تسلی رکھو کہ طیب لوگوں سے خبیث لوگوں کو چن چن کر علیحدہ کیا جائے گا اور وہ ہو بھی گیا۔

المیہ

یہ حقیقت جان لینی چاہیے کہ تاریخ جو بھی بنائی گئی ہے وہ قرآنی حقائق سے ٹکراتی ہے اور جھوٹی روایات گھڑنے والے اور ان سے تاریخ بنانے والے یہ سب ایک ہی مکتب فکر کے لوگ ہیں۔انھوں نے جان بوجھ کر اپنا تعارف دھوکہ دہی کے انداز میں متفرق کر کے پیش کیا ہے۔ان کے دانت دکھانے کے اور تو کھانے کے اور۔ان کے لٹریچر کی روشنی میں اگر کوئی دین سمجھنے کی کوشش کرے گا تو وہ ہرگز منزل کو حاصل نہ کر سکے گا۔دین کے فہم کے لیے لازمی ہے کہ کوئی شخص قرآن حکیم کو پڑھے اور قرآنی تعبیرات بھی **اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ** (11.1) یعنی قرآن کو مفصل کتاب سمجھتے ہوئے پڑھے اور اس کی تفسیر بھی قرآن ہی سے تصریف آیات کی صنعت سے سمجھے، کسی بیرونی غیر قرآنی ذریعہ کو قرآن فہمی کے لیے استعمال نہ کرے۔ کیونکہ حکم دیا گیا ہے کہ **اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا** (6.115) یعنی میں قرآن فہمی کے لیے غیر اللہ کو ثالث اور حکم نہیں بنا سکتا جبکہ اللہ نے اپنی کتاب کو نہایت مفصل انداز سے نازل کیا ہوا ہے۔تو جناب معزز قارئین! میں یہاں آپ کو اوپر کی آیت 11.1 کے مفہوم پر غور کرنے کی زحمت دوں گا کہ اللہ نے فرمایا کہ قرآن ایسی کتاب ہے جس کی آیات کو محکم کیا گیا ہے حکیم اور خبیر ہستی کی جانب سے۔تو یہاں غور کریں کہ قرآن کی آیات کو محکم بنایا گیا ہے پختہ بنایا گیا ہے، یعنی اس کے مفہوم کو واضح کر دیا گیا ہے اور تفصیل کیا گیا ہے۔غور فرمائیں کہ اللہ عزوجل قرآن فہمی کے لیے طالب علم کو کیسے سمجھا رہا ہے کہ قرآن کی تعبیرات و تفصیلات وہ محکم اور معتبر ہیں جو امامیات کی بجائے **من لدن حکیم خبیر** اللہ کی طرف سے ہیں۔انھیں پڑھا کریں، اللہ کی تعبیرات کو پڑھیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ اللہ یہ جانتا تھا کہ لوگ قرآن کا راستہ روکنے کے لیے قرآنی انقلابی اصطلاحات کو غلط معانی پہنائیں گے، اس لئے فرمایا کہ **ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ** یعنی اللہ حکیم و خبیر کے تفصیل کردہ کلام کو پڑھا کریں۔دنیا جانتی ہے کہ حدیث و فقہ ساز اماموں نے نکاح کے لیے قرآن کی طرف سے بلوغت کے شرط کو، غلامی کی بندش کے حکم کو، ورثاء

کے لیے وصیت کے حکم کو منسوخ کر دیا اور تبدیل کر دیا۔دولہا کی طرف سے دلہن کو دیئے جانے والے مہر کو قرآن نے **نحلة** یعنی تحفہ کا نام دیا ہے تو ان فقہی اماموں نے اسے قیمتِ فرج کا نام دے دیا۔اسی طرح قرآن نے صلوٰۃ کا مفہوم بتایا ہے کہ قرآن کے نظام ریاست کی تابعداری کو قائم کرنا، مگر ان امام لوگوں نے اسلام کے آنے سے صدیوں قبل مجوسیوں کی آتش کدہ کے سامنے پوجا والی نماز کو صلوٰۃ کے ترجمہ میں فٹ کر کے مسلمانوں کے گلے میں ڈال دی اور قرآن نے زکوٰۃ کے معنی بتائے کہ **الصلوٰۃ** کا اتنا بہتر معیار قائم کرو کہ رعیت کے جملہ افراد کی بہتر نشوونما ہو مگر ان امامی علوم نے اس کے معنی ایک سو پر ڈھائی روپیہ سال میں ایک بار دینا بنایا۔حالانکہ صلوٰۃ و زکوٰۃ دو باہم مربوط اور لازم و ملزوم عمل ہیں جن کے اندر پنجگانہ اور سالانہ کی دوریاں پیدا نہیں کی جا سکتیں۔لیکن حدیثیں اور فقہ بنانے والوں نے اپنے ہی قدس سرہ گروپ کی روایات حدیث کو ماخذ اور منبع بنایا جس کی وجہ سے اب سب لوگ ان حدیثیں گھڑنے والوں کے کہنے پر اعتماد کیے بیٹھے ہیں جبکہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔

تقیہ اور باطنیت کیونکر؟

تقیہ ایک مشہور اصطلاح ہے جس پر شیعہ لٹریچر کے مطابق شروع اسلام سے اثنا عشری امام اور ان کے آباؤ اجداد عمل کرتے آئے ہیں اور اپنے متبعین کو بھی اس کی ترغیب و تلقین کرتے رہے ہیں۔اس کی تفصیل اور فلاسفی پڑھنے کے لیے قارئین کو میں مشورہ دوں گا کہ وہ الشافی ترجمہ اصول کافی جلد چہارم کتاب الایمان والکفر کے دو باب پڑھیں۔ایک تقیہ دوسرا راز کو چھپانا، جس کا معنی ہے خوف اور ڈر کی وجہ سے جھوٹ بولنا اور اپنے دل کا بھید اور راز دل میں رکھ کر اپنے نظریہ اور فکر کے خلاف مخالفوں سے ظاہرداری میں ان کا بن کران کی طرح اٹھنا بیٹھنا اور ان کے گروہ سے ہونے کا تاثر دینا۔یہ تو اثنا عشری شیعوں اور اسماعیلی شیعوں میں مشترک ہے لیکن باطنیت کی اصطلاح زیادہ تر اسماعیلیوں سے منسوب ہے۔بہر حال مجھے تفصیل سے کچھ لکھنا مقصود نہیں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ غور کیا جائے اور سوچا جائے کہ یہ اصطلاحات جوڑ کران کی آڑ میں حدیث، فقہ، تاریخ کے جعلی علوم کا ٹکسال قائم کرکے ان اماموں نے باطنیت اور تقیہ کی چھتری تلے یہ باور کرانا اور ثابت کرنا ہے کہ ان احادیث کی روشنی میں خود رسول اللہ نے قرآن پر عمل نہیں کیا مثلاً خود بھی بی بی عائشہ سے ان کی 6 سال اور 9 سال کی عمر میں منگنی اور شادی کی اور اپنی بیٹی فاطمہ کی علی سے شادی بھی 9 سال کی عمر میں کی جو قرآن کے حکم حتیٰ اذا بلغوا النکاح کی خلاف ورزی ہے اور حضور نے خود بھی بغیر نکاح کے لونڈیاں رکھیں اور ان کے بطن سے بیٹے جنے اور قرآن کے حکم مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى کی خلاف ورزی کی ہے۔میں یہاں موضوع سے زائد ایک شبہ کے ازالہ کے لیے عرض کرتا چلوں کہ سورۃ احزاب کی آیت نمبر 50 میں اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ سے وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ سے مراد لونڈیاں لیتے ہیں جو غلط ہے۔اس آیت میں وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ کا مطلب ہے جن مومن عورتوں تک تمہاری پہنچ ہو سکے، رسائی ہو سکے۔ویسے مَا مَلَكَتْ کی اصطلاح قبل از اسلام عرب معاشرہ میں مفتوح دشمنوں کی قید کردہ باندیوں کے لیے بھی استعمال ہوئی ہے۔اسلامی انقلاب کے دور میں وہ عورتیں اور مرد غلام عربوں

میں موجود تھے جن کے لیے قرآن نے کئی طریقوں سے انھیں آزاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ظہار کے کفارہ میں، قسم توڑنے، قتل، خطا وغیرہ قسم کی کئی صورتوں میں جرمانہ کے طور پر قرآن نے حکم دیا ہے کہ غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کرو اور فَكُّ رَقَبَةٍ (90.13) یعنی کسی غلام گردن کو آزاد کرانا دین اسلام کا بڑا کارنامہ قرار دیا گیا ہے اور سورۃ بقرہ کی آیت 177 میں قرآن حکیم نے جن اصل نیکیوں کو گنوایا ہے ان میں یہ بھی فرمایا ہے کہ گھر سے پیسے دے کر بھی غلامی میں پھنسے ہوئے لوگوں کو آزاد کراؤ۔تو سورۃ احزاب میں جو حضور کو فرمایا گیا ہے کہ ہم نے تیرے لیے مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ کو حلال کیا ہے تو یہ مَا مَلَكَتْ وہ لونڈیاں نہیں جو عرب معاشرہ میں غلامی کی رسم کی وجہ سے پہلی سے موجود تھیں۔یہاں مِمَّآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ کا جملہ اس بات کی تصریح کر رہا ہے کہ وہ عورتیں جو آپ کی قلمرو اور سلطنت میں ہوں جن تک آپ کی پہنچ ہو سکے اور جو چچاؤں، پھوپھیوں ماموں اور خالاؤں کی بیٹیوں کے علاوہ ہوں وہ مراد ہیں۔مَا مَلَكَتْ اور مِمَّآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ سے وہ مفتوح علاقہ مملکت اور قوم مراد نہیں ہوا کرتی جس کو جنگ اور لڑائی سے فتح کیا گیا ہو اور اس میں قید کرنے کی نوبت آئی ہو بلکہ مِمَّآ اَفَاۗءَ والی حدود مملکت وہ ہوا کرتی ہیں جو ما اوجفتم عليه من خيل ولا ركاب ہوتی ہیں یعنی مِمَّآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ والی حدود جنگ، لڑائی اور کسی کو قیدی بنانے کے بغیر ریاست کے حصہ میں آئی ہیں۔اس لیے مِمَّآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ کا جملہ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ کے معنی متعین کر رہا ہے کہ یہاں لونڈی مراد نہیں (شبہ کے ازالہ کی عبارت ختم

تقیہ اور باطنیت سے مطلوب ان لوگوں کا یہ رہا ہے کہ اسلام کے نام پر اپنی مجوسیت کو رائج کریں۔ یہ پانچ نمازیں، اسلام کی پانچ بنیادیں اور پانچ تن، یہ پانچ پانچ کے عدد کو ہر جگہ کیوں تقدس دلایا جا رہا ہے۔دنیا جانتی ہے کہ پانچ کے عدد کا تقدس اہل فارس کے ہاں اسلام سے قبل ہی تھا اور بارہ کے عدد کا تقدس یہودیوں کے ہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبل سے لے کر موجود ہے۔ وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا 7.160 گویا یہ یہودی ابن ،، اور قتل خلیفہ ثانی کے منصوبہ ساز مجوسی گورنر ہرمزاں کی تقیہ کی بنیاد پر باطنی طریقہ سے ملی بھگت کا شاخسانہ ہے جو مسلم امت آج تک بھگت رہی ہے اور ایران اور اسرائیل کے زیر زمین مخفی تعلقات کا تانا بانا بھی تقیہ کے راستے اتنا ہی پرانا ہے۔

مسلمانوں سے اللہ اور قرآن کی وحدانیت کا تصور چھیننے کے لیے شاہ فارس کے اساورہ پہلے تو بطور تقیہ اسلام میں داخل ہوئے اور انھوں نے اپنے دانشوروں کے ذریعے یہ مہم چلائی کہ قرآن حکیم کے حکم وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (5.44) یعنی ''جو لوگ اللہ کے نازل کردہ علوم قرآنیہ کے تحت فیصلے نہ کریں تو وہ کافر ہیں'' اس قرآنی فتویٰ کو توڑا موڑا جائے، بے اثر بنایا جائے اور حیلوں سے قرآنی اصطلاحات کے معانی بدلے جائیں اور هُوَالَّذِیْٓ اَنْزَلَ اِلَیْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا 6.115 یعنی اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہاری طرف قرآن کو تفصیل کے ساتھ نازل کیا۔ اس قرآن حکیم کو بے اثر اور بے معنی بنانے کے لیے طبری، زہری، ابوحنیفہ، مالک بن انس، احمد بن حنبل، ادریس شافعی، بارہ اماموں اور حدیث ساز لاتعداد اماموں کی ان گنت کھیپ لگادی گئیں کہ وہ یہ مشہور کریں کہ قرآن اجمالی اور مبہم کتاب ہے، اسے کھولنے اور اس کی تفصیل بتانے کے لیے ان کی روایت کردہ احادیث اور ان سے استنباط کیا ہوا فقہ اصل تفصیل ہے۔ اس لیے دین کے مسائل سمجھنے کے لیے ان کی فقہ اور احادیث کی طرف رجوع کیا جائے کیونکہ قرآن کو براہِ راست سوائے ان اماموں کے سمجھنا مشکل ہے۔ نہ صرف اتنا بلکہ اللہ کے حکم اور فرمان کہ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ 11.1 یعنی قرآن ایسی کتاب ہے جس کی جملہ تفاصیل اللہ کی طرف سے کھولی گئی ہیں۔ جو حکیم بھی ہے تمہارے اماموں کے مقابلہ میں اور خبیر بھی ہے۔ اور اس کتاب کی نازل کردہ جملہ آیات اپنے معنی ومفہوم میں پختہ مضبوط اور اٹل ہیں اور اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ 86.13 کا شان رکھتی ہیں۔ وہ اپنی تعبیر، تفسیر، تشریح میں حتمی ہیں اور وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ 86.14 ہیں۔ اسے طبری اور غزالی کی مانند بازیچہ اطفال نہ سمجھو۔

جناب معزز قارئین! اوپر لکھے گئے ناموں والے صاحبان علم کے جملہ بھنڈار کھول کر دیکھو، ان کی احادیث اور روایات قرآن کے احکام کو معطل بنانے کیلئے تقیہ اور باطنیت کی سازش کا حصہ ہیں۔ میرا خیال ہے کہ سب صاحب مطالعہ اور اہل علم جانتے ہوں گے کہ اہلسنت والجماعت کے نام پر مشہور چار فقہی امام اور ان کے مسلک قرآن کے مخالف ہیں اور شیعت کا فرسٹ ایڈیشن

ہیں اور شیعہ کی اعلیٰ قیادت ہیں۔ تبرائی شیعہ ان سے جونیئر ہیں اور ان کے خلف ہیں۔ اس کے ثبوت کے لیے ایک آسان نسخہ یہ ہے کہ کوئی پہلے قرآن کو سمجھ کر پڑھے، بعد میں ان اماموں کے حدیث و فقہ کے نام سے بنائے ہوئے علوم کو پڑھے تو پھر سمجھ سکے گا کہ قرآن کیا بتاتا ہے اور یہ لوگ کہاں لے جارہے ہیں۔ تفصیل کے لیے میری کتاب فتنہ انکار قرآن کب اور کیسے؟ کا مطالعہ کیا جائے اور مطالعہ کرنے سے پہلے مشہور شیعہ دانشور عالم جناب رئیس احمد جعفری کی کتاب سیرت آئمہ اربعہ ی پڑھ کر دیکھیں۔

شروع کے کاریگر لوگوں نے خود اپنی شیعہ امت میں ایسی تفریق رکھی ہے کہ فلسفہ اضداد کی روشنی میں بظاہر آپس میں متضاد اور ٹکرائے ہوئے نظر آئیں لیکن ان کی یہ ہنرمندی اور چوری اس وقت ظاہر ہو جاتی ہے جب قرآن کے خلاف کوئی مسئلہ ہو تو اس میں یہ سب لوگ متفق دکھائی دیں گے، باقی میں لڑائی ہوگی مثلاً ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھیں یا باندھ کر اس پر لڑائی ہوگی۔

اہلسنت والجماعت کے جن لوگوں کو جناب رئیس احمد جعفری پر اعتبار نہ ہو تو وہ لوگ شاہ ولی اللہ کے بیٹے شاہ عبدالعزیز کی کتاب تحفہ اثنا عشریہ پڑھ کر دیکھیں۔ میرے پاس اس کا نسخہ مکتبہ الحقیقه بشارع دار الشفقة بفاتح 157 ستنبول ترکیه کا ہے۔ اس کا صفحہ 55 اور 56 پڑھ کر دیکھیں صفحہ 55 پر جملہ اہل سنت والجماعت کے لیے لکھتے ہیں کہ بنوامیہ کے عبیداللہ بن زیاد کے مقابلہ میں مختار ثقفی کی فتح اور کامیابی پر عام طور پر شیعہ لوگ تو خوش ہوئے لیکن، حتی که شیعه مخلصین که اهلسنّت و جماعت بودند نیز برانهزام جیوش مروانیه و مقتول شدن ابن زیاد لعین حمد الاهی بجا آوردند یعنی مختار ثقفی کی فتح کی خوشی عام شیعوں میں تو ہوئی جو ہوئی لیکن جو مخلصین شیعہ تھے یعنی جو اہلسنت والجماعت کے نام سے موسوم تھے وہ بھی مروانی لشکر کی ہزیمت و شکست اور ابن زیاد ملعون کے قتل ہونے پر اللہ کی حمد بجالائے۔

محترم قارئین آپ نے غور فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز کی عبارت کے الفاظ خود شاہ صاحب کے بارے میں بھی کیا ترشح دے رہے ہیں۔ بڑے میاں تو بڑے میاں لیکن چھوٹے میاں بھی

سبحان اللہ۔لو اب بڑے میاں کے بارے میں بھی شاہ عبدالعزیز صاحب کی کتاب کے حوالہ سے صفحہ نمبر 56 پر ملاحظہ فرمائیں، رقمطراز ہیں کہ از شیعہ مخلصین (امام ابو حنیفہ کوفی) نیز تصویب رأی زیدیہ نمود یعنی "امام ابو حنیفہ زیدی شیعہ تھے"۔

زیدی شیعوں کے افکار کی تشریح اپنی کتاب اسلامی مذاہب میں ابوزہرہ مصری نے اس طرح کی ہے کہ امامت کا حق تو علی اور اہلبیت کا ہے لیکن افضل کے ہوتے ہوئے مفضول ابو بکر و عمر کی خلافت کو مصلحت کی بناء پر تسلیم کیا جانا چاہیے اور حضرت علی کی وفات کے بعد ہونے والے آئمہ کا اولاد فاطمہ سے ہونا بھی ان کے یہاں شرط ہے اور اس بزرگ امام کے علاوہ امام مالک بن انس نے بھی فرقہ زیدی شیعہ کے محمد نفس زکیہ کے خروج پر اس کی حمایت میں بیعت کے لیے مہم چلائی۔ جس کی پاداش میں منصور عباسی نے اسے کوڑے لگوائے اور امام شافعی کی کتاب، کتاب الام کا مقدمہ لکھنے والے مطرجی صاحب نے لکھا ہے کہ امام شافعی صاحب رکھ رکھاؤ نہیں کرتے تھے وہ کسی سے بھی ڈرتے نہیں تھے۔وہ علی الاعلان کہتے تھے کہ "لوکان الرفض حب آل محمد فلیشهد الثقلان انی رافض "یعنی اگر شیعت نام ہے آل محمد سے محبت رکھنے کا تو دونوں جہاں والے سن لیں کہ میں شیعہ ہوں۔اور جناب معزز قارئین مسئلہ خلق قرآن کا سہرا تو امام احمد بن حنبل کے سر باندھا گیا ہے۔وہ قرآن کو قدیم اور غیر مخلوق، اللہ کی ازلی ابدی صفت کے طور پر قرار دیتے تھے لیکن یہی نظریہ ابن حنبل سے پہلے امام ابو حنیفہ کا ہے جو اس نے اپنی تحریر بنام فقہ اکبر میں لکھ دیا ہے کہ قرآن قدیم ہے۔میں قارئین کی خدمت میں فارس والوں کے گھڑے ہوئے اور چھوڑے ہوئے اس شوشے کا اصل پس منظر عرض کروں کہ ان فارسی اماموں نے یہ چکر اس لیے چلایا تھا کہ ان کی اعلیٰ قیادت جوفری میسن کی سپریم اتھارٹی کی طرح زیر زمین تقیہ کے پردوں میں مخفی اور باطنی رہتی ہے، جس کی ان لوگوں کو ہدایت تھی کہ کچھ بھی کرو مسلمانوں سے قرآن چھیننا ہے اور جب انھوں نے دیکھا کہ قرآن کو ہم چھین نہیں سکتے، ختم نہیں کر سکتے تو انھوں نے اور طرح کے چکر چلائے۔ایک تو یہ کہ اس کی اصطلاحات کے معانی تبدیل کیے اور قرآن کے معانی جو قرآن نے بتائے انھیں حدیث رسول کا بہانہ بنا کر اور اقوال رسول کے نام پر بدلنے کی کوششیں کیں۔جس میں وہ بڑی حد تک

کامیاب ہوئے ہیں۔جس کا شاخسانہ صدیوں سے ہم مسلمان بھگت رہے ہیں۔وہ یہ کہ جو مسلمان قرآن پر چلنے سے ابتدائی دور میں سپر پاور بن گئے تھے اور دنیا پر انھیں کا سکہ چلتا تھا اور جب یہ امت قرآن کی معنوی تحریفات کردہ، فارسی اماموں کی احادیث وفقہ کو تسلیم کر بیٹھی ہے تو اس دن سے روبتنزل ہے اور آج اپنا ہی جوتا اپنا ہی سر۔اپنے ریالوں، دیناروں اور روپوں سے اغیار کے ورلڈ آرڈروں پر بندر کا ناچ نچائے جا رہے ہیں۔اس روئیداد کو کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے کہ

"وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر   ہم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر"

میں نے اس مضمون کے شروع میں اپیل کی ہے کہ سوچا جائے کہ آخر تقیہ اور باطنی افکار ونظریات زیر زمین کیوں اور کھلے میدان میں کیوں نہیں؟ ان تقیہ بازوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ بنو امیہ اور بنو عباس اپنے سیاسی مخالفوں کو بے دریغ قتل کراتے تھے اس لیے انھوں نے اپنے اماموں کو بھی مکتوم اور مستور رکھا اور اماموں کے علم کو بھی تقیہ کے برقعہ میں چھپایا۔یہ جواب سراسر غلط اور جھوٹ ہے۔اگر قبول بھی کیا جائے کہ بنو امیہ اور بنو عباس کے حکمران ایسے ہی سفاک تھے جس طرح یہ کہہ رہے ہیں تو پھر بھی قرآن تقیہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا، اس کا تو حکم ہے کہ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ (42.7) یعنی اے رسول ہم نے جس طرح قرآن کو عربی زبان میں بذریعہ وحی تیری طرف نازل کیا ہے تو اسے عربوں کے مرکزی شہر مکہ اور اس کے گردونواح کے قبائل کو ان کے استحصالی نظام اور غلام سازی کے کرتوتوں سے ڈرا اور ان مواقع سے بھی ڈرا جب سب اپنے لاؤ لشکر سمیت مقابلہ کے لیے آئیں گے پھر فیصلہ میدان جنگ میں ہوگا کہ ایک گروہ فاتحانہ باغوں کے اندر مزہ میں ہوگا تو دوسرا فریق شکست کے دوزخ میں جلے گا۔

جناب عالی! رسول کو یہ حکم بنو عباس اور بنو امیہ کے باپ دادوں سے مقابلہ کرنے اور انذار کرنے کا رب ذوالجلال دے رہا ہے اور جاننا چاہیے کہ یہ سورۃ مکی ہے یعنی طاقت کا توازن بھی پورا نہیں۔قرآن حکیم میں رسول کو فرمایا گیا ہے کہ چہ جائیکہ اہل مکہ اور ان کے گردونواح کے قبائل آپ سے کتنے بھی طاقت میں بڑھ کر کیوں نہ ہوں، آپ کا تقیہ اور باطنیت کا سا شکست خوردگی

والا انداز نہ ہونا چاہیے، بلکہ ان کو وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ یعنی لڑائی اور جنگ کا بھی چیلنج کرو۔ یہاں یوم الجمع سے مراد قیامت اور دنیا میں میدان جنگ کا اجتماع دونوں مراد ہیں۔ جاننا چاہیے کہ یہ جو مشہور کیا گیا ہے کہ مکی زندگی میں پیغام نبوت چھپ چھپا کر مخفی اور راز دارانہ طریقے سے دیا گیا ہے یہ سراسر غلط ہے۔ یہ بات فارس کے حدیث سازوں نے تقیہ اور باطنیت کے جواز کی خاطر گھڑی ہے، بنائی ہے۔ قرآن میں وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (26.214) یعنی اے رسولؐ اپنے قبیلہ کے کنبہ کے قریبی رشتہ داروں اور عزیزوں کو بھی برے انجام سے ڈرا۔ یہ حکم مکی سورۃ الشعراء میں دیا گیا ہے اور يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ (74.1-2) یعنی "اے بگڑی ہوئی انسانیت کو سنوارنے والے، انقلاب لانے والے! اُٹھ اور ان بگاڑ پیدا کرنے والوں کو برے انجام سے ڈرا" ۔ تو یہ حکم بھی مکی سورۃ میں دیا گیا ہے اور نہ صرف اتنا بلکہ رسول کو حکم دیا گیا کہ چہ جائیکہ مکہ میں تیرا کام اور مشن نیا نیا ہے لیکن کوئی خوف نہ کر۔ کسی بھی بنوامیہ یا بنوعباس کے سرداروں کی پرواہ نہ کر اور انھیں للکار کر کہو کہ فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ 74.8 یعنی "ڈرو اس وقت سے جب ہمارے اور تمہارے درمیان جنگ کے بگل بجائے جائیں گے"۔ یہ عجیب بات ہے کہ رسولؐ تو مخالفوں کو میدان جنگ میں آنے کے لیے للکار رہا ہے مگر آل رسول کے دعویدار امام جعفر کے ہم نام کلینی صاحب نے حدیث لکھی ہے کہ راوی کہتا ہے کہ میں راستہ میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے ملا۔ میں نے حضرت کی طرف سے منہ پھیر لیا اور آگے بڑھ گیا۔ اس کے بعد آپ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں آپ پر فدا ہوں، میں آپ سے ملا تھا اور میں نے کراہت سے مصلحتاً منہ پھیر لیا تھا تاکہ آپ کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔ حضرت نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے لیکن ایک شخص فلاں مقام پر مجھے ملا (وہاں مخالفوں میں) اور کہا کہ اے ابا عبداللہ آپ پر سلام ہو۔ یہ اس کا مجھے کنیت سے لوگوں کے سامنے کہنا اچھا نہ لگا اسے ایسا نہ کہنا چاہیے تھا (اصول کافی ترجمہ الشافی جلد چہارم کتاب الایمان والکفر باب تقیہ، ظفر شمیم پبلی کیشنز کراچی صفحہ 143) اب جو آل رسول کہلائے اور خود کو امام اور رسول کا وارث اور جانشیں بھی کہلائے، اس کی حالت یہ ہو کہ وہ اس بات سے بھی ڈرتا ہو کہ کوئی مخالفوں کے سامنے اس کا نام لے کر بھی نہ پکارے تو اس طرح کے آل رسول، وارثان رسول، جانشین رسول رسالت کا

مشن کیسے چلائیں گے۔ رسول اللہ کو تو اللہ اس کی مکی زندگی میں حکم دیتا ہے کہ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (25.52) یعنی اے رسول کافروں کی اطاعت نہیں کرنی بلکہ ان سے بڑے پیمانے پر لڑنا بھی ہے۔ غور فرمائیں وہ لوگ رسالت کے مشن کے علمبردار کیسے ہو سکتے ہیں جو مخالفوں کے سامنے اپنا نام یا کنیت بتا کر تعارف کرانے سے ڈرتے ہوں۔ نظر یہ آتا ہے کہ تقیہ کا عقیدہ اور اس کی حدیثیں جو ان امام لوگوں کی طرف منسوب کی گئی ہیں واقعتاً ان کی ہیں نہیں۔ اگر ایسی جملہ حدیثیں اور تقیہ و باطنیت کا عقیدہ جس طرح ان کی احادیث میں بتایا گیا ہے واقعتاً ان اماموں کا ہے تو بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ یہ لوگ ہیں ہی ایرانی اور فارسی نسل کے، اور خود کو فرضی اولاد رسول اور آل سے منسلک کر کے مخصوص لوگوں کو چھپ چھپا کے بتاتے ہوں گے کہ ہم امام ہیں، ہم رسول کی آل ہیں، ہم رسول کے جانشین ہیں، ہمارے گھر میں ملائکہ رہتے ہیں، ہمارے گھر میں مصحف فاطمہ ہے، ہمارے گھر میں حضرت علی کا لکھا ہوا قرآن اور جامعہ ہے۔ یہ سب علوم تقیہ کی آڑ میں اور باطنیت کی راز داری میں انھوں نے شروع اسلام کے دور میں مشہور کیے اور مسلمانوں سے قرآن چھیننے کے مشن کو کامیاب کرنے کے لیے متبادل نصاب اور کورس یعنی قرآن کی تفسیر بنام تفسیر القرآن بالاحادیث رسول کی روشنی میں ان کے قدس سرہ گروہ کے پہلے مفسر ابن جریر طبری نے کام کیا۔ جناب معزز قارئین حدیثوں کے نام سے جو بھی تفسیر کی گئی ہے اس میں قرآنی آئیڈیالوجی کو مسمار کیا گیا ہے۔ اس کی کئی ساری مثالیں ہیں جو ہماری آئندہ آنے والی کتاب "قرآن مخالف احادیث" میں آپ پڑھیں گے۔ بہر حال قرآن میں ترمیم و تنسیخ کے لیے قدس سرہ نے یہ حربہ سوچا کہ آل محمد کا فارسی لوگوں پر ٹھپہ لگوا کر وارث رسول اور جانشین رسول بنا کر کیوں نہ یہ پراپیگنڈہ کریں کہ قرآن کے اصلی نسخہ یعنی آل رسول کے بڑے بابا علی کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے جامعہ میں ترتیب نزولی کا رنگ ہی کچھ اور ہے۔ اس طرح سے قرآن کو مشکوک بنائیں جس کی بناء پر مسلمان قرآن سے منہ پھیر لیں جس طرح کہ اب ایسا ہو بھی گیا ہے۔ تو میں یہ مان سکتا ہوں کہ شروع اسلام میں بنوامیہ اور بنوعباس کے حکام ان لوگوں کو قتل کراتے ہوں گے جو خود کو آل محمد کہلاتے ہوں گے اور یہ ان حکام پر فرض اور واجب بھی تھا کہ وہ ایسا کریں کیوں کہ اصل مسئلہ قرآن کو بچانا تھا اور جب سے آل کا فلسفہ ایجاد کیا گیا

ہے اس دن سے قرآن عملاً معطل ہے۔ آپ پڑھ آئے ہیں کہ فارسی اماموں نے قرآن کے قدیم ہونے کا جو چکر چلایا ہوا تھا اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی حدیثوں کے ذریعہ یہ مشہور کر چکے تھے کہ اللہ کی ذات کے بارے میں سوچا نہ کریں کیوں کہ وہ قدیم ہستی ہیں اس لیے اس کی حقیقت کو ہم پہنچ نہ پائیں گے اور سوچ سوچ کر ہم کافر ہو جائیں گے۔ چونکہ قرآن بھی اللہ کا کلام ہے اس لیے وہ بھی قدیم ہوا، سو قدیم چیز پر سوچنا، اس کا احاطہ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ بس اس کتاب کی تلاوت کرتے رہیں، اس کے ایک ایک حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔ فارسی اماموں کے اس نظریاتی مغالطہ کا مقصد ناگفتہ ہونے کے باوجود یہ ہے کہ قرآنی افکار و ہدایات پر تحقیق کا دروازہ بند کیا جائے اور قرآنی آیات پر تحقیقی مقالے نہ لکھے جائیں اور ایسا ہو گیا ہے کہ قرآن کو فارسی اماموں کی روایات کا تابع بنایا گیا ہے حالانکہ قرآن میں ہے وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (33.40) اس پوری آیت کو گھر میں ہر شخص باترجمہ قرآن پر غور سے پڑھے اور یہ غیر عقلی علم کے نام پر مناقشہ کہ قرآن قدیم ہے، غیر مخلوق ہے، ایک عجیب سا مخمصہ ہے۔ عربی زبان کی بولی جدید اور حادث اور قرآن قدیم، قرآنی متن کے حروف تہجی جدید اور حادث اور ان سے بننے اور ترکیب پانے والی عبارت قدیم، قرآن کا موضوع انسان ہے جو حادث ہے لیکن حادث شئے کے **ماله و ماعليه** پر کیا ہوا کلام حادث نہیں قدیم ہے!! حضرت نوح علیہ السلام کی ساری داستان حادث اور جدید، اس کی کہانی جن الفاظوں میں قرآن نے بتائی وہ قدیم! حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد اسحاق علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام یعقوب علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور محمد علیہ السلام یہ سب حادث اور قرآن میں ان کے قصے سنانا، یہ قدیم ہو، یہ کیسے؟ فرعون، ہامان، قارون حادث اور جدید، ان کے قرآن میں بتائے ہوئے قصوں کی عبارتیں، یہ سب قدیم اور رب تعالیٰ کی ہمیشہ جاری رہنے والی نئی سے نئی تخلیقات جو كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ 55.29 کا جلوہ دکھاتی رہیں گی یہ سب ایجادات ہیں تو جدید اور حادث، لیکن ان کے لئے دیئے گئے اشارے، كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ اور وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ اور ولتعلمن نبأه بعد حين یہ سب قدیم ہیں۔ تو اصل غرض و غایت اس غیر عقلی امامی شوشے کی، اہل فارس نے

یہ سوچی تھی کہ اس طرح سے لوگوں کو قرآن جامد کر کے پیش کریں کہ وہ مستقبل کے لیے اسکے مفہوم کی گہرائی پر غور و فکر سے روشنی نہ لے سکیں۔ حالانکہ ان لوگوں نے اللہ کی ذات کے بارے میں سوچنے پر بندش کی جو حدیث رسولؐ کے نام منسوب کر کے پیش کی ہے وہ بھی ان کی دیگر کرتب بازیوں کی طرح جھوٹی ہے۔ کیونکہ انسان کو قرآن نے ذات الٰہی کے عرفان کا جملہ علم حاصل کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اس لیے کہ وہ اس کے احاطہ سے ماورا ہے اور کلمات اللہ ختم ہونے کے ہیں ہی نہیں۔ لیکن ان کی حدیث کی طرح قرآن نے روکنے کے بجائے جستجو کا دروازہ بند نہیں کیا۔ وہ کھلا ہوا ہے اور فرمایا کہ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا (25.59) اللہ کے بارے میں اہل علم اور باخبر لوگوں سے پوچھا کرو سوالات اور ریسرچ پر کوئی بندش نہیں، علم کا حصول جاری و ساری رہے۔ ان امام لوگوں کی بنائی ہوئی احادیث و فقہ اور تفسیر بالا حادیث کے جملہ علوم تقیہ اور باطنیت کے فن کی پیداوار ہیں۔ امام بخاری نے تقیہ کو جائز قرار دیا ہے، جس کی تفصیل میری کتاب قرآن مجبور میں پڑھیں اور آئمہ اربعہ اہل سنت والجماعت کے نام سے موسوم آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں کہ بقول شاہ عبدالعزیز یہ مخلص شیعوں میں سے تھے۔ ان کے فقہی استنباطات کے سارے دفاتر فقہ اکبر، جامع صغیر و کبیر، بحر الرائق، شامی، مبسوط، کتاب الام، کتاب الخراج، الرسالہ حتیٰ کہ موطاؤں سمیت صحاح ستہ وار بعہ نامی چہار امامی، دوازدہ امامی، شش امامی ذخیرہ علم سب تقیہ کی بنیادوں پر لکھا ہوا ہے۔ ان کے سارے علوم خلاف قرآن تقیہ کی پیداوار ہیں۔ ان کے سارے انبار کتابوں کی اصل بنیاد قرآنی علوم کی طرف جانے والے راستوں کو روکنا ہے۔ جو علوم انھوں نے ہلاکو کے حملہ کے دنوں میں دریائے دجلہ میں بہا کر ڈبو دیے تھے اور جلا بھی دیے تھے۔ اس جنگ میں تلف کردہ علوم، مسلمانوں کا وہ اثاثہ تھا جو تفسیر القرآن بالقرآن کے اصول پر تیار کیا ہوا تھا۔ وہ شروع اسلام سے خلفاء اور دیگر جملہ قاضیوں کے تمام مقدمات سے متعلق فیصلہ جات تھے جو ان کی فقہوں اور حدیثی مغالطوں کی بجائے براہِ راست قرآن کو ہدایات کا ماخذ قرار دیتے ہوئے جاری کیے گئے تھے۔ ہم آج یہاں جو گورنمنٹ کی صرف ایک تحصیل کا ریونیو ریکارڈ، اریگیشن ریکارڈ، عدلیہ کے روزمرہ فیصلہ جات اور دیگر محکمہ جات کی جملہ تفاصیل دیکھتے ہیں جو اتنا انبار ہیں کہ حکومت کو ان سارے ذخیروں کے لیے ہر دفتر کے ساتھ ریکارڈ

روم بنانے پڑتے ہیں۔تو غور کیا جائے کہ حضور علیہ السلام سے لے کر خلفاء بنوعباس کے خاتمہ تک اور اسپین کے پانچ سوسالہ دور حکومت کے جملہ فیصلہ جات آج کہاں ہیں؟ کیا یہ علوم قرآنی فیصلہ جات کے ذخیرہ نہیں ہوں گے؟ جو آج ناپید ہیں، عنقاء ہیں، کون دریائے دجلہ سے پوچھے اور کس طرح پوچھے کہ وگرانقدر مایہ تفسیر القرآن بالقرآن کی روشنی میں علوم اسلامیہ کے فیصلے کہاں گئے؟ رُحَمَاۤءُ بَیۡنَهُمۡ کی تصویروالی تاریخ کہاں گئی؟ دریائے دجلہ کی لہروں میں امام بخاری کی کتاب صحیح بخاری کو ڈبونے کی جگہ کیوں نہیں ملی؟ جس نے کتاب نکاح باب 142 حدیث نمبر 218 میں لکھا ہے کہ حضورؐ کی خدمت میں ایک انصاری عورت آئی اور حضورؐ نے اس سے خلوت فرمائی اور اسے فرمایا کہ قسم اللہ کی مجھے تم انصاری عورتیں سب لوگوں میں سے زیادہ پسند ہو (نعوذ باللہ) اور کیا ہوا کہ امام مسلم کی کتاب بنام صحیح مسلم کو دریائے دجلہ میں کیوں غرق نہیں کیا گیا کہ اس میں اس نے حدیث لکھی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دریا میں شیطانوں کو باندھ رکھا ہے۔قریب ہے کہ وہ نکل آئیں گے اور وہ لوگوں کو قرآن پڑھ کر سنائیں گے (صحیح مسلم جلد اول صفحہ 10 قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی) کیا دریائے دجلہ میں امام ابن ماجہ کی حدیثوں کی کتاب ابن ماجہ کو ڈبونے کی جگہ نہیں ملی جس میں لکھا ہوا ہے کہ بی بی عائشہ کے پاس کھجور کے پتوں پر رضاعۃ کبیر کے متعلق قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں جو حضور علیہ السلام کی وفات کے دن ان کے گھر کی پالتو بکری کھا گئی اور وہ اب قرآن میں نہیں ہے۔اور دریائے دجلہ میں امام ترمذی کی کتاب ترمذی کو غرق کرنے کی گنجائش نہیں تھی جس میں وہ حدیث لایا ہے کہ حضورؐ کے زمانے میں مدینہ میں ایک حسین عورت نماز پڑھنے آیا کرتی تھی اور کچھ اصحاب رسول جان بوجھ کر جماعت کی آخری صف میں کھڑے ہونے کی کوشش کرتے تھے۔پھر وہ رکوع میں جاتے وقت بغلوں سے پیچھے کھڑی ہوئی اس عورت کو دیکھنے کے لیے جھانکا کرتے تھے۔امام بخاری کی کتاب مجموعہ احادیث کو بھی صحیح بخاری کا نام دیا گیا ہے جس کی کتاب التفسیر میں سورۃ مائدہ کی آیت لَا تَسۡـَٔلُوۡا عَنۡ اَشۡیَآءَ اِنۡ تُبۡدَ لَکُمۡ تَسُؤۡکُمۡ (5.101) کے شان نزول میں بخاری نے اصحاب رسول کو گالی دی ہے، تبرا کیا ہے، انھیں چالاکی سے اپنے باپ سے پیدا نہ ہونے کی حدیث بنائی ہے جبکہ اس آیت میں صراحتاً قرآن یہ کھول کر بیان کرتا ہے

کہ نزول وحی کے ایام میں احکامات وحی میں زیادہ کرید کرید کر باتیں نہ بڑھاؤ۔اگر تم اس طرح پوچھو گے تو ہم بھی بات بڑھائیں گے پھر اس پر عمل کرنے میں آپ کو بھی دشواری ہوگی۔قرآن نے اسی مقام پر اور بھی وضاحت سے سمجھایا کہ قَدۡ سَاَلَهَا قَوۡمٌ مِّنۡ قَبۡلِکُمۡ ثُمَّ اَصۡبَحُوۡا بِهَا کٰفِرِیۡنَ (5.102) یعنی تم سے پہلے والی قوم نے ایسے سوالات بڑھائے پھر ایسے پھنسے کہ اس پر پورا اترنے کی بجائے کفر میں پڑ گئے۔تو قرآن کی اتنی وضاحت کے باوجود حدیثیں بنانے والے امام لوگوں اور ان کے نمائندے امام بخاری نے اس آیت کے شان نزول کی جھوٹی حدیث کے ذریعہ معاذ اللہ صحابی رسول کو ولد الزنا کی گالی دے ڈالی اور اس قسم کی حدیث پر ناموس صحابہ اور خلاف قرآن روایات بازی کا کوئی ایکٹ حرکت میں نہیں آتا اور یہ کتابیں اہل سنت والجماعت اور اہل حدیث حضرات کے درس نظامی کے کورس اور نصاب تعلیم کی کتابیں ہیں جو مسلمانوں کی خیرات وزکوٰۃ کے چندوں سے مولوی لوگ دینی مدارس میں مسلمانوں کی اولاد کو پڑھا رہے ہیں۔حکومت انکے پڑھنے والوں کی ایم اے کے برابر ڈگری تسلیم کرتی ہے اور یہی کچھ کیا بخاری صاحب نے سورۃ مائدہ کی اخیر کی آیت فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ کُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِیۡبَ عَلَیۡهِمۡ (5.117) کے ذیل میں کتاب التفسیر کے حوالہ سے اصحاب رسول کے مرتد ہو جانے کی جھوٹی حدیث بیان کی ہوئی ہے۔تو ان فارسی اماموں کی قرآن دشمن احادیث اور ان سے بنائی ہوئی فقہی کتابوں کو غرق کرنے کے لیے دریائے دجلہ میں گنجائش نہیں تھی؟ یہ اصحاب رسول پر تبرا اور ادبی فنکاری سے گالیاں بخاری میں کئی جگہوں پر ملیں گی۔کتاب النکاح کے باب نمبر 66 حدیث نمبر 114 میں بھی ابن شہاب زہری کی گھڑی ہوئی حدیث بخاری لایا ہے جس میں بڑے ادبی ہنر سے اصحاب رسول کو بی بی عائشہ کی زبانی گالی دلائی ہے کہ ان کی ولدیت صحیح نہیں تھی اور اس دور کے کئی لوگ اپنے باپوں کے ہوتے ہوئے غیروں کے نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں (معاذ اللہ)

جناب محترم قارئین اسی بخاری کی کتاب کو مدارس عربی درس ختم کرانے پر جشن ختم بخاری کے جلسے منعقد کراتے ہیں، فخر سے خوشیاں مناتے ہیں لیکن سمجھنے کی بات یہ ہے کہ یہی وہ کتابیں ہیں جو بنوامیہ اور بنوعباس کے دور خلافت میں زیر زمین تقیہ کی چھتری تلے قدس سرہ ٹیم

کے ممبروں نے قران کے رد میں لکھی ہیں۔ان ادوار میں یہ لوگ کھل کر اپنے مافی الضمیر کا اظہار نہ کرسکتے تھے اس لیے ہلاکو کے فارسی وزیراعظم کے ساتھ مستعصم باللہ عباسی خلیفہ کے بھی فارسی وزیراعظم جو بنام شیعہ بباطن مجوسی تھے ان کی ساز باز سے بغداد پر حملہ کرایا گیا اور علماء اسلام کا بڑے پیمانہ پر قتل عام کرایا گیا جن کی کھوپڑیوں کے مینار بنائے گئے اور علوم اسلامیہ کے جملہ کتب خانے داخل دریاء کر کے ڈبو دیے گئے جس کا ماتم شیخ سعدی نے بھی کیا ہے کہ

آسماں راحق بود، گر خوں ببارد برزمین

اور سقوط بغداد کے بعد بارہ امامی فلسفہ آل محمد کو تقیہ کے برقعوں سے نکال نکال کر قرآنی علوم کی جگہ صحاح ستہ اور صحاح اربعہ اور فقہی اماموں کے علوم سے انسانوں کو غلام بنانے، جاگیرداری اور سرمایہ داری کے عروج کے بے لاگ فتوؤں کے ساتھ عورت کو مرد کا محکوم بنانے والی جملہ حدیثوں اور فقہی ذخیروں کو اسلام کے ٹھپوں سے برسربام لے آئے اور آج جو شخص قرآنی آیات کے حوالے سے ان کا انکار کرتا ہے تو اس کو منکر حدیث اور مرتد کا فتویٰ دے کر اسلام سے خارج کرتے ہیں۔قرآن کی بات کرنے والوں کو یہ لوگ خارجی اور معتزلی کہہ کر خود کو اسلام کی مرکزی مسندوں کا وارث مشہور کیے ہوئے ہیں۔جہاں جہاں جب جب علم پر، تاریخ پر، ریسرچ پر اس طرح کی بندشیں ہوں گی، تو وہ معاشرے اور وہ قومیں کیونکر نسل پرستی اور شخصیت پرستی سے آزاد ہوکر کوئی نئی دنیائیں تعمیر کرسکیں گی۔اب جب قرآن کے اسلام کو ایران کا حدیثوں والا اسلام شکست دے چکا ہے اور اب مکہ و مدینہ سے لے کر سارے عالم اسلام پر قرآن کی بجائے حدیثوں کی فلاسفی چل رہی ہے اور صلوٰۃ کے ترجمہ کے طور پر ایران کے حکیم مانی صاحب کی تیسری صدی عیسوی قبل اسلام کی ایجاد کردہ پوجا کی مثل نماز کو متعین کیا گیا ہے اور اس میں بھی قعدہ کے دوران التحیات بھی غیر قرآنی معراج کی ملاقات کا مکالمہ متعین کیا گیا ہے اور اس کے بعد درود میں بھی آل محمد کی اصطلاح خلاف قرآن بڑھائی گئی ہے تو جہاں سے نماز آئی ہے وہیں سے اس کی تفاصیل بھی۔تو اب ایرانی مذہب کے حاملین اہل اسلام سے شروع اسلام کے ادوار کا بدلہ لینے کیلئے فلسفہ آل پر کچھ لکھنے والوں کو لکھنے نہیں دے رہے۔اب ان کے قبضہ کا دور ہے اور قرآن کو یہ لوگ شکست دے چکے ہیں اس لئے اپنے پرانے بدلے چکا رہے ہیں۔

کبھی آپ نے سوچا بھی ھے؟

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے بعد اور اس سے پہلے آس پاس کے جملہ قبائل پر فتح مندی سے پورے حجاز پر جو حکمرانی ملی، اس حکومت کا رقبہ دس لاکھ میل بنتا ہے جو آگے چل کر حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں 22 لاکھ میل سے زائد رقبہ تک پہنچ گیا اور حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں مزید بڑھ گیا۔اس طرح پہلے دارالحکومت مدینۃ الرسول اور دوسرے دارالخلافہ شام کے دمشق اور تیسرے دارالخلافہ بغداد پر جو چھ سو چھپن سال سے زائد عرصہ کا دور حکومت ہے اس سارے عرصہ اور اتنے سارے وسیع رقبہ پر حکومت کے ریکارڈ اور عدالتوں کے فیصلہ جات جو یقیناً قرآن حکیم کی روشنی میں ہوئے ہوں گے وہ تمام سرکاری فائلوں کے انبار میں کہیں بھی موجود نہیں چہ جائیکہ منگولوں کا حملہ صرف بغداد پر ہوا مگر دمشق اور مدینۃ الرسول تو محفوظ رہے تو وہاں کا ذخیرہ علم کہاں گیا؟ اس ستم ظریفی پر گہرائی سے غور کیا جائے تو کئی ساری باتیں سمجھ میں آتی ہیں کہ موجودہ احادیث سے خلافت اولیٰ کے ادوار تو کجا اور خود خلافت راشدہ کا دور بھی کیا خود رسولؐ کے زمانہ میں خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں بخاری نے جنگوں اور غزوات کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ صرف اور صرف عیاشی اور فحاشی کے الزاموں والی روایتیں ہیں جن میں امام بخاری اور امام مسلم صاحبان کی حدیثوں میں غزوات کے سفروں پر اصحابؓ رسول اور رسول اللہؐ کو خلاف قرآن قید کی ہوئی مفتوحوں کی عورتوں کو لونڈیاں بنا کر ان سے زنا کرنے کے قصوں کے سوال جواب ہیں، ماہواری کی صورت میں قبل کی بجائے دبر میں زنا کرنے کے قصے بخاری میں ہیں، لونڈیوں کو باکرہ کر کے منڈیوں میں بیچنے کے لالچ کی وجہ سے بخاری صاحب لکھتے ہیں کہ اصحابؓ رسول، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ لونڈیوں سے ہم بستری میں حمل سے بچنے کے لئے اگر انزال باہر کریں تو کوئی جرم تو نہیں؟ سوچا جائے کہ بخاری اور اس کے قدس سرہ والے جملہ حدیث سازوں کو ایسی باتیں لکھتے وقت یہ خیال نہیں آیا کہ ان کی روایت پڑھنے والے کیا سوچیں گے کہ قرآن کے حکم مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى (8.67) یعنی رسولؐ پر لڑائیوں میں آئندہ کے لیے غلامی کی رسم پر جو بندش ڈالی گئی ہے تو یہ حدیثیں بنانے والے

اپنی روایات میں کس قدر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے اصحابؓ کو احکام الٰہی کا مخالف دکھا رہے ہیں لیکن میں عزیز اللہ شاید غلط کہتا ہوں کیونکہ اس حدیث ساز اور فقہ ساز گروہ نے اپنے اماموں کے لیے مسلمانوں کو ایسا مسمرائیز کر دیا ہے کہ امام ابو حنیفہ چالیس سالوں کی راتوں میں بلا ناغہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور امام بخاری مراقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کی تصدیق کرانے کے بعد اپنی جامع میں شامل کرتے تھے، اس لیے ان کی باتیں غلط ہو ہی نہیں سکتیں یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم خلاف قرآن لڑائیوں میں لونڈیوں سے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی سفر میں شادیاں رچاتے تھے تو لوگ ان حدیثوں کے حوالہ سے رسول کو تو خلاف قرآن عمل کرنے والا مان رہے ہیں لیکن ان بخارا و سمرقند اور نیشاپوریوں کو غلط کہنے کے لیے تیار نہیں (جناب محترم قارئین اس طرح کی حدیثوں کے حوالہ جات میری کتاب قرآن مجبور میں پڑھیں)

میں نے آپ سے اس مختصر مضمون میں جو غور و فکر کی اپیل کی ہے وہ یہ کہ آپ کی تاریخ ،آپ کی سنہری علمی میراث جو گم کی گئی ہے کبھی اپنے ان چوروں کے پاؤں کے نشان بھی ڈھونڈھے ہیں جواب تک باقاعدہ عیاں موجود ہیں اور اتنے واضح اور ظاہر کہ ان کے اتے پتے قرآن نے وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا کی آیت میں اچھی طرح سمجھا دیے ہیں مگر تمہاری عینکوں کے لیے کیا کہیں جن کے شیشوں پر رہبانیت اور فلسفہ آل کا پارہ چڑھا ہوا ہے۔ان شیشوں کو تبدیل کرنے کے لیے دوازدہ امامی، شش امامی، چہار امامی، اور یک امامی جنرل سٹور کی بجائے قرآن سے یاری رکھنی پڑے گی۔اس لیے اہل فارس نے اپنی شکست کا بدلہ عربوں سے لینے کے لیے ان کی فتح کا راز جو ان کی معرفت دنیا والوں کو ملا ہوا ہے کتاب قران کو سمجھا تھا تو انھوں نے اس کتاب قرآن کو دنیا سے ختم کرنے کا فیصلہ کیا جس کا متن اور عبارت تو اللہ کی حفاظت کی وجہ سے یہ لوگ ختم نہ کر سکے تو انھوں نے سوچا کہ اللہ کو شکست دینا تو ان کے بس کی بات نہیں لہٰذا اس کتاب کے متن اور الفاظ کی معانی تبدیل کر دیں تو انہوں نے اپنے اس فیصلے کے لیے یہ سوچا کہ لوہے کو لوہا کاٹے کی فلاسفی کی روشنی میں کام کرنا چاہیے۔چونکہ اللہ کے کلام کو تبدیل کرنے کی مجال خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں۔اس لیے آؤ یہ حیلہ کریں یہ مشہور کریں کہ وحی دو قسم

کی ہے ایک متلو یعنی جس کی تلاوت کی جائے دوسری غیر متلو یعنی جس کی تلاوت نہ کی جاتی ہو۔تو انھوں نے قران کو وحی متلو قرار دیا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر انھوں نے خود جو باتیں بنائیں انہیں حدیث رسولؐ کے نام پر میدان میں لے آئے اور ان پر وحی غیر متلو کا ٹھپہ لگا کر قرآن کے عظیم انقلابی اصلاحی الفاظ کے معانی مٹانے اور بدلنے لگے اس طرح ان حدیثوں کے نام پر قرآن کی ایسی تفسیر کرنے لگے جس سے خود قرآن کی غرض وغایت اور مقصد ہی فوت ہو جائے۔

ان کی اس قسم کے تحریفی تفاصیل کا پردہ چاک کرنے کے لیے میں نے فقہ القرآن کے طور پر تقریباً 50,40 مضمون تین کتابوں کی صورت میں سندھی زبان میں چھپوائے ہیں، جن کے نام آیات بینات، قرآن جو فرمان، فقہ القرآن ہیں۔میری اس گزارش کا مقصد یہ ہے کہ جو دوست سندھی پڑھنا جانتے ہیں وہ میری کتاب صلوٰۃ اور نماز میں فرق ضرور پڑھیں۔

میری یہ کھوج کیوں؟

اللہ عزوجل نے قران حکیم نازل فرما کر اس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے اس کے لیے فرمایا کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (15.9) قرآن حکیم نازل کرنے کے مقاصد میں سے اصل مقصد یہ بتایا ہے کہ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (14.1) یعنی انسانوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جایا جائے'' اس قرآنی مشن کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کامیاب اور کامران کر کے دکھایا، جسے خود اللہ پاک نے تسلیم کیا اور سراہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز میں اعلان فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (33.56) یعنی اللہ اور اس کے ملائکہ اپنے نبی کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں (اس کی کامیابی پر) اے ایمان والو! تم بھی اس اعزاز میں اس کا ساتھ دو''۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کیا تھی؟ انسان کن ظلمات میں غرق تھے جنھیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے نکال کر منور اور روشن شاہراہوں پر گامزن کر دیا۔ تو زمانہ شاہد ہے اور انسانی سفر کی تاریخ شاہد ہے کہ لڑائیوں میں فاتح لوگ مفتوحوں کو غلام بنا لیتے تھے اور غلامی میں ان سے حیوانوں یا ان سے بھی بدتر سلوک کرتے تھے اور غلاموں کو مویشیوں کی طرح منڈیوں میں بیچا جاتا تھا اور کنیز بنائی ہوئی عورتوں کو اس کے مالک بغیر نکاح کے استعمال کرتے تھے۔ قرآن نے اس لعنت کو ختم کرنے کے لیے اعلان فرمایا کہ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى (8.67) یعنی غلامی کا سرچشمہ آج سے بند کیا جاتا ہے لہذا لڑائی میں کسی کو گرفتار نہ کیا جائے قید نہ کیا جائے۔ انتہائی ضرورت کی بنیاد پر جو لوگ گرفتار کرنے پڑ جائیں تو جنگ ختم ہوتے ہی ان کو آزاد کر دیا جائے۔ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً (47.4) یعنی چاہے بطور احسان آزاد کریں یا فدیہ لے کر آزاد کریں ہر صورت میں آزاد کرنا۔'' لیکن پھر کیا ہوا۔ دنیا نے دیکھا کہ صدیوں بعد اہل فارس کے حاسدین نے قرآن حکیم کے اس نورانی انقلابی اعلان کو مسخ کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے انقلابی ساتھیوں کی طرف جھوٹی حدیثیں منسوب کر کے غلامی رواں دواں رکھنے کی

روایات گھڑیں۔ ان حدیثوں پر فقہ بنانے والے امام لوگوں نے غلامی کے جواز کے لیے اپنے علمی جوہر دکھائے ہیں۔ اہلسنت والجماعت کے چاروں امام، فقہ جعفری بنانے والے سارے امام، حدیثیں بنانے والے ہزاروں امام، سب کے سب یہ قرآن دشمن عقیدہ اختیار کیے ہوئے ہیں کہ غلامی آج بھی اسلام میں جائز ہے!!

قرآن نے وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ (4.6) یعنی نکاح کے لیے عمر کی حد بلوغت کو پہنچنا قرار دے دیا۔'' لیکن امام لوگوں نے نابالغ بچوں کے نکاح ان کے وارثوں کے ہاتھوں کرانے کی جھوٹی، قرآن مخالف حدیثیں گھڑیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر تو یہاں تک جھوٹی رواتیں منسوب کر دیں کہ انھوں نے خود قرآن کے بتائے ہوئے بلوغت والے حکم کے خلاف بی بی عائشہ سے چھ سال کی عمر میں منگنی کی اور نو سال کی عمر میں شادی کرنے کی حدیثیں بنائیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ عورتوں پر یہ مظالم جاگیردار شاہی اور سرمایہ دار شاہی کی پیداوار تھے۔ ان مظالم میں بلوغت سے پہلے ان کی شادی کرائی جاتی تھی ان کی رضا اور مرضی کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ ان کی بنائی ہوئی ایسی قرآن مخالف احادیث پر فقہی استنباط سے اہل سنت والجماعت کے چاروں اماموں اور فقہ جعفریہ کے جملہ فقہ ساز اماموں کا اتفاق ہے۔ آپس میں جدا جدا فرقے بانٹ رکھنے کے باوجود قران کی مخالفت میں یہ سب متفق اور متحد ہیں۔

ایسے موقف اسلام کے نام پر حدیثوں سے منسوب کرنے والے گویا کہ مسلمانوں کو اور انسانوں کو قرآن کے دیے ہوئے نور سے ہٹا کر واپس ظلمات کی طرف لے جانے والے ہیں تو ایسی قرآن مخالف حدیثیں اور فقہ بنانے والے امام ظلمات کی طرف لے جانے کی امامت کے منصب دار ہیں۔

اسی طرح قرآن حکیم نے تحریری حکمنامہ کے طور پر فرمایا ہے کہ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ (2.180) یعنی تم کو تحریری حکم دیا جاتا ہے کہ اگر تم میں سے کسی پر موت آئے اس حالت میں کہ اس کے پاس کوئی مال ہو تو لازم ہے

اس پر کہ وہ وصیت کرے والدین اور دیگر اقرباء کے لیے معروف طور پر اور یہ وصیت کرنا متقین پر حق ہے۔ اب غور کیا جائے کہ قرآن حکیم کا یہ حکم کتنا صاف اور واضح ہے اپنے مفہوم میں لیکن اس کے باوجود حدیث ساز اماموں اور سنی وشیعہ اماموں نے مل کر اس حکم میں اپنی اپنی فقہ چلائی کہ کوئی بھی شخص وارثوں میں سے کسی کیلئے وصیت نہیں کرسکتا اور وصیت کی مقدار یہ ہونی چاہیے کہ وہ مال کے تیسرے حصہ سے زائد نہ ہو ورنہ ورثاء کی مرضی پر منحصر ہوگا کہ قبول کریں یا رد کردیں"

اب کوئی بتائے کہ کس کی مجال ہے کہ اللہ کے ان واضح احکامات اور ہدایتوں میں ترمیم و تبدیلی کرے جس طرح ان حدیثی اور فقہی اماموں نے کی ہے اور ان امام کہلانے والوں نے اپنی گھڑی ہوئی روایات کو رسول کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہوا ہے کہ **وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ** (13.37) یعنی تجھے اللہ کی طرف سے علم (قرآن) مل جانے کے بعد کوئی بھی اختیار و اجازت نہیں ہے کہ غیر اللہ کی خواہشات کے پیچھے چلو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو یاد رکھنا کہ تجھے کوئی بھی اللہ کی گرفت سے بچانے والا یا ساتھ دینے والا نہ ہوگا"۔ اب کوئی بتائے کہ ان سارے امام لوگوں کے ایجاد کردہ حدیثی اور فقہی علوم کے لیے مشہور کیا گیا ہے کہ ان احادیث اور فقہی تعبیرات سے قرآن کی تفصیل ہوتی ہے۔ یہاں میں ایک سوال کرتا ہوں کہ اللہ نے تو اپنی کتاب کے بارے میں فرمایا ہے کہ **اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِىْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا** (6.115) یعنی تو کہہ دے کہ کیا میں اللہ کے سوا کسی اور سے فیصلے کرا سکتا ہوں؟ (ایسا ہو ہی نہیں سکتا) یعنی میں کسی غیر اللہ کو اپنا حکم، اپنا حاکم، اپنا ثالث بنا ہی نہیں سکتا۔ اس لیے کہ وہ ایسی ہستی ہے جس نے اپنی کتاب تفصیل شدہ نازل کی ہوئی ہے۔ اب اس آیت اور فرمانِ ربی کے بعد اللہ تعالیٰ کے تفصیل کردہ قرآن کو ان امام لوگوں کی روایات اور فقہی تعبیرات کا محتاج سمجھنا، قرآن کو مبہم اور اجمالی سمجھنا، اس طرح کا عقیدہ اوپر کی آیت کا انکار کرتا ہے۔ قرآن کی آیات کا انکار کفر ہے۔ یہ امام لوگ کون ہوتے ہیں جن کو ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی برتر مانیں بلکہ قرآن کی تفصیل تو اللہ نے خود اپنی طرف سے کی

ہوئی ہے۔ اس معاملہ میں تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ حکم ہے کہ **بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ** 5.67 یعنی تم صرف وہ کچھ پہنچاؤ جو تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔ جہاں تک تفسیر کے اختیار کا سوال ہے تو وہ بات قرآن نے دوٹوک الفاظ میں دھڑلے سے واضح کردی ہے کہ **الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ** (11.1) یعنی اے محمد! یہ ایسی کتاب آپ کی طرف بھیجی گئی ہے جس کی جملہ آیات اپنے مفہوم میں محکم اور اٹل ہیں۔ نہ صرف اتنا بلکہ تفصیل کردہ بھی ہیں۔ اور وہ تفصیل بھی امامیاتی علوم کی نہیں بلکہ اُس ہستی کی تفصیل کی ہوئی ہے جو حکیم بھی ہے اور خبیر بھی ہے"۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ جو لوگ قرآن کو اجمالی کتاب کہتے ہیں وہ منکرین قرآن ہیں۔ جو لوگ قرآن کی تفسیر کے لیے امامی علوم کی بنائی ہوئی احادیث کو قرآن کی تفسیر بتاتے ہیں وہ اس قرآنی حکم کے منکر ہیں جس میں فرمایا گیا ہے کہ قران کا مفسر اور تفسیر کرنے والا براہِ راست خود رب ذوالجلال ہے۔ فرمایا کہ **وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا** (25.33) یعنی اے محمد! یہ لوگ کوئی بھی ایسا سوال پیش نہیں کرسکتے جس کی ہم نے قرآن میں حق کے ساتھ نہایت خوب تر اور حسین تر تفسیر نہ کی ہو"

پس اے قرآن پر ایمان رکھنے والو! اب امامی علوم کے تحریفی قسم کے مفسروں کو کہہ دو!

ہم نے دنیا! تیرا عنوان سفر دیکھ لیا ہے
تیری ہمراہی میں چلنے سے ہے توبہ اپنی

جو میں کہہ چکا ہوں جو میں کہہ رہا ہوں
حقیقت یہی ہے، اگر دیکھیے گا

سچا اور یقینی علم حدیث

جس طرح کہ معلوم اور مشہور ہے کہ حدیث کا معنی ہے قول رسول جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کہے ہوئے قول سے قرآن کو تعبیر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے لیے فرمایا کہ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ 81.19،69.40 قرآن کے تیس پارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال ہوئے تو پورا قرآن احادیث رسول کا مجموعہ قرار پایا اور قرآنی احادیث وہ حدیثیں ہیں جن میں نہ شاعرانہ لفاظی ہے نہ متصوفانہ کہانت ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ ہمیں پتہ ہے کہ تم میں ایسے بھی لوگ ہیں جو ہماری قرآنی احادیث کو جھٹلائیں گے وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ (69.49) لیکن یاد رکھو کہ ان کا یہ جھٹلانا ہمارا راستہ نہیں روک سکے گا یہ انقلاب جاگیرداریت اور سرمایہ داریت کے علمبرداروں یعنی روم اور فارس کو بھسم کر کے رکھ دے گا اور قرآنی احادیث کے منکرین اور قرآنی انقلابی اصطلاحات کو من گھڑت حدیثوں سے غلط ترجمہ اور معانی پہنانے والوں کے لیے وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (69.50) یہ قرآن ان کی دلوں میں حسرتوں کی آگ جلاتا رہے گا۔ فارس کے قرآن دشمن متصوف جلال الدین رومی نے جولاف زنی کی ہے کہ

ماز قرآن مغز را برداشتیم ،استخوانہا را پیش سگاں انداختیم

یعنی ہم اہل فارس نے قرآن سے مغز قسم کی چیزیں نکال دی ہیں بقایا ہڈیاں کتوں کے لیے پھینک دی ہیں۔ میں عزیز اللہ اتنا تو مانتا ہوں کہ جلال الدین رومی کے ہم وطن اور اسلاف اماموں نے اپنے بنائے ہوئے علم حدیث اور فقہ کے ذریعے انسانیت کو آزادی کے نور سے واپس غلامی کی ظلمات کی طرف دھکیلا ہے اور انسانوں کو منڈی کا بکاؤ مال بنا کر بازار کا سودا بنا دیا ہے۔ لیکن قرآن بھی رومی اور اس کے اسلاف اماموں کا چیلنج قبول کر کے ان کے ان داتا عالمی سرمایہ داروں اور ان کے دلال جاگیرداروں کو وارننگ دیتا ہے کہ تم نے قرآن کے معانی بدل ڈالے ہیں اور قرآنی حقائق کی قرآن سے تشریح و تفسیر کرنے والوں کو تم قتل کراتے اور پھانسیوں پر لٹکاتے آئے ہو لیکن اب وہ وقت دور نہیں عنقریب وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ (38.88)

ذرا ٹھہرو! ذرا ٹھہرو! ہم نے روم و فارس کی خبر گیری کے بعد تمہاری زار شاہی کی چمڑی اتاری تھی وہ فلسفہ بھی کارل مارکس کا نہیں تھا، اس کے بعث بعد الموت کے انکار کے سوا معاشیات کی بنیاد وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (53.39) اور كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ‘‘ (52.21) یعنی ہر ایک اپنی محنت اور کسب کا پھل کھائے گا کی بنیاد پر تھا لیکن ابھی اور بھی ٹھہرو! ہمارا انداز رفتار اس ہدف کو پہنچنے والا ہے وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا (17.20) جب اللہ کی عطایا جات پر بند نہیں باندھے جا سکیں گے۔ وہ وقت جلد آنے والا ہے جب دیدار یار عام ہوگا۔ تمہیں تو جنت کے مفہوم کا بھی پتہ نہیں ہے عنقریب رزق کے خدا مولا جات ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن کے سیٹھ لوگوں کے رازوں کے بینکوں سے ہمارے کمپیوٹر کے کوڈ اڑا کر طشت از بام کر دیں گے۔ جمعہ، جمعہ آٹھ دن کل ہی کی تو بات ہے کہ عالمی سرمایہ داروں کا دادا امریکہ کا صدر نکسن سوویت یونین کے صدر برزنیف کو خط لکھتے وقت رو رہا تھا کہ ہمیں آپ کے کمیونزم سے خطرہ نہیں ہے ہم قرآن کے معاشی پروگرام سے ڈرتے ہیں۔ ویسے نکسن کو بھی پتہ تھا کہ کالے مسلمانوں کو تو حدیثی فلسفہ اور رائیونڈی تصوف اور زہد قابو کرنے کے لیے کافی ہیں، لیکن اگر ان گوروں تک قرآنی ویب سائٹس پہنچ گئیں تو یہ پیری مریدی کے چکروں سے آزاد ہیں۔ یہ تو وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (51.19) کے نعروں سے ایرانی اماموں کی حدیثوں سے زکوٰۃ کے غلط اور جعلی معنی یعنی ایک سو روپیہ پر ڈھائی روپیہ سال میں ایک دفعہ سے وَيَسْــَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ، قُلِ الْعَفْوَ (2.219) یعنی تمہاری ضرورتوں سے فاضل سارا مال حاجت مندوں کا ہے‘‘ کے حکم سے عالمی سامراج اور ان کے نو آبادیاتی جاگیرداروں اور کرایے کے فوجیوں کو اکھاڑ پھینکیں گے اور جب بھوکے ننگے لوگوں کے یہ ریوڑ سڑکوں پر مارچ کرتے ہوئے کہیں گے کہ

تاج محل کے رہنے والو! تاج اپنے محفوظ کرو!
ہم پھر ممولوں کو لے کر شاہیں سے لڑانے آئے ہیں

تفصیل کے نام پر تحریف

فن حدیث کے آئمہ اور حدیثی روایات سے فقہ بنانے والے فقہی آئمہ کے اپنے اپنے جداجدا مسلک ہیں۔ان لوگوں نے مشہور کیا ہوا ہے کہ قرآن ایک مبہم اور اجمالی کتاب ہے۔جس کی تفصیل ان کی روایات اور فقہ پیش کرتی ہے۔اہلسنت کہلانے والے چاروں فقہی مذاہب حنفی، مالکی، حنبلی، شافعی اور اہل شیعت کے جعفری مسلک والے آپس میں اختلاف اختیار کیے ہوئے ہیں،ایسی ایسی چیزوں میں جن کا حقیقی مصرف سوائے بحث برائے بحث کے کچھ بھی نہیں۔مثال کی طور پر ایک فقہ میں نماز ہاتھ چھوڑ کر پڑھنا ضروری ہے، دوسرے فقہی اماموں کے پاس ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنی لازم ہے۔پھر ہاتھ باندھنے میں بھی اختلاف ہیں۔کسی امام کے ہاں ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے ہیں تو کسی کے ہاں چھاتی کے اوپر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا ہے۔پھر نماز میں رفع الیدین کے اختلاف، فاتحہ خلف الامام پڑھنے نہ پڑھنے پر آئمہ صاحبان میں اختلاف، آمین بالجہر اور بالسر پڑھنے کے اندر اختلاف، وتر نماز میں دعاء قنوت میں اختلاف، رکوع سے کھڑے ہونے پر کیا پڑھنا ہے اس میں بھی اختلاف جناب عالی! ہر فقہی امام کی ان باتوں میں جداجدا رہنمائی ہے

اب ذرا غور فرمائیں کہ یہ لوگ جو قرآن پر تہمت لگا رہے ہیں کہ اللہ نے **اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ** کا حکم تو قرآن میں دیا ہے لیکن اس کی تفاصیل اس سے بتانی رہ گئی ہیں جو یہ لوگ علم حدیث اور فقہ کے ذریعے امت والوں کو سکھا رہے ہیں۔قرآن سے گلہ شکوہ قرآن پر ان لوگوں کی تہمت ہے۔میں قارئین کی خدمت میں صلوٰۃ کی تفاصیل جو قرآن نے سمجھائی ہیں عرض کرتا ہوں پھر فیصلہ پڑھنے والے خود کریں کہ قرآن کی ان تفاصیل کو ان آئمہ احادیث اور فقہی اماموں نے امت سے کیونکر چھپایا ہے اور چھینا ہے۔

صلوٰۃ کو سمجھنے کے لیے جو ہدایت اور رہنمائی قرآن نے فرمائی ہے افسوس ہے کہ سارے فقہی اور حدیث ساز اماموں نے اسے چھپانے کی کوشش کی ہے بلکہ سازش کی ہے۔اصل میں صلوٰۃ کا قرآن میں بتایا ہوا مفہوم یہ ہے کہ انسانوں کی اجتماعی فوز و فلاح ہو، انسانوں کی ریاستی اور حکومتی یونٹوں اور اکائیوں میں عدل و انصاف کی وحدت کا وہ نظام قائم ہو جس سے رعیت کی

جملہ حاجتوں کا مداوا پورا ہوتا ہو اور ان کی اقامت صلوٰۃ ایسی معیاری اور مکمل ہو کہ جس سے لازمی طور پر **وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ** کا رزلٹ اور نتائج برآمد ہوتے ہوں یعنی حکمرانی کے بہتر نظم و نسق سے رعایا کی پرورش اور مثالی نشوونما ہو۔یہ حقیقت ہر حال میں ہر وقت ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ فرد کی خوشحالی اس صورت میں درست اور پائیدار ہوگی جب پورے اجتماع کے لوگ سارے کے سارے خوش ہوں سب کو بنیادی حقوق میسر ہوں اور اضافی لگژری سہولیات بھی برابری کی بنیاد پر سب لوگوں کو یکساں طور پر فراہم ہوتی ہوں اور اس کے مقابلے میں اگر فرد کی خوشحالی اجتماعیت کو چھوڑ کر اور محروم رکھ کر انفرادی حیثیت میں حاصل کی جائے گی تو وہ عنداللہ اور قرآن کے معاشی نظام میں ناجائز قرار دی ہوئی ہے۔

سورۃ **حٰمٓ سجدہ** کی آیت نمبر 9 اور 10 پر ذرا غور سے نظر ڈال کر دیکھیں تو قرآن حکیم رزق کے جملہ سرچشموں کی تقسیم کا فارمولا **سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیۡنَ** بتاتا ہے یعنی ضرورت مندوں میں برابری کی بنیاد پر رزق تقسیم کرنا ہے اور یہ کام کون کرے گا اور اس ڈیوٹی کو قرآن کس معنی اور اصطلاح سے تعبیر فرماتا ہے۔ملاحظہ فرمائیں سورۃ شوریٰ کی آیت نمبر 38 میں فرمان ہے کہ **وَالَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّہِمۡ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَمۡرُہُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَہُمۡ وَمِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ** 42.38 یعنی وہ لوگ جنھوں نے اپنے پالن ہار کے قوانین ربوبیت کو قبول کیا، مان لیا (**سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیۡنَ** کے برابری والے اصول پر) اور پھر اس نظام ربوبیت کو قائم کر کے اس کا اتباع کیا اس نظام صلوٰۃ کی تفصیلات طے کرنے اور نافذ کرنے کے لیے ان کے معاملات اجتماعی مشاورت سے انجام پاتے ہیں اور ان کے مشاورتی ادارے یونین کونسل، ٹاؤن کونسل، ڈسٹرکٹ کونسل، علاقائی کونسل سے مرکزی کونسل الغرض جملہ انتظامی ادارے **مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ** اپنا اپنا بجٹ خرچ کرتے ہیں بانٹتے ہیں۔جناب قارئین کرام! اس آیت میں جس نظام مملکت کے ذریعے ریاست اور ملک کے عوام کی حاجات کا انتظام کرنے کی بات کی گئی ہے اسے قرآن حکیم نے **اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ** سے تعبیر کیا ہے۔جس سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ **اقامت صلوٰۃ** کے معنی نظام مملکت قائم کرنا اور قرآن کے دیئے

ہوئے نظام کو فالو کرنا ہے۔ جس طرح قرآن نے سمجھایا ہے کہ اس صلوٰۃ کی تفصیلات اور حدود دار بعہ بھی ان کی پارلیمنٹ طے کرے گی۔

میں یہاں صلوٰۃ کے معنی و مفہوم واضح کرنے کے لیے قارئین کو قرآن حکیم کی ایک مشہور اصطلاح مومن کے معنی کی طرف بھی توجہ مبذول کراؤں گا۔ میرے خیال میں پہلے یہ بات امام انقلاب عبید اللہ سندھی کے حوالے سے بھی عرض کروں کہ وہ فرماتے ہیں کہ کافر اور مشرک کا معنی ہے انقلاب دشمن۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن کا معنی ہے انقلابی۔ بہر حال قرآن حکیم میں مومن کا مرتبہ اور عہدہ ایک ذمہ دار انقلابی کا ہوتا ہے یا یوں سمجھئے کہ جیسے کوئی پارٹی کا ممبر اپنے لیڈر اور قائد سے بیعت کر کے انقلاب کی کامیابی کے لیے جان تک دے دینے کا عہد کرتا ہے اور انقلاب کو اپنی جان و مال اولاد سب سے بڑھ کر بالاتر سمجھتا ہے اور جسے موت آنے تک نبھاتا ہے اسے مومن کہتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے کہ **قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا** 49.14 یعنی اعرابیوں نے رسول کے سامنے کہا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں تو اللہ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ ان کو کہیں کہ ایمان لانا تو جب ہے جب وہ دل کی گہرائیوں میں اتر جائے جواب تک تم اسے پہنچے ہی نہیں البتہ تم **اٰمَنَّا** کے عوض **اَسْلَمْنَا** کہہ سکتے ہو یعنی اسلام کو تم نے قبول تو کر لیا ہے لیکن ایمان کی منزلیں عبور کرنا یہ ابھی باقی ہے۔ بہر حال اس آمنا اور اسلمنا کا معنوی فرق عرض کرنے کے بعد مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ صلوٰۃ کی ڈیوٹی، صلوٰۃ کی ذمہ داری، مصلی کا عہدہ عام رواجی قسم کے مسلمان کی حیثیت سے بہت بلند و بالا ہے اور قرآن کی رو سے صلوٰۃ کا حکم ہر مسلمان کو تو ہے لیکن اس میں ایک فرق ہے وہ یہ کہ ایک ہوتا ہے نظام صلوٰۃ پر عمل کرنے والا، دوسرا ہوتا ہے وہ نظام قائم کر کے پھر اس پر دوسروں کو چلانے والا عمل کرانے والا اور اس کی لوازمات پر خود عمل بھی کرے اور نظام صلوٰۃ کے نتائج کے فوائد کو رعیت تک پہنچائے اور انھیں بانٹے تاکہ ان کی حاجتیں اور ضرورتیں پوری ہوں۔ تو یہ ایک قسم کا عہدہ ہوا جس کا نام قرآن نے مصلی تجویز فرمایا ہے۔ جو مومن بھی ہو پھر مصلی بھی ہو تو وہ ہوا ایک ذمہ دار افسر۔ تو اس مصلی عہدے کا مفہوم سورۃ ماعون پر غور کرنے سے سمجھ میں آئے گا۔ قرآن حکیم نے

صلوٰۃ کی فرضیت کیلئے واضح طور پر فرمایا ہے کہ **اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا** 4.103 یعنی صلوٰۃ کی ذمہ داری مومنوں پر موقت فرض ہے۔ اور ویسے بھی سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 6 میں حکم ہے کہ **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ** ... یعنی اے ایمان والو! جب اٹھو اجتماع صلوٰۃ میں شریک ہونے کے لیے تو، اور سورۃ نساء کی آیت نمبر 43 میں بھی خطاب ہے کہ **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى** ... یعنی صلوٰۃ کی ذمہ داری کا خطاب مومنین کو ہے۔ یہ آیات بتا رہی ہیں کہ صلوٰۃ کی ڈیوٹی کا خطاب صرف مومنین سے ہے۔ جس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صلوٰۃ کا ذمہ دار مصلی بڑے ذمہ دار عہدے والا ہوتا ہے ہر رواجی قسم کا آدمی مصلی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ صلوٰۃ کی ذمہ داری حکمرانی کے گزٹیڈ عہدے والا ہی سر انجام دے سکتا ہے۔ میرے اس مدعا کی دلیل اور ثبوت قرآن حکیم کی سورۃ حج کی آیت نمبر 41 میں ہے کہ **اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ** یعنی وہ لوگ جنھیں اگر ہم زمین پر اقتدار دلائیں تو ان پر لازم ہوگا کہ وہ لوگ قائم کریں صلوٰۃ کو۔ ایسی صلوٰۃ جس صلوٰۃ سے وہ ثمرہ، رزلٹ اور نتیجہ عوام کی بہتر پرورش کا اور نشو و نما کا دے سکیں اور ان کی اقامت صلوٰۃ سے محکمہ جات امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی پوری طرح قائم ہوں جن سے عوام میں پبلک میں سکھ چین اور امن آ جائے اور لوگ بے خوف و ہراس زندگی بسر کریں۔ بہر حال تم انقلاب لانے والے صرف **اقامت صلوٰۃ** کی ڈیوٹی یعنی نظام قرآن کو مضبوطی سے قائم کرو۔ آگے اس کے نتائج **وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ** اللہ کے حوالے ہیں یعنی یقیناً اس کا قانون اور قرآن کی صورت میں دیا ہوا منشور یہ ضرور بہتر نتائج لائے گا۔ **امر بالمعروف و نہی عن المنکر** سے تمہارا معاشرہ مہذب، بلند کردار اور کرپشن سے پاک ہوگا۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ صلوٰۃ ادا کرنے والا مصلی اتنے اختیار اور پاور والا مصلی ہو سکتا ہے جس کے دستخط سے اچھے خاصے بجٹ والا چیک بینک سے کیش ہو سکے کیونکہ قرآن نے سورۃ شوریٰ کے آیت نمبر 38 میں سمجھا دیا ہے کہ **وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ**

وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ یعنی جو لوگ اپنے پالنہار کے قانون ربوبیت کو قبول کر چکے ہیں وہ اس نظام کے اتباع کا سسٹم قائم کریں جو ان کی پارلیمنٹ پاس کرے اور ہمارے دیے ہوئے رزق کو حاجتمندوں پر خرچ کریں۔ تو اس آیت میں اسمبلی پارلیمنٹ اور مجلس شوریٰ کے پاس کردہ جملہ امور کی تعمیل کی ذمہ داری قران حکیم **مُصَلِّيْن** اور **أَقَامُوا الصَّلٰوةَ** والے لوگوں کی سیاسی تنظیم کے عہدے داروں اور بیورو کریٹس کی طرف منسوب کر رہا ہے۔ اب پھر غور فرمائیں سورۃ حج کی آیت 41 پر اس کے بعد صلوٰۃ کے اصل معنی سمجھ میں آسانی سے آئیں گے۔ فرمان ہے کہ جن لوگوں کو اگر ہم اقتدار عطا کریں تو وہ لوگ اقامت صلوٰۃ کریں۔ کیوں اقامت صلوٰۃ کریں؟ تو قرآن نے فرمایا کہ اس لیے کہ ان کی رعایا کی بہتر پرورش ہو اور اقامت صلوٰۃ سے یہ مقتدر اور حکمران لوگ اپنی عوام میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بھی ڈیپارٹمنٹ کھولیں۔ غور فرمائیں کہ قرآن حکیم ساری فلاحی ریاست کی فلاح کا دارومدار اقامت صلوٰۃ کے ذریعے مصلین پر ڈال رہا ہے۔

محترم قارئین کرام! اقامت صلوٰۃ کے معنی موجودہ مروج اہل فارس کے مانوی لوگوں کی پوجا کی قسم والی نماز کی بجائے قرآن کا بتایا ہوا دستور اور منشور ریاست ہے۔ جو اللہ نے **اقیموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ** کی مختصر اصطلاح اور کوڈ ورڈ اور سلوگن کی تشریح قرآن کی 114 سورتوں کی شکل میں ہمیں دی ہے۔ میرا خیال ہے کہ صلوٰۃ کے معنی ایرانی نماز کے بجائے نظام قرآن کا فالو کرنا اور مصلین کے معنی حکمرانی کے وہ با اختیار افسر جو قوانین ریاست کی تعمیل کریں ہیں۔ یہ معنی سورۃ ماعون پر غور کرنے سے، آپ کو بہتر طریقہ سے سمجھ میں آئیں گے۔ ویسے سارے قرآن حکیم میں جہاں جہاں بھی لفظ صلوٰۃ آیا ہے ان سب کو ملا کر بھی غور کرنا چاہیے۔ کیونکہ الصلوٰۃ کے جملہ مقامات کو ایک ساتھ میں غور کرنے سے **القرآن یفسر بعضہ بعضا** یعنی قرآن حکیم اپنی کسی اصطلاح کی تفسیر تصریف آیات کے طریق سے دوسرے مقامات پر دہرا کرلانے سے نکھار کر کرتا ہے۔ میں کوشش کرتا ہوں کہ قارئین کی خدمت میں الصلوٰۃ کا مفہوم جو قرآن کا اپنا مفہوم ہے بجائے اہل فارس والوں کے زرتشتی معنی یعنی مجوسی لوگ آگ کے سامنے

اسلام سے پہلے جو نماز موجودہ شکل والی پڑھا کرتے تھے قرآن اس پوجا والے مفہوم کے عوض صلوٰۃ کا مفہوم اتباع نظام قرآن پیش کرتا ہے۔ اب مناسب ہوگا کہ سورۃ ماعون کی جملہ سات آیتوں پر جدا جدا غور کریں۔

پہلی آیت میں سوال ہے کہ اے قرآن کے مخاطب تو جانتا ہے اس شخص کو جو دین کو جھٹلاتا ہے، اس کی تکذیب کرتا ہے۔ اس کے بعد قرآن حکیم نے دوسری آیت میں گویا کہ خود جواب بھی دیا اور اس جھٹلانے والے کا تعارف بھی کرایا فرمایا کہ **فَذٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيْمَ** یعنی یہی وہ شخص ہے جو بے سہارا لوگوں کو دباتا اور محروم کرتا ہے ان کو ان کے حقوق سے۔ اور آگے تیسری آیت میں اس کی بھی گویا کہ تفسیر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ **وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ** یعنی جن لوگوں کی ترقی پر جمود طاری کیا گیا ہے اور وہ آگے بڑھنے کی سکت رکھنا تو کیا دو وقت کی روٹی سے بھی محروم ہیں تو یہ دین کی تکذیب کرنے والے لوگ ایسے محتاجوں کے کھانے پینے کا انتظام بھی نہیں کرتے اور ان محرومین کو محروم رکھنے والے کرپٹ بیورو کریٹوں اور حکمرانوں کو بھی ان کی بدچالوں پر احتجاج نہیں کرتے۔ تو اللہ پاک نے چوتھی آیت میں ایسی صورت حال پر گویا کہ اس کے سبب اور بنیاد پر ہتھوڑا مار کر **فَوَيْلٌ** " **لِّلْمُصَلِّيْنَ** یعنی ایسے انقلابیوں کے لیے، ایسے حکمرانوں کے لیے، ایسے بیورو کریٹوں کے لیے ہلاکت، تباہی اور جہنم ہے۔ پانچویں آیت میں ایسے نااہل حکمرانوں، کام چور افسروں، خیانت کرنے والی نوکر شاہی کیلیے فرمایا کہ حکومتی پرزے ایسے تو گئے گذرے ہیں جو **الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ** یعنی یہ لوگ اپنی ڈیوٹیوں میں تساہل برتتے ہیں اور اگر کام کرتے بھی ہیں تو صرف اس دن کرتے ہیں۔ یہ آیت نمبر چھٹی میں بتایا کہ جب کوئی فنکشن ہو، جب کسی مووی کے سامنے نمائش کے چانس ہوں۔ تو یہ کم چور دغا باز خائن سیاسی حکام اور افسر شاہی کے شو باز کارندے لوگوں محتاجوں کو قطار میں کھڑا کر کے آٹے کے تھیلے اور راشن کے ساتھ کبھی سائیکل، کبھی سلائی مشین، کبھی زکوٰۃ کا چیک دے دیتے ہیں جس سے غریبوں میں بھکاری بن کر گلی گلی ہر ایک کے سامنے دست محتاجی پھیلانے کا کلچر پیدا کریں اور یہ مصلین ٹیلی ویژن پر اپنی فلم دکھا کر فخر کرتے ہیں کہ ہم

نے غریبوں کو چاول کی تھیلی دے کر حاتم طائی کی قبر کو بھی لات ماردی ہے۔ جبکہ ساتویں آیت میں قرآن فرماتا ہے کہ یہ خیانت کے مجسمے حکمران جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ یہ لوگ **وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ** رزق کے سرچشموں اور سامان معیشت کے گوداموں کے گودام حاجتمندوں سے روک کر خود کھا گئے ہیں۔

اب سورۃ ماعون کی ان آیات کو مدنظر رکھتے ہوئے مصلین یعنی صلوٰۃ کے ذمہ دار اور جن کو انقلابی منشور کو فالو کرنے اور اتباع کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور وہ بجا نہیں لائے تو ان کو قرآن نے کس انداز میں پیش کیا ہے۔ یہی مفہوم صلوٰۃ اور مصلین کا آپ سورۃ مدثر کی آیات میں تقریباً وہ بھی سات آٹھ عدد بنتی ہیں یعنی چالیس نمبر سے ۴۷ نمبر تک پڑھیں۔ فرمان ہے کہ اہل جنت اہل جہنم سے پوچھیں گے کہ **مَاسَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ** تمہیں کس چیز نے دوزخ میں پہنچایا؟ تو وہ کہیں گے کہ **لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ** یعنی ہم مصلین میں سے نہیں تھے۔ اب غور فرمائیں اس سے اگلی دو تین آیات مصلین کی تفسیر بیان کرتی ہیں کہ مصلین کون ہیں؟ فرمایا کہ **وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ** یعنی ہم مسکینوں کو کھانا بھی نہیں کھلاتے تھے اور جو انقلابی ورکر یا ذمہ دار افسر اور نظریاتی سیاسی کارکن غریبوں کے مسائل حل کرنے اور انھیں کھانا کھلانے کا لیکچر دیتے تھے تو ہم ان کی مذاق اڑاتے تھے اور جب وہ ہمیں ہمارے مذاق کی وجہ سے یوم احتساب، یوم انقلاب اور یوم قیامت سے ڈراتے تھے تو **وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ** یعنی ہم اس یوم الدین کی تکذیب کرتے تھے ہم قیامت، انقلاب اور احتساب کو نہیں مانتے تھے۔ یہی سبب ہے جو آج ہم جہنم میں لائے گئے ہیں۔

جناب محترم قارئین! میں یہاں شروع میں کی ہوئی اپنی عرض کو یادداشت کے لیے دہراتا ہوں کہ سورۃ نساء کی آیت نمبر 105 پر غور فرمائیں کہ رب پاک رسول اکرم کو فرماتے ہیں کہ **اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ** یعنی اے محمد! ہم نے تیری طرف یہ کتاب یہ منشور۔ آئین و دستور اس لیے نازل کیا کہ اس کی روشنی میں حکومت کرو، لوگوں میں۔'' اب آپ سوچیں کہ جس رسول اور پیغمبر کی بعثت کا مقصد اور مشن نازل کردہ کتاب

کے قانون کو قائم کر کے اس کی روشنی میں حکومت چلانا ہے تو اس رسول اور اس کی امت کو جو حکم اس کتاب میں بار بار دیا گیا ہے کہ **اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ** تو صلوٰۃ تو ضرور وہی ہوگی جو قرآن نے سمجھائی ہے یا حدیث ساز اماموں اور فقہ ساز اماموں کے اس بہتان کو آپ لوگ درست قرار دیں گے جو بہتان انھوں نے اللہ پر لگایا ہے کہ اس نے قرآن میں صلوٰۃ کا حکم تو دیا ہے لیکن اس کی تفاصیل نہیں بتائیں۔ وہ تفاصیل جو اللہ نے نہیں بتائیں وہ ان امام لوگوں کی معرفت تمہیں دی جا رہی ہیں۔ معزز قارئین! یہ بات اللہ پر الزام ہے، جھوٹ ہے۔ اللہ نے قرآن میں کل ایک سو دو بار صلوٰۃ کا حکم بار بار دہرایا ہے۔ ہر بار صلوٰۃ کی نئی سے نئی تفصیل اور نئی حکمت اور نئی افادیت اور صلوٰۃ کا ہر بار نیا انداز سکھایا ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ صلوٰۃ کی قرآن میں تفصیل نہیں وہ لوگ قرآن کی آیت **وَهُوَالَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا** (6.105) کے حکم کو جھٹلاتے ہیں۔ وہ لوگ اس قرآنی آیت کے انکاری بنتے ہیں۔ اللہ فرمائے کہ میں نے اپنی کتاب اتنی تفصیل سے تمہاری طرف نازل کیا ہے کہ اس میں کوئی چیز درج کرنے سے رہ نہیں گئی۔ **مَافَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ** 6.38 اور یہ امام لوگ کہیں کہ اللہ نے صلوٰۃ وزکوٰۃ اور کئی ساری اشیاء کی تفصیل نہیں بتائی۔ وہ ان اماموں کے علم میں بتائی گئی ہیں۔

اب غور کریں کہ اللہ نے رسول کو حکمرانی کے لیے بھیجا اور حکومت چلانے کا منشور قرآن کی شکل میں دیا تو اب قرآن نے منشور کا نظام قائم کرنے کے لیے جو کوڈ ورڈ تجویز فرمایا کہ **وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ** اور وہ بھی اپنے مخصوص فن تصریف آیات سے نہایت کھول کھول کر ساری تفصیلات سمجھائیں اور مزید یہ بھی حکم دیا ہے کہ **وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ** 42.38 یعنی جو لوگ اللہ کے قانون کو مان چکے ہیں قبول کر چکے ہیں اور اس قانون کو قائم کرنے کے لیے اس کی تابعداری کے لیے بھی کمربستہ ہیں تو ان کی تابعداری اور نظام (ربوبیت) ہر دور کی جدتوں اور نئے تقاضوں میں بھی **اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ** یہ لوگ اپنے فکری اجتہاد سے مجلس مشاورت میں، پارلیمنٹ میں صلوٰۃ کی تفاصیل پاس کریں گے اور نمٹائیں گے، یعنی یہ لوگ اجتہاد کو جامد اور منجمد نہیں کریں

گے اور یہ لوگ "قُلْ" قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ، پر عمل پیرا ہوتے ہوئے قدس سرہ والے امامی گروہ کی تقلید میں قید نہ ہوں گے اور صلوٰۃ کی تابعداری اور پیروی والے قرآن کی طرف سے بتائے ہوئے معنی پر مشاورت کے ذریعے امور مملکت نمٹائیں گے۔ تو میں نے یہ عرض کی تھی کہ امامی گروہ دین کو سیاست سے جدا کر کے رہبانیت اور ترک دنیا اور جھوٹے زہد کو امت کے ماتھے میں فٹ کر گئے وہ بھی اس حد تک کہ جو مسلمان کہلانے والے ہیں وہ اب اپنی رہنمائی کے لیے قرآن سے ہدایت لینے کی بجائے امامی روایات اور امامی فقہوں سے لیتے ہیں۔ جبکہ ان امام لوگوں کا مختصر تعارف آپ شروع میں پڑھ آئے ہیں جن کا مقصد ہی ظاہری خلافت وحکمرانی مسلمانوں سے چھین کر انہیں مستور اماموں اور مکتوم اماموں کی باطنی امامت پر راضی کرنا ہے، منتی کرنا ہے اور پھر گورنمنٹ یہودیوں، مجوسیوں اور نصاریٰ کے حوالے رہنے دینا ہے۔ یہی مقصد مولوی الیاس کی بنائی ہوئی تبلیغی جماعت کا ہے۔ جس میں حکمرانی اور سیاسی قیادت سنبھالنے کو دنیاوی جنجال کہہ کر نفرت دلائی جاتی ہے یہ لوگ سادہ عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ ہم کو تو صرف آخرت والے جہاں کو سدھارنے کی فکر کرنی ہے۔ یہی سوچ یہی ٹرمنالوجی شروع اسلام کے زمانے میں شکست خوردہ، عالمی سامراج جو اس وقت روم و فارس کی شکل میں تھا اس نے قرآن کے انقلابی اقتصادی معاشی نظام کو پھر سے فتح کرنے کے لیے اور اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لیے مسلمانوں سے ان کی انقلابی کتاب قرآن چھیننے کے لیے حدیث رسول کے نام پر قرآنی ہدایات کو رد کرنے والا علمی سلیبس تیار کرایا۔ قرآن نے دولت کے ارتکاز اور ذخیرہ کرنے کا سرمایہ دارانہ استحصالی نظام ختم کرنے کے لیے قانون جاری فرمایا کہ **وَيَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ** اے رسول تجھ سے پوچھا جا رہا ہے کہ ان کو اپنی کمائی سے کتنا کچھ خرچ کرنا ہے تو کہہ کہ **العفو** یعنی ہر بچت خرچ کر دینی ہے۔ تو جناب عالی ان سامراج کے گماشتہ دانشور اماموں نے قرآن کا توڑ حدیثوں سے تیار کیا کہ اللہ نے ہمیں اپنے مالوں سے کمائی سے خرچ کرنے کی کوئی واضح ہدایت نہیں دی۔ اس لیے یہ تفصیل رسول اللہ اپنی حدیثوں میں سمجھا گئے ہیں۔ کہ سونے پر ساڑھے سات تولہ سے اگر زائد ہو تو سال میں ایک بار چالیسویں پتی بطور زکوٰۃ دی جائے گی اور اگر کسی کے پاس ساڑھے

باون تولہ چاندی ہو تو سال میں ایک بار چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ دیا جائے۔ محترم قارئین غور فرمائیں کہ ان جھوٹی حدیثیں بنانے والوں نے رسول اللہ کو بھی زیادہ دولت رکھنے والوں کا حامی بنا دیا۔ وہ اس طرح کہ اگر کسی کے پاس صرف سات تولہ سونا ہے اور دیگر مال کچھ بھی نہیں تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی کیونکہ وہ نصاب سے کم ہے۔ جناب عالی سات تولہ سونا آج کے بھاؤ کے مطابق اندازاً 70 ہزار روپیہ کا ہوگا اور اس کے مقابل ایک آدمی کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی ہے تو اس پر زکوٰۃ دینا لازم ہوگی۔ جناب ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کتنی بھی مہنگی ہو لیکن وہ دس ہزار سے زیادہ مشکل ہوگی تو گویا کہ رسول اللہ نے اپنی حدیثوں سے 70 ہزار روپے کا سونا رکھنے والے کو تو زکوٰۃ معاف کر دی لیکن دس ہزار کی چاندی رکھنے والے سے وصولی لازمی لاگو کر دی۔ اس سے تو نعوذ باللہ یہ نتیجہ نکلا کہ رسول بھی سرمایہ داروں کا طرفدار ہے۔ زیادہ دولت رکھنے والے سے رعایت کرتا ہے اور تھوڑے پیسے والوں سے وصولی لازمی لاگو کرتا ہے۔

اس طرح مویشیوں کے بارے میں بھی احادیث اور فقہی فیصلوں پر غور فرمائیں کہ چالیس بکریوں پر سال میں ایک بکری بطور زکوٰۃ دینا لازم ہے اور گائیں اگر تیس عدد ہوں گی تو پھر ان پر زکوٰۃ ہوگی اور اگر 29 بھی ہوئی تو زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔ تو جناب عالی چالیس عدد بکریوں کی اوسط قیمت آج کل اندازاً ایک لاکھ سے سوا لاکھ تک ہے اور انتیس گائیں اوسطاً اور اندازاً آج کل چار لاکھ سے زائد قیمت کی ہیں کوئی جا کر منڈی میں معلوم کر سکتا ہے۔ تو بتایا جائے کہ ان حدیث ساز اماموں اور فقہ ساز امام لوگوں نے رسول کی طرف کس قسم کی شریعت منسوب کی ہے!! جو زیادہ مالداروں سے تو کم مکاؤ کرے اور چھوٹے مالداروں پر وصولی کو لازمی بنائے۔

ان حقائق کے پیش نظر میں علماء امت مسلمان اہل علم کے سامنے دوٹوک اور واضح طور پر یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ فارس کے حدیث ساز اور فقہ ساز اماموں نے قرآن حکیم کے نظریہ انفاق فی سبیل اللہ کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی ہے۔ آپ اوپر کی آیت **وَيَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ** 2.219 میں غور کریں کہ اپنے مفہوم میں کتنی واضح ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ کی مقدار اور نصاب العفو ہے یعنی ضروریات سے فاضل جملہ کا جملہ مال العفو ہے اور ضروریات کا تعین

بھی سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيۡنَ کے اصول پر کیا جاتا ہے۔ اللہ نے ماتحت لوگوں اور بے ہنر اور سادہ ذہن لوگوں کے لیے، دولت زیادہ کمانے کے گر جاننے والے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ اپنی فاضل کمائی کم کمانے والوں کی ضرورتیں پوری کرنے کیلئے ان کو لوٹا دو اور یہ بھی فرمایا کہ فهم فيه سواء یعنی یہ بے ہنر اور نان ٹیکنیکل لوگ تمہاری دولت میں برابر کے حقدار ہیں۔ فاضل دولت والوں کی ضرورت سے اضافی دولت کے بارے میں فرمایا کہ وَفِيۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ 51.19 یہاں قرآن حکیم کی ورڈنگ اور عبارت پر غور کریں کہ لفظ حق کی معنی کیا بنتے ہیں؟ یہ چالیسویں حصے کی جھوٹی حدیثیں قرآن کی تفصیل نہیں ہیں۔ یہ تو قرآن میں تحریف اور تبدیلی ہے۔ قرآن حکیم نے انفاق فی سبیل اللہ کے احکامات اپنے دیگر جملہ احکامات کی طرح کھول کھول کر واضح طور پر سمجھائے ہیں۔ یہ امام لوگوں کی طرف سے زکوٰۃ لفظ کے معنی اور نصاب یہ سارے کا سارا اخلاف قرآن ہے۔ یہ قرآن کی بتائی ہوئی انفاق فی سبیل کی ہدایات کا رد ہے اور تفصیل کے نام پر انکار ہے۔ یہ قرآن کے انقلابی احکامات کو مسخ شدہ یہودیت، نصرانیت اور زرتشتیت کی طرح کرنے کے مترادف ہے۔

محترم قارئین! مہربانی فرما کر غور کریں اور سوچیں کہ جن امام لوگوں نے قرآن کے معاشی نظریہ کے احکامات میں سرمایہ داروں کی خوشنودی کے لیے کیا کیا روایتیں گھڑی ہیں اور زکوٰۃ کے معنی ہی تبدیل کر ڈالے تو انھوں نے صلوٰۃ کے معنی موجودہ مروج نماز بتا کر اور پھر اس کے لیے بھی قرآن پر الزام لگایا کہ قرآن نے نماز کے اوقات رکعات اور رکوع و سجود کی ترتیب و تفصیل نہیں بتائی۔ وہ ساری کی ساری ہمیں حدیثوں سے ملی ہیں۔ جناب انسان تو بیچارا طبعاً اپنے خالق سے محبت کی رغبت رکھتا ہے اور اگر کوئی نہ بھی رکھتا ہو تو آخرت کے عذاب کے ڈر سے سزاؤں سے بچنے کے لیے ہی نماز کے تصور کو غنیمت سمجھا اور وہ گناہوں کی سزا سے بچنے کیلیے یہ سودا سستا سمجھ بیٹھا ہے کیونکہ امام لوگوں نے یہ بھی حدیث بنائی ہوئی ہے کہ ایک نماز سے دوسری نماز تک بندہ جتنے گناہ کرتا ہے تو دوسری نماز بیچ کے سارے گناہ زائل کر دیتی ہے۔ یہ بھی حدیث بنائی ہوئی ہے کہ ایک نماز نہ پڑھنے کی سزا جہنم میں 80 عدد غوطے ہیں اور ایک غوطہ 80 سال کا ہوگا۔

جناب عالی! قرآن حکیم نے وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ کے اپنے فرمان میں ایک طرح سے جس فلاحی ریاست اور اسٹیٹ چلانے کی تعلیم دی ہے اس میں الزکوٰۃ سے وہ رزلٹ بتایا ہے کہ جس سے تمہاری رعیت تمہاری ملک کے افراد اور شہریوں کی صحت مند نشو ونما ہو وہ زندگی کے جملہ شعبوں میں قابل رشک ترقی کریں۔ زکوٰۃ کا معنی ایک سو روپیوں پر سال میں ڈھائی روپیہ ایک بار دینا نہیں ہے۔ زکوٰۃ یافتہ فرد اعلیٰ پرورش سے نہایت باکردار بنتا ہے۔ جو لوگ امامیات کی روایات کے جھانسے میں زکوٰۃ کا معنی چالیسویں پتی سمجھے بیٹھے ہیں ان سے سوال کرتا ہوں کہ جو آدمی سو میں سے ساڑھے ستانوے روپیہ کھائے گا اور اپنے اوپر خرچ کرے گا اور دوسرا آدمی سو میں سے ڈھائی روپیہ اپنے اوپر خرچ کرے گا تو صحت کس کی اچھی ہوگی؟ ڈھائی روپے کھانے والے کی یا ساڑھے ستانوے روپیہ اپنے اوپر خرچ کرنے والے کی؟ تو جناب عالی ان امام لوگوں کا زکوٰۃ کا بتایا ہوا معنی و مفہوم سے ریاست کی عوام میں طبقات جنم لیتے ہیں کلاسیفکیشن بنتی ہے۔ معاشروں میں اونچ نیچ بنے گی۔ ایک حصہ زردار بنے گا اور دوسرا کنگلا بنے گا۔ اماموں کے مذہب سے ریاست فالج زدہ ہو جائے گی جس کا ایک حصہ اپاہج ہوگا وہ تندرست حصہ پر ایسا بوجھ بنے گا کہ وہ بھی اسے اٹھا اٹھا کر ادھ موا ہو جائے گا۔ ہر روز جلوس ہر روز ہڑتالیں، دھرنے، قلم چھوڑ اسٹرائیک، پہیہ جام اسٹرائیک تالہ بندی، گلی گلی میں سینکڑوں بھکاری۔ تو سوچنا چاہیئے کہ ان سب مصائب و آلام کو ختم کرنے کے لیے اللہ نے تمھیں اپنا گھر اپنی ریاست و مملکت سدھارنے کے لیے اقیموا الصلوٰۃ کا جو حکم دیا ہے اسے آپ قرآن کی بتائی ہوئی تفاصیل سے سمجھنے کی کوشش کریں۔ امامیات کی روایات نے جس طرح زکوٰۃ کے غلط معانی سے لوگوں کو بھکاری بنا دیا ہے تو ان کی صلوٰۃ کی غلط تعبیر و تشریح نے بھی مسلم معاشروں کو پیرو مرید میں بانٹ دیا ہے۔ بندہ اور اللہ کے درمیان لالچی سجادہ نشینوں اور اللہ رب العالمین کی ربوبیت عالمینی سے بے خبر اور نابلد پیش اماموں کی بڑی کھیپ بطور رکاوٹ کھڑی کر دی ہے۔ یہ پاپائیت کا گروہ اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملنے میں رکاوٹ کی دیوار بنا ہوا ہے۔ صلوٰۃ کا ترجمہ موجودہ مروج نماز جو مجوسیوں کے معبدوں میں آگ کے سامنے پوجا کے لیے ان کے پیشوا مانی صاحب نے تیسری

صدی عیسوی میں ایجاد کی، اسے اہل فارس کے حدیث سازوں اور فقہ سازوں نے قرآن حکیم کی بتائی ہوئی فلاحی گورنمنٹ کی گڈ گورننس کی چابی اور کوڈ ورڈ اصطلاح صلوٰۃ کا غلط ترجمہ کر کے اہل فارس نے اپنی آتش پرستی کی علامت نماز کو اسلامائیز کر دیا ہے۔ میں قارئین کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ قرآن حکیم میں اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ جو میرے بندے میری تلاش میں ہیں تو ان کے لئے اعلان کر دو کہ میں ہر ایک کے نہایت قریب ہوں۔ ان کے ساتھ اتنا قریب اتنا قریب کہ جب بھی وہ مجھے پکارتے ہیں میں ان کی ہر پکار کا جواب بھی دیتا ہوں، **وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ 2.186**

تو جناب عالی آپ نے دیکھا کہ قرآن حکیم نے کیسی تعلیم دی یعنی اللہ سے ملنے اور اس سے کچھ مانگنے کے لیے اس کے سامنے اپنے حوائج اور راز و نیاز پیش کرنے کے لیے کسی واسطے کی ضرورت نہیں کسی خانقاہی مرشد اور پیش امام کی ضرورت نہیں۔ ہر بندے کا اللہ سے ہر وقت ڈائریکٹ کنکشن بحال ہے خواہ وہ کھڑا ہے یا بیٹھا ہوا ہے، یا سویا ہوا ہے یا اپنے مشاغل میں مصروف کار ہے۔ ہر حال میں وہ اپنے رب سے ذکر و مذاکرہ کر سکتا ہے۔ اللہ کا کلام قرآن بندے کی ہر حاجت اور مسئلہ کا جواب دے گا۔ اتنا کہ بندہ کا کوئی سوال بغیر جواب کے رہ نہیں سکتا لیکن کیا کریں کہ قرآن دشمن مافیا نے کئی سارے مغالطے پھیلائے ہوئے ہیں۔ ان کی تفصیل سے امامیات کا لٹریچر بھرا ہوا ہے جو چودہ پندرہ سو سال پہلے اس وقت کے عالمی سامراج نے تخلیق کرایا تھا۔ وہ اتنا قرآن سے دور کرنے کے لیے بھرپور ہے کہ آج کا اکیسویں صدی کا عالمی سامراج بھی مسلمانوں کو قرآن سے دور رکھنے کے لیے اس کی اتباع کرا رہا ہے یعنی پرانا سامراج اور نیا سامراج سوچ کے لحاظ سے ایک ہیں۔ زیادہ سے زیادہ نئے سامراج نے جو لیٹسٹ تازہ کارنامہ کیا ہے وہ صرف نظام الدین دہلی اور رائیونڈ لاہور ماڈل کی تبلیغی جماعت بنا سکا ہے جس کا جادو بھی صرف ان پڑھ لوگوں اور اقتدار کے بھوکے لوگوں تک محدود ہے۔ میری بات کا اگر اعتبار نہ آئے تو اٹھارویں صدی کے اوائل میں برطانوی سامراج نے دنیا سے ایک سو سال کے اندر اسلام اور

مسلمانوں کو ختم کرنے کا پلان منصوبہ بنایا تھا۔ جس کی ابتدا مسلمانوں کی خلافت ترکیہ کے ادارے کو ختم کرنے سے انھوں نے سوچی تھی۔ ان دنوں میں برطانوی استعمار کی وزارت نو آبادیات نے اپنے جاسوسی ادارہ میں تربیت پانے والے افسروں کے لیے جو کتابیں بطور نصاب تیار کرائی تھیں، ان میں سے ایک کتاب خاص مسلمانوں کے اندر کام کرنے اور انھیں دین کے راستہ سے ہٹانے کے لیے تیار کرائی گئی تھی۔ جس کی ہدایات نہایت مختصر اشاروں کے طور پر اس زمانے کے انگریز سی آئی ڈی افسر ہمفرے نے اپنی ڈائری میں لکھی ہیں۔ وہ ڈائری کسی طرح جرمن والوں کے ہتھے چڑھ گئی اور انھوں نے اسے چھپوا دیا ہے۔ جس کا اردو ترجمہ مارکیٹ میں موجود ہے اور وہ ترجمہ انتہائی بیکار اور گھٹیا قسم کا ہے۔ انگریزی کاپی بھی مارکیٹ میں موجود ہے اور وہ غنیمت ہے۔ اس کتاب میں اپنے سی آئی ڈی محکمہ کے لوگوں کو جو مسلمانوں کے اندر ان کے روپ میں بلکہ مسلمانوں کے عالم، پیر اور پیش امام بن کر بھی رہ رہے ہوئے تھے انھیں اس کتاب میں ہدایات دی گئی ہیں کہ مسلمانوں کو حدیثوں کے پڑھنے، نمازیں پڑھنے اور اگلے جہان میں بہشت ملنے کے لیے دعائیں زیادہ پڑھنے کی ترغیب دلاؤ اور ان کو ابن عربی غزالی اور رومی کی تصوف پر لکھی ہوئی کتابیں زیادہ پڑھاؤ۔ شاید ایسی ہی اسکیموں سازشوں میں پھنسے ہوئے مسلمانوں پر اور خانقاہی رہبانی سٹرکچر پر علامہ اقبال نے تنقید کرتے ہوئے کہا ہے۔

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں انہیں　　پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں انہیں

قرآن کی اصطلاح الصلوٰۃ کا مفہوم قرآن حکیم خود بتاتا ھے

بڑے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ مسلمان قرآن کے خلاف دشمنوں کے پھیلائے ہوئے پروپیگنڈا سے پریشان ہیں کہ قرآن میں کئی ساری باتیں سمجھائی نہیں گئیں یا قرآن اجمالی کتاب ہے اس کی تفصیل علم حدیث اور اس کے شارحین امام لوگ اپنے فقہی استنباط اور استخراجات میں کر چکے ہیں۔ اب عام لوگوں اور ہر ایرے غیرے کو قرآن پڑھنے سے وہ مسائل سمجھ میں نہیں آئیں گے۔ اس لیے ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ امام لوگوں کی روایات اور فقہی جزئیات پڑھیں۔

محترم قارئین! یہ واویلا تو اللہ کی عظیم الشان کتاب قرآن مبین کے خلاف ہے جسے اللہ پاک نے خود نور اور **تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ** یعنی دنیا جہان کی دیگر اشیاء کو کھول کھول کر سمجھانے والی کتاب کہہ کر متعارف کرایا ہے۔ اب ہم پریشان ہیں کہ جو لوگ قرآن کو مبہم اور اجمالی کتاب کہہ کر اسے سمجھانے کے لیے اہل فارس کے قدس سرہ کے برقعہ میں لپٹے ہوئے اماموں کی روایات کو قرآن کی تعبیر اور تفسیر تسلیم کریں اور ان کے قرآن مخالف الزامات کو درست مانیں اور قرآن کو مفصل اور مبین کی بجائے مبہم اور اجمالی مانتے ہوئے ان کے مقابل اللہ کے قرآن کے لیے القابات **نور مبین** اور **تبیانا لکل شیء** کو غلط اور جھوٹا قرار دیں یا اللہ یہ اعلان نہ مانیں کہ **أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا** 6.114 یعنی کیا تم کہتے ہو کہ میں اللہ کے سوا دیگر ایروں غیروں کو ثالث اور منصف مانوں، جبکہ اللہ وہ ہستی ہے جس نے تم لوگوں کی طرف تفصیل کردہ کتاب بھیجی ہے۔ تو دنیا والے سن لیں کہ ہم اللہ کے اس اعلان کے بعد کسی بھی قدس سرہ کا یہ پروپیگنڈہ قبول نہیں کریں گے کہ قرآن ان کے امپورٹڈ مستور اور مکتوم اماموں کی روایات اور اقوال کے سوا سمجھ میں نہیں آئے گا اور دنیا والے سن لیں کہ قرآن اپنا ترجمان آپ ہے وہ اپنی ترجمانی کے لیے کسی کا بھی محتاج نہیں ہے۔ جو لوگ عوام الناس کو دھوکہ دیتے ہیں کہ جس رسول پر قرآن نازل ہوا ہے وہ سب سے زیادہ قرآن سمجھتے ہیں۔ اس لیے اس کی احادیث ہی قرآن کی ترجمان ہیں۔ تو قرآن حکیم نے اس مسئلے کو بھی حل کر دیا اور اقوال رسول جو مستند اور موثوق ہیں اور جو خود اللہ کی حفاظت سے محفوظ شکل

میں قیامت تک وہ احادیث محفوظ رہیں گی وہ قرآن ہے۔ کیونکہ اللہ نے قرآن کو **اِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ** کے لقب سے ملقب فرمایا اور تیس پاروں میں جو قرآن قول رسول ہے اسے اللہ نے احسن الحدیث 39.23 کے نام سے موسوم کیا ہے تو رسول اللہ کی حدیثیں جو یقینی اور معتمد علیہ ہیں وہ قرآن کی شکل میں ملی ہوئی ہیں۔ جن کے لیے قرآن پکار پکار کر کہتا ہے کہ **فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ** 77.50 یعنی ان قرآنی احادیث کو چھوڑ کر کون سی وہ دوسری حدیثیں ہیں جن پر تم ایمان لاؤ گے۔ یہاں میں قارئین کرام کے علم فکر و عقل کو اپیل کرتا ہوں کہ اس آیت میں کہ اللہ جب پوچھتا ہے کہ وہ کون سی حدیثیں ہیں جن پر تم ایمان لاتے ہو؟ یہ سوال یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ اللہ پاک سوائے قرآنی احادیث کے اور کسی بھی قسم کی، کسی کوالٹی کی، کسی بھی اتھارٹی کی احادیث کو تسلیم نہیں کرتا یعنی قرآنی احادیث کے سوا اللہ کے ہاں احادیث کہلانے والی جملہ میڈان فارس وغیرہ روایات رد ہیں اور رجیکٹ ہیں۔

قارئین کرام! معاف فرمائیں میں قرآنی اصطلاح الصلوٰۃ کا مفہوم خود قرآن سے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے نام پر کہیں دور نکل گیا۔ وہ اس لیے کہ قرآن کے خلاف بڑی سازشیں ہوئی ہیں اور سازشی عناصر کو آل رسول اور اہل بیت رسول کے غلاف چڑھا کر مقدس القاب میں لپیٹ کر اور خود رسول اللہ کے نام پر بھی مخفی علوم اور حدیثوں کے نام **ایتونی بکتاب لن تضلوا بعدی** کے چکروں سے انسانوں کو قرآن سے متنفر کرنے کے حیلے کیے گئے ہیں۔ صدیوں سے یہ امت نت نئے جالوں میں پھنسائی جا رہی ہے۔ اس لیے مجھے ان چکر بازوں کی حیلہ جوئیوں کی طرف بھی آپ کی توجہ مبذول کرانا ضروری لگتا ہے۔ آپ خود دیکھیں گے کہ قرآن حکیم کی جن انقلابی اصطلاحات اور کوڈ ورڈوں کے جو معانی اللہ نے خود قرآن کے اندر واضح کیے ہیں انہیں کسی بھی حدیث ساز امام اور فقہ ساز امام نے ٹچ ہی نہیں کیا۔ اللہ کے بیان کردہ معنی اور تصریف آیات کی تفسیری صنف سے **القرآن یفسر بعضہ بعضا** یعنی قرآن کے خود بتائے ہوئے معنی کا کسی بھی امام نے کہیں بھی ذکر نہیں کیا۔ آپ ہمارے مضامین میں دیکھیں گے کہ امام لوگ جو کئی غیر اہم باتوں میں آپس میں ٹکرائے ہوئے ہیں وہ

قرآن کے انقلابی اعلان مثلاً غلامی رسول کے ہاتھوں آئندہ کے لیے بند کی جاتی ہے، نابالغ بچوں کا نکاح وارثوں کی معرفت بند کیا جاتا ہے، ہر مرنے والا فلاحی مقصد کے لیے اپنے مال سے کسی کے لیے اپنی وراثت میں سے بھی کچھ حصہ جتنا بھی چاہے بطور وصیت دے دے۔ لیکن اماموں کی روایات اور فقہ نے متفق ہو کر قرآن کو رد کرتے ہوئے غلامی کو بحال اور جاری رکھا ہے اور نابالغ بچوں کا نکاح بھی وارثوں کی معرفت سب اماموں نے مل کر جائز قرار دیا ہے اور وصیت کے متعلق قرآن کی مطلق مقدار کو امام لوگوں نے مل کر تیسرے حصے تک مقید کر دیا ہے یعنی یہ سارے امام فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر یا بالسر اور ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھیں یا باندھ کر پڑھیں، اگر باندھ کر پڑھیں تو کہاں باندھیں، ان چیزوں میں تو فرقے اور مسلک ہی انھوں نے الگ کر دیے۔ اگر یہ متفق ہیں تو صرف قرآن کے واضح انقلابی اعلانات کے خلاف سب ایک اور متحد ہیں۔ ایسی چیزوں اور مسائل کی تفصیل میری کتاب "فتنہ انکار قرآن، کب اور کیسے" میں پڑھیں۔

الصلوٰۃ کے معنی قرآن سے

یہ معنی قرآن حکیم نے علم وادب فصاحت و بلاغت کی مشہور صنف تقابل کے ذریعے سے سمجھائے ہیں۔ تقابل کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کسی لفظ کا غیر مشہور یا متنازع معنی کو متعین و متعارف کرنے کے لیے اسے کسی مشہور اور متفق علیہ اور متعین معنی والے لفظ کے مقابلے میں لایا جاتا ہے تا کہ پڑھنے اور سننے والے اس تقابل سے غیر مشہور اور متنازعہ معنی کا معین معنی میں سمجھ پائیں۔ تو صلوٰۃ کا معنی و مفہوم سمجھانے کے لیے اللہ پاک نے سورۃ قیامت کی آیت نمبر 31,32 میں فرمایا کہ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۝ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى اس مقام پر صَلّٰى کے مقابل لفظ تولیٰ استعمال کیا گیا ہے اسی طرح صَدَّقَ کے مقابلے میں كَذَّبَ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اب جس طرح الفاظ ایک دوسرے کے مقابل ہیں اسی طرح ان کے معنی بھی مقابل اور متضاد ہیں۔ تو صَلّٰى لفظ کا مقابل تَوَلّٰى اپنے معنی میں مشہور ہے اور غیر متنازع ہے۔ وہ معنی ہے روگردانی اور انحرافی۔ تو اب اس کے مقابل لفظ صلوٰۃ کا معنی از خود مقرر اور طے ہو گیا کہ تابعداری، اتباع اور کسی کو فالو کرنا۔ یہاں ان کے ساتھ کے الفاظ صَدَّقَ اور كَذَّبَ بھی تقابل کے طور پر استعمال کیے گئے ہیں۔ ان کے معنی بھی اسی طرح مقابل کی وجہ سے معلوم ہو گئے اور متعین ہو گئے۔ اب غور فرمایا جائے کہ اللہ نے جب لفظ صلوٰۃ کے معنی سمجھا دیئے تو یہ لفظ قرآن حکیم میں جہاں بھی استعمال ہو گا تو اس کے قرآن والے معنی کو ہر جگہ سامنے رکھا جائے گا تو اس طرح اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کے معنی ہوں گے کہ قائم کرو (قرآن کے بتائے ہوئے نظام اور سسٹم کے) اتباع کو، تابعداری کرنے کو، یا فالو کرو قرآن کے نظام کو، قرآن کے بتائے ہوئے دستور اور منشور کی پیروی کرو، اس کے تابع ہو کر چلو۔

یہاں میں پوری امت مسلمہ کے جملہ علماء اسلام سے اور ان کے توسط سے جملہ پڑھے لکھے لوگوں کو بھی یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کوئی بتائے کہ اللہ کے بتائے ہوئے یہ معنی کسی بھی ابو حنیفہ صاحب نے کیوں نہیں بتائے ہیں یا کہاں بتائے ہیں؟ اسی طرح امام ابوحنیفہ صاحب کے شاگردوں میں بھی کسی نے نہیں بتائے اور اسی طرح شافعی صاحب، امام مالک صاحب، امام احمد

بن حنبل صاحب یا امام جعفر صاحب یا ان کے کسی بھی پیروکار نے یہ قرآن والے معنی کہیں بھی کسی کو بتائے ہوں تو کوئی پیش کرے۔ میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ جملہ اماموں نے بشمول روایت ساز اور حدیث ساز اماموں کے کسی بھی امام نے اللہ کے بتائے ہوئے معنی نہیں کیے۔ سب نے اعراض کیا ہے، سب نے پہلوتہی کی ہے، سب کترائے ہیں۔ سب علمی مراکز کے سربراہان جان لیں کہ ہم کو اللہ کے قرآن پر ایمان لانے کا حکم ہے، **فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا 64.8** اس کے مقابل کوئی بھی، کیسا بھی امام لایا جائے گا تو اس کا قرآن کے مقابل کوئی بھی وزن نہ ہوگا، کچھ بھی پاس نہ ہوگا، کوئی بھی اہمیت نہ ہوگی۔ لیکن کیا امت کے سوچنے والے لوگوں پر یہ فرض نہیں کہ اس پہلو پر بھی سوچیں کہ ان لوگوں نے آخر قرآن کے بتائے ہوئے معنی کیوں نہیں بتائے؟ کیوں نہیں اختیار کیے؟ کیوں اس کے قریب بھی نہیں گئے؟ کوئی بتائے کہ ہم بتائیں کیا۔ ان کے اس عمل سے آخر کس راز کی پردہ داری کی جارہی ہے؟ یہ معاملہ وہ لوگ سمجھ سکتے ہیں جو قرآن کے نعرے **ان الحکم الا للہ** کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے انقلاب کی روم وفارس اور افریقہ پر فتوحات کے راز کو سمجھتے ہوں گے اور مفتوحین کے انتقامی غیض وغضب کو سمجھتے ہوں گے۔ وہ لوگ اس امامیات کی چال قرآن کو موڑ دینے کی حکمت اور ٹرمنالوجی سمجھ سکیں گے جو **لارھبانیت فی الاسلام** کی فلاسفی کو سمجھتے ہوں گے۔ اماموں کے مختلف مسلک بظاہر جن میں اختلاف مشہور کیے گئے ہیں لیکن جب آپ غور کر کے دیکھیں گے تو نظر آئے گا کہ ان کا اختلاف تو دکھاوا ہے۔ لیکن قرآن کی بات کو رد کردینے میں، بدل دینے میں یہ امام لوگ سب متفق ہیں اور متحد ہیں۔ چاہے وہ سنی ہوں یا شیعہ ہوں۔

میں نے قرآن کی طرف سے اس کی عظیم الشان اصطلاح "الصلوٰۃ" کے معنی فن تقابل سے سورۃ قیامت سے اوپر عرض کیے ہیں۔ اب ایک اور مثال بھی حاضر خدمت ہے پڑھیں غور فرمائیں اور دیکھیں کہ قران حکیم کس طرح اپنی تفسیر آپ کرتا ہے اور اپنے پڑھنے والوں کی کس طرح رہنمائی فرماتا ہے تاکہ وہ مغالطے پھیلانے والے سازشیوں کے چکروں سے بچ سکیں۔

جناب عالی! یہ مثال ہے سورۃ مریم کی آیت 59 فرمان ہے کہ **فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ**

خَلْفٌ "اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (آیت کا خلاصہ) اوپر جن انبیاء علیہم السلام کے قرآن حکیم نے نام گنوائے ہیں ان کے بعد فرمایا ہے کہ ان کے جانے کے بعد ان کے جانشیں ایسے نااہل قسم کے آئے کہ ان لوگوں نے **اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ** یعنی صلوٰۃ کو ضائع کر کے اتباع کیا شہوات کا۔ اب غور فرمائیں کہ شہوات کا معنی مشہور اور مقرر ہے کہ بے لگام خواہشات نفسانی کے پیچھے چلنا۔ تو اب اس کے مقابلہ میں قرآن پاک مشہور اصطلاحی لفظ الصلوٰۃ لایا، تو اس کا معنی از خود متعین اور معلوم ہوگیا کہ ایک مقرر معلوم اور متعین نظام کے پیچھے چلنا، بے لگام اور من مرضی سے بے مہار ہو کر چلنے کی ضد اور مقابل مفہوم یہ ہے کہ ایک مقرر معہود نظام حیات اور لائحہ عمل پر چلنا۔ اب غور فرمائیں کہ صلوٰۃ کے معنی سمجھانے اور بتانے کا قرآن حکیم سے صنف تقابل کی دوسری مثال بھی کس طرح بات کو کھول کر سمجھاتی ہے لیکن اب کیا کہیں روایت ساز اماموں اور فقہ ساز اماموں کو کہ ان لوگوں نے مسلم امت اور دیگر انسانوں کو صلوٰۃ وزکوٰۃ کے قرآن والے معنی کیوں نہیں سنائے۔

جناب قارئین کرام! قرآن حکیم ایک عالمی، کائناتی، ازلی، ابدی منشور اور دستور والی کتاب ہے۔ ان تیس پاروں پر مشتمل منشور کی چابی اور عنوان ہے **اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ**۔ یہ بات انقلاب دشمن اہل فارس کے شکست خوردہ طبری وزہری اینڈ کو کی قدس سرہ والی نفری کے لوگ بھی سمجھ گئے تھے اور نہ صرف ان لوگوں نے صلوٰۃ وزکوٰۃ کے حقیقی معنی کو چھپایا ہے بلکہ انھوں نے اسلام سے صدیوں پہلے والی اپنی پوجا والی نماز جو ان کے مورث اعلیٰ مانی صاحب پیدائش 215 عیسوی نے آگ اور سورج کے سامنے پڑھنے کے لیے ایجاد کی تھی اسے یہ لوگ اپنی من گھڑت روایات اور فقہ سازی سے اسلامائیز کر کے مسلمانوں کے گلے میں ڈال گئے ورنہ **وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ** کا تو براہ راست یہ مفہوم ہے کہ اے انقلابیو! اس کتاب قرآن حکیم کے دیئے ہوئے نظام اور بتائے ہوئے سسٹم کو اس طرح قائم کر کے دکھاؤ کہ تمہاری مملکت کے، تمہاری ریاست وقلمرو کی رعیت اور عوام الناس کی بہتر پرورش ہو، اچھی نشوونما ہو، صحتمند بڑھوتری ہو۔ رعیت کے ہر فرد کی صحیح نشوونما کے لیے نہایت لازمی ہے کہ طبقاتی معاشرہ

ختم کر کے مساواتی بنیادوں پر سوسائٹی اور کلاس لیس سوسائٹی قائم کی جائے۔ اور یہی معنی ہیں توحید کے، توحید کے انہی معنوں سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم انقلاب لائے تھے جس سے دنیا کی تاریخ میں انسانی آبادی پر کچھ صدیوں تک موسم بہار کی وہ خوشبودار لہر آئی کہ سچ مچ محمد رسول اللہ نے **وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلٰلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ 7.157** انسانوں کو غلامیوں کے بوجھ سے نکال کر ان کے گلے میں اور پاؤں میں پڑی ہوئی زنجیروں کو توڑ کر آزادی دلائی اور غلام ساز جاگیرداروں کے سر انقلابی نوجوانوں کے ہاتھوں میدان بدر میں کٹوا کر قطار میں رکھوائے کہ عبرت کی آنکھ یہ تماشہ بھی دیکھ لے اور قیصر و کسریٰ کی شہنشاہیت کا بیخ و بن اکھاڑ کر چکی کے ان دو پاٹوں کو ریزہ ریزہ کر کے دکھایا جن کے بیچ میں بے سہارا انسان پیسے جا رہے تھے۔ اس طرح سے رسول اللہ نے **أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ** پر اس کے اصل معنی کی روشنی میں عمل کرتے ہوئے سسکتی ہوئی انسانیت اور بلکتے ہوئے غلاموں کو عالمی استعمار کے پنجہ سے آزاد کرایا اور قرآن کی رہنمائی میں **وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ** کے انتظامی کوڈورڈ سے مسلم انسانوں نے علم و عمل کی دنیا میں وہ ترقی کی کہ آج اکیسویں صدی کی ترقی کی بنیادیں وہیں سے فراہم ہوئی ہیں۔ جس کی شہادت ہیروشا کے قول سے ملتی ہے کہ مسیحی دنیا مسلمانوں کے ساتھ جنگ لڑنے آئی لیکن علم حاصل کرنے کے لیے ان کے قدموں میں بیٹھ گئی۔ مغرب کے تاریک دور کا خاتمہ مسلم تہذیب کے سورج سے ہوا۔ کہتے ہیں کہ مور پنچھی اپنے حسن پر نازاں ہو کر ناچنے لگتا ہے اور ناچتے ناچتے جب اس کی نظر اپنے پاؤں کی بدصورتی پر پڑتی ہے تو رو پڑتا ہے۔ امت مسلمہ کی تاریخ میں قرون اولیٰ کا زمانہ بھی وہ قابل فخر و ناز زمانہ ہے جسے دیکھ کر دل جھوم اٹھتا ہے۔ جس کا عرصہ اور میعاد شاہ ولی اللہ اور عبید اللہ سندھی چار سو سال لکھتے ہیں اور میری جستجو میں کم از کم سقوط بغداد ہلاکو کے حملے تک یہ دور ہے۔ پھر کیا پوچھتے ہو؟ اتنے عرصہ تک خالص قرآن کا دور تھا اس کے بعد باطنی اور قدس سرہ لوگوں نے جو ہزاروں لاکھوں روایات کے گھڑے ہوئے کشکول دفن کر رکھے تھے۔ محترم قارئین ہم اپنی پہلی قرون اولیٰ والی تاریخ یاد کر کے رقصاں ہو جاتے ہیں لیکن جب امامیات کے پہنچے ہوئے زخم دیکھتے ہیں جن میں اب قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کے عوض ایک

ایک حرف کے بدلے دس ثواب حاصل کرنے کی نیت سے بغیر سمجھے پڑھتے ہیں تو اپنی جبہ پڑتے ہیں۔ تب ہی تو اقبال نے کہا ہے کہ

وہ معزز تھے زمانہ میں مسلماں ہو کر ہم ذلیل و خوار ہیں تارک قرآن ہو کر

وہ قرآنی فقہ کا دور کچھ اس طرح نظر آتا ہے کہ

چمن کے تخت پر شاہ گل کا جب تجمل تھا ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اک شور تھا غل تھا

اور اب قرآن کے بعد امامی مسلکوں کے فرقہ واریت کے زمانے میں

جب آئے دن خزاں کے نہ تھا جز خار گلشن میں بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گل تھا

موجودہ مروجہ نماز کا طریقہ ادائیگی اللہ کے حکم کی نافرمانی ہے

سورۃ جمعہ میں صلوٰۃ اور ذکر اللہ کو معنوی لحاظ سے ہم معنی اور مترادف کر کے لایا گیا ہے۔ فرمایا گیا کہ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ 62.9 تو ذکر کی ادائیگی کی ہدایات اللہ عزوجل نے قرآن حکیم میں سکھائی ہیں۔ پھر لازم ہوا کر جب صلوٰۃ کے معنی موجودہ نماز کی جاتی ہے تو اس کی ادائیگی بھی بعینہ اس طرح کرنی چاہیے جس طرح قرآن حکیم نے اس کی تعلیم دی ہے۔ اللہ عزوجل نے بندے کو تعلیم دی ہے کہ اس کے حضور میں اس کا تقرب حاصل کرنے کے آداب یہ ہیں کہ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً وَّدُوْنَ الْجَہْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ 7.205 یعنی ذکر کر اپنے رب کا، مذاکرہ کر اپنے رب کے ساتھ، یاد کر قوانین اپنے پالنے والے کے، اپنے دل میں اس حال میں کہ چمٹ کر ڈرتے ہوئے، اس دوران تیرے مذاکرہ اور مناجات کی آواز اتنی مخفی ہونی چاہیے جو کسی ساتھ والے کو محسوس اور معلوم نہ ہو سکے۔ اگر تو نے ایسی آواز سے اپنے رب کو یاد کیا جسے کوئی اور سن لے تو یہ فی نفسک کی ہدایت کے خلاف ہوگا اور یہ تیری یاد، یہ تیرا مذاکرہ، یہ تیری مناجات اللہ کے ساتھ یہ تیری سرگوشیاں صبح شام جاری رہنی چاہئیں۔ جان لینا چاہیے کہ صبح شام یہ محاورہ ہے جس سے مراد ہے ہردم، ہرگھڑی، لگاتار، تسلسل کے ساتھ کیے جانا اور آگے اس معنی کی تائید اگلے جملے وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ نے تو اور بھی واضح کردی کہ یہ تیری یاد اتنی ہونی چاہیے کہ تجھ پر کوئی غفلت کی گھڑی نہ آوے۔

محترم قارئین! قرآن کی اس تعلیم اور ہدایت میں وہ سب آداب سکھا گے ہیں جو اللہ کے حضور میں بندہ کو بجالانے ہیں۔ اب غور کرنا چاہیے کہ اس تعلیم میں تجھ پر کوئی غفلت کی گھڑی نہ آوے یعنی کہ تو جس حال میں بھی ہو، دکان چلا رہا ہے، کھیتی باڑی کر رہا ہے، کوئی سی بھی مزدوری کر رہا ہے، آفس چلا رہا ہے، ہر شغل میں اس کے دوران وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ یعنی اللہ کے قوانین کی یاد رہنی چاہیے، انھیں یاد کیے جانا ہے۔ اب یہ عمل یہ ہدایت کچھ اور کوالٹی اور معیار

کے ساتھ کہ اللہ کی عبادت اور اللہ کا ذکر اور اس سے مذاکرہ اس کے آداب لیکن ساتھ ساتھ اس کے انواع بھی اللہ سکھاتے ہیں۔ فرمایا کہ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ہٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ 3.191 یعنی اللہ کے عبادت گزار بندے وہ بھی ہیں جو اس کو یاد کرتے ہیں چلتے بیٹھتے لیٹتے اور ان کی اپنے رب کی یاد اور ذکر مذاکرہ کیا ہوتا ہے؟ وہ غور اور تدبر کرتے ہیں، فکر کرتے ہیں سوچ کی گہرائیوں میں تخلیق کائنات اور آسمانوں اور زمین کی خلقت کے افادات پر اتنا سوچتے ہیں کہ غور کرتے کرتے پکار اٹھتے ہیں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ہٰذَا بَاطِلًا اے ہمارے پالنے والے تیری پیدا کی ہوئی کوئی چیز بھی عبث نہیں، بے مقصد نہیں، بے کار نہیں۔ محترم قارئین! اس آیت میں اللہ تعالی نے اپنی عبادت کے بنیادی اصول سمجھائے ہیں کہ میری پیدا کی ہوئی اشیاء کی افادیت پر سوچو کہ وہ چیزیں کس کو کس کس حاجت میں کام آسکتی ہیں اور تمھارے بھلے کے لیے تسخیر کائنات کا جو کارنامہ ہے وہ تمھیں کس طرح انجام دینا ہے۔ یہ سب کچھ اس ذکر سے ہوگا، اس صلوٰۃ سے ہوگا، جس میں وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ کا رنگ ہوگا۔ یعنی ہر چیز کی افادیت اور مقصد تخلیق کی حکمتوں پر سوچنا ہوگا اور سوچنے کے بعد ان اشیاء سے انسان کی حاجت برآری کرنا یعنی انسانوں کو اس کے فائدے پہنچانا، فائدوں کو انہی میں بانٹنا اسی کا نام صلوٰۃ ہے اس کا نام عبادت ہے اور تخلیق انسان کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ انسانی حاجتوں کو پورا کرنے کے لیے اللہ کے قانون کے مطابق عدل و احسان سے اشیاء ربوبیت انسانوں کو پہنچائے جسے قرآن نے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ 51.56 سے تعبیر فرمایا ہے یعنی میں نے جن اور انس کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں یعنی میرے احکامات کی اطاعت کریں۔ تو اس سے پہلے آپ پڑھ آئے ہیں کہ صلوٰۃ کی ادائیگی باہمی مشاورت سے صحیح نمونے پر انجام پاسکتی ہے اور صلوٰۃ کی ادائیگی میں وَمِمَّا رَزَقْنٰہُمْ یُنْفِقُوْنَ 42.38 یعنی اسباب رزق و اموال رزق خرچ کرنے پڑتے ہیں۔

ان مختصر گذارشوں سے یہ بات متعین ہوگی کہ صلوٰۃ اور عبادت اور اللہ کا ذکر یہ چیزیں

آقا اور بندے کے درمیان کی چیزیں ہیں۔اس لیے ان کی ادائیگی کا وہ طریقہ درست مانا جائے گا جو آقا نے خود بتایا ہے کہ مجھ سے ملنے کے آداب یہ ہیں میری اطاعت جس سے میں راضی رہوں اس کا طریقہ وہ درست ہوسکتا ہے جو میں بتاؤں۔تو آپ نے سوچا کہ سورۃ اعراف اور العمران کی دنوں آیات میں صلوٰۃ جو ذکر کے مترادف ہے تو ذکر کی تعبیر اور ادائیگی کے لیے قرآن نے اخفاء کو ضروری قرار دیا ہے بلکہ آواز سے،اونچی گفتار سے بھی قرآن نے روکا ہے۔العمران کی آیت میں تو ذکر کو فکر سے تعبیر فرمایا ہے۔تو جناب عالی یہ سب ہدایات ایسی ہیں جو موجودہ مروج فارس کے حکیم مانی صاحب کی یہ اسلامائیز کردہ نماز سراسر ان کے خلاف ہے۔سوچنے کی بات ہے کہ معبود اور آقا فرمائے کہ مجھ سے ملنے کے آداب یہ ہیں تو ہم اور آپ کون ہوسکتے ہیں جو مالک کے حکم کے خلاف اس سے ملنے کے لیے اپنی طرف سے صرف پانچ وقت مقرر کریں اور وہ بھی ایک تنخواہ پر مقرر کردہ نوکر کی اذان پر جو زور اور شور سے خلاف ہدایات قرآنی دیتا ہے۔اللہ کو یاد کرنے کیلئے کسی مخصوص مکان (مسجد) میں جا کر وہاں اللہ کے لیے اس طرح کا تصور کہ وہ اس کو صرف مسجد میں ملیں گے یہ قرآن کی اوپر کی ہدایات کی خلاف ورزی ہے۔اللہ نے تو فرمایا کہ مجھے چلتے، پھرتے، بیٹھے، لیٹتے ہر وقت یاد کرو۔ہم نے تو اللہ کو مساجد میں محدود کر دیا۔اس طرح سے تو گویا مساجد کے باہر اللہ کا اتنا خوف اور ڈر نہیں ہوگا جس کی وجہ سے ہم اپنے اعمال درست رکھ سکیں۔

موجودہ نماز سے پڑھنے والے کا نظریہ اور عمل اللہ کے بارے میں خلاف قرآن ہوجاتا ہے

اللہ حکم دے کہ میرے ساتھ تمہارا راز و نیاز، ذکر مذاکرہ وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ 7.205 یعنی آواز والی گفتگو کے سوا ہو اور وہ دل میں تفکر اور سوچنے کے طریق پر ہو۔ان ہدایات کو سامنے رکھ کر موجودہ نماز پر غور کیا جائے تو یہ سراسر احکام الٰہی کی نافرمانی اور خلاف ورزی ثابت ہوتی ہے۔اب اس کے علاوہ ایک اور بھی حکم الٰہی پر غور کریں کہ آقا اپنے بندے کو اس سے ملنے کے آداب کی کیا تربیت دیتا ہے اور وہ بھی کتنی فصاحت کے ساتھ کھول کھول کر سمجھاتا ہے کہ عبارت میں قرآن کے متن میں کوئی اجمال نہیں کوئی ابہام نہیں، صاف لفظوں کے صاف معنی کے ساتھ فرمان ہے کہ اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ 7.55 یعنی پکارو اپنے پالنے والے کو عاجزی کے ساتھ چمٹتے ہوئے۔یہ تمہاری کیفیت مخفی ہو چھپی ہوئی ہو اس پکار اور دعا والی عبادت کو میرے اور آپ کے سوا کوئی دیکھ نہ پائے محسوس نہ کر سکے۔میں اس کیفیت کو قرآن سے بڑھ کر واضح الفاظوں میں تو قارئین کو نہیں سمجھا سکتا۔مجھے امید ہے کہ قارئین خود بھی قرآن میں مذکورہ بالا آیات کے ذریعے سکھائے ہوئے آداب عبادت سمجھ گئے ہوں گے۔تاہم بھی خواہ مخواہ میں شاعروں کی مدد سے اس قرآنی نظریہ اور موقف کو کھولنے کی کوشش کرتا ہوں۔

فارسی شاعر کا کہنا ہے کہ

میاں عاشق معشوق رمزاست　　کراما کاتبیں راہم خبر نیست

اور اردو کے شاعر کا کہنا ہے کہ

جن کا عشق صادق ہے وہ کب فریاد کرتے ہیں　　لبوں پر مہر خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں

لیکن ان اشعار کے علاوہ آیت کریمہ کے جملہ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ نے تو حد کر دی کہ جو لوگ اللہ کے حکم اخفاء پر عمل نہیں کرتے جو لوگ حکم الٰہی کہ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ یعنی "اللہ کو دل میں یاد کرو" پر عمل نہیں کرتے اور اس کے برعکس لاؤڈ سپیکروں پر اذانیں دے دے کر چیخ و پکار کرتے ہیں اور صرف پانچ وقت دن رات میں مخصوص جگہوں پر جمع ہو کر صفیں باندھ کر ایک آدمی کو

آگے کھڑا کر کے پیچھے اس آگے والے کی حرکات کی نقالی کرتے ہیں۔ جبکہ اللہ نے چوبیس گھنٹوں میں پانچ وقتوں کی بجائے فرمایا تھا کہ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ یعنی مجھے اتنا یاد کرو کہ تم پر غفلت کی کوئی گھڑی نہ گزرے۔ تو اس حکم کے برعکس ان لوگوں نے پانچ وقتوں کو تعلیم الٰہی کے خلاف مقرر اور مشہور کر دیا۔ تو ایسے لوگوں کے لیے قرآن نے فرمایا کہ اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اس کی بتائی ہوئی حدود سے تجاوز کرتے ہیں۔'' سورۃ العمران کی آیت نمبر 191 میں ذکر الٰہی اور قانون تخلیق الٰہی اور تخلیقی مرکبات کے اجزاء اور را میٹیریل پر غور و خوض اور اللہ کی حکمتوں پر تدبر کرنے کو اللہ نے سراہا ہے۔ اپنے بندوں کی تعریف میں یہ آیت اتاری ہے لیکن اس آیت کی تشریح و تعبیر کی روشنی میں اگر سوچا جائے تو ہماری مروج نمازیں یکسر اس کے خلاف ہیں۔ ہماری رائج الوقت نماز کے لیے وقت اور حالات کے تقاضوں کی روشنی میں کوئی ایجنڈا تیار نہیں کیا جاتا یعنی ہماری نمازوں کے اجتماعات مخلوق کو کوئی فائدہ دینے اور ان کی مشکلات حل کرنے سے عاری ہوتے ہیں۔ جبکہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ اقامت صلوٰۃ کی تفصیلات باہمی مشوروں سے طے کی جاتی ہیں اور اقامت صلوٰۃ بجٹ مانگتی ہے یعنی اس کی تکمیل اور تعمیل وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ 42.38 سے ہوتی ہے۔ یہ حکیم مانی والی فارسی نماز جو حکیم صاحب نے آگ اور سورج کی پوجا کے لیے ایجاد کی تھی اس میں نہ کوئی معروضی حالات کا ایجنڈا ہوتا ہے نہ بجٹ کی تقسیم ہوتی ہے نہ تخلیقی فارمولوں پر کوئی ریسرچ ہوتی ہے بلکہ اس کے الٹ سب کچھ کیا جاتا ہے یعنی موجودہ نماز تخلیقی چیزوں کے متعلق مطلوبہ ہدایات اور رہنمائی سے مکمل خالی ہے۔ جن تخلیقی فارمولوں سے ربوبیت کائنات کا بندوبست کرنا ہوتا ہے۔ تو جناب صلوٰۃ کے اندر بجٹ تقسیم کرنے اور مشورہ جات کا ذکر تو آپ نے سورۃ شوریٰ کی آیت 38 کے حوالے سے پڑھا لیکن یہ کہ صلوٰۃ کے اندر ڈیبیٹ ہوتی ہے، مقالے ہوتے ہیں، قیل قال ہوتی ہے، مکالمہ ہوتا ہے، تعلیم و تعلم ہوتا ہے، افہام و تفہیم ہوتی ہے۔ یہ ہم پیچھے سورۃ نساء کی آیت نمبر 43 کی تفصیل میں عرض کر چکے ہیں کہ یہ نماز اور دیگر علوم عرصہ سے یعنی منگولوں کے حملہ کے بعد تقیہ کے غلافوں میں جو اہل فارس نے شروع اسلام کے زمانہ میں لکھ کر چھپا رکھے تھے وہ تدریجاً نکال نکال کر مسلمانوں کی درسگاہوں میں لائے گئے۔

موجودہ نماز نے مسلمانوں سے زمانے کی قیادت کے اطوار چھین لئے

موجودہ نماز نے مسلمانوں کو فرقوں میں بانٹا ہوا ہے۔ ہر فرقے کی امتیازی نشانی ان کی مخصوص نماز ہے۔ ہر فرقہ کی پہچان ان کی مخصوص نماز سے کی جاتی ہے۔ آپ اس سے پہلے سورۃ نساء کی آیت نمبر 86 میں پڑھ آئے کہ جو چیز اللہ کی بجائے کسی اور کی دی ہوئی ہوتی ہے اس میں کئی اختلاف ہوتے ہیں۔ تو مسلمانوں کی مروج مانوی نماز بھی اللہ اور رسول کی بجائے حنفی نماز، حنبلی نماز، مالکی نماز، شافعی نماز، جعفری نماز، بوہری نماز، خوجوں کی نماز وغیرہ وغیرہ ہے۔ اس تفرقہ سے اللہ کی توحید کا اور وحدانیت کا تصور ٹوٹ کر چکنا چور ہو جاتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ توحید کی تشریح میں یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ توحید پر ایمان رکھنے والے حکومت میں رعیت میں طبقاتی معاشرہ کے خلاف ہوں گے۔ وہ توحیدی لوگ کلاس لیس سوسائٹی اور برابری کے قائم کرنے والے ہوں گے۔ مسلمانوں کے ہاں مروج ایرانی نماز عبادت نہیں ہے۔ عبادت کا معنی ہے اللہ کے اوامر و نواہی کی اطاعت کرنا کرانا، ان کی تعمیل کرنا اس طرح جس طرح اللہ کا حکم ہے۔ اس نماز کی شکل پوجاریوں کی پوجا والی ہے جس میں انسان کی تذلیل ہے۔ جس سے انسان اپنے مقام و مرتبہ سے گر جاتا ہے اللہ نے قرآن میں جس صلوٰۃ کی اقامت کا حکم دیا اس میں صلوٰۃ قائم کرنے والوں کی شان یہ بیان کی ہے کہ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ وہ لوگ جنہیں ہم اقتدار دلائیں، پاور اور حکمرانی عطا کریں تو ان کی اقامت صلوٰۃ یہ رنگ لائے گی کہ اس میں وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ ہوگا یعنی رعیت کی پرورش اور نشوونما کا بہتر انتظام ہو۔ پھر آگے فرمایا کہ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ یعنی یہ مصلین یہ صلوٰۃ قائم کرنے والے قانون کی حکمرانی کریں گے، معروف چیزوں کا حکم دیں گے اور برے کاموں سے روکیں۔

موجودہ نماز کے فضائل کی کچھ حدیثیں گناہ کرنے کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں

اللہ عزوجل نے قرآن حکیم میں اپنے قوانین کی یاد کے لیے فرمایا کہ ہر وقت انھیں ذہن میں ملحوظ رکھو اس حد تک کہ **وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ** 7.205 یعنی تم پر غفلت کی ایک گھڑی بھی نہ آئے۔ اس کے مقابلہ میں اس پنجگانہ فارس والی نماز کے متعلق فضائل کی حدیثوں میں لکھا گیا ہے کہ ہر پچھلی نماز اگلی نماز کے بعد والے درمیانی وقفہ کے دوران کیے گئے گناہوں کو مٹا دیتی ہے، صاف کردیتی ہے۔ ان نمازوں کی اسی فضیلت کی ایک اور بھی حدیث فضائل کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے کہ پانچ نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کسی کے گھر کے سامنے صاف پانی کی نہر بہتی ہو اور وہ شخص اس نہر سے ہر روز پانچ بار غسل کرتا ہو تو جس طرح پانچ بار غسل کرنے سے جسم پر میل کچیل نہیں رہے گی اور جو ہوگی تو وہ صاف ہو جائے گی۔ اس طرح پانچ نمازیں بھی گناہوں کو اسی طرح مٹا دیں گی۔ اب ان فضائل نماز کی حدیثوں کے مقابلہ میں سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۲۰۵ پر بھی غور کیا جائے۔ جس میں حکم دیا ہے کہ اللہ کے قوانین کی نگہداشت، ذکر اللہ کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ صبح شام لگاتار ہو۔ صبح شام کے محاورہ کی تشریح خود قرآن نے ہی بتادی کہ **وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ** یعنی اتنا ذکر اللہ کرو، اللہ کے قوانین کو سامنے رکھو کہ تم پر غفلت کا کوئی لحظہ بھی نہیں آئے۔ اب قرآن حکیم کا انسان کو اتنی تاکید کرنا کہ ہر دم ہر گھڑی یاد الٰہی سے غافل نہ رہنا اور اس کے مقابلہ میں نماز کے تخلیق کاروں کی بنائی ہوئی حدیثیں کہ ہر پچھلی نماز اگلی والی نماز کے وقفہ کے دوران کیے ہوئے گناہوں کو بخشوا دیتی ہے۔ کیا اس قسم کی گارنٹی انسان کو دو نمازوں کے درمیان گناہ کرنے کے لیے اکسا نہیں رہی ہے؟ جرأت نہیں بڑھا رہی ہے؟ کہاں قرآن کی فلاسفی، کہاں حدیثوں کا بخشش کے بہانے گناہوں کے کلچر کی آبیاری کرنا۔ میں پھر عرض کروں گا کہ قرآن کے حکم پر اس کی حکمت اور فلاسفی پر سوچا جائے، غور وفکر کیا جائے۔ قرآن کے لحاظ سے انسان کی یاد الٰہی اور اللہ کے قانون سے ایک گھڑی کی غفلت بھی اسے کہاں سے کہاں پہنچا سکتی ہے۔ اس لیے اللہ پاک ایک گھڑی کی غفلت سے بھی روکتا ہے۔ ان رجال کی تعریف کرتا ہے

جنھیں **الَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ ''وَلَا بَيْعٌ'' عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ** 24.37 یعنی وہی اللہ کے بندے ہیں جنھیں ان کی تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے قوانین کی یاد سے آڑے نہیں آتی اور یہ اپنے کاروباروں اور دکانوں، دفتروں کے چلانے کے ساتھ ساتھ قرآن کے نظام کو قائم کرنے میں شریک رہتے ہیں۔ اس حد تک کہ ان کی یہ اقامت صلوٰۃ انسانوں کی پرورش کا رنگ لاتی ہے اور یہ لوگ اس دن کے انجام سے بھی خوب ڈرتے ہیں جس دن انقلاب دشمنوں کو دل کے دورے پڑیں گے اور آنکھیں نکل آئیں گی۔ ان آیات سے مجھے قارئین کرام کو یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ اللہ کی تاکیدوں اور انتباہوں پر بھی غور کریں اور حدیثوں والوں کی ڈھیل دینے پر بھی غور کریں تو صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس طرف انسانوں کو قرآن لے جانا چاہتا ہے اس کے مقابل یہ حدیثوں اور نمازوں والے امامی علوم انسانوں کو قرآن کی منزل سے بالکل الٹ اور مخالف سمت کی طرف لے جا رہے ہیں۔

قرآن پر دشمنوں کا الزام کہ اس میں صلوٰۃ کی تفصیل نہیں

ہم بہت پریشان ہیں کہ کس سے انصاف مانگیں۔ قرآن حکیم میں اللہ عزوجل نے اعلان فرمایا کہ الٓرٰ کِتٰبٌ "اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ "ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ 11.1 یعنی قرآن حکیم کی جملہ آیات محکم اور طے شدہ اور پختہ ہیں۔ جن کی تفصیل خود اللہ کی جانب سے کی گئی ہے اور اللہ حکیم و خبیر ہے۔ جناب معزز قارئین! کوئی بتائے کہ ہم بتائیں کیا؟ پانچوں فقہ اور حدیث سازوں یعنی جملہ امام بارگاہوں کے ٹوٹل امام لوگ یہ مشہور کیے بیٹھے ہیں کہ قرآن اجمالی کتاب ہے۔ جس کی تفصیل ان کی احادیث اور فقہ سے ہوتی ہے۔ پیچھے میں عرض کرتا آیا ہوں کہ ان کی حدیثوں اور فقہ والی تفصیل قرآن کے احکامات کا رد ہے تفصیل نہیں۔ ان کی تفصیل قرآن کے انقلابی اعلانات کو موڑ کر پھر سے جاگیرداری اور سرمایہ داری کو لانے کا ایک حربہ ہے۔ اللہ نے کتنے واضح لفظوں میں فرمایا کہ میرے قرآن کی محکم آیات کی تفصیل بھی وہ درست ہے، وہ قابل قبول ہے، جو میں نے خود کی ہوئی ہے۔ یعنی تفصیل کے معاملہ میں بھی انسانوں کو میں نے کسی دوسرے کا محتاج نہیں بنایا۔ قرآن جس طرح میرا نازل کردہ ہے اس طرح اس کی تفاصیل بھی وہ درست اور قابل قبول ہوں گی جو فن تصریف آیات یعنی القرآن یفسر بعضہ بعضا کی روشنی میں ہوں گی۔ اس آیت کے بعد میں اور کیا لکھوں کہ فلاں حضرت فلاں امام یوں فرماتے ہیں۔ جان لینا چاہیے کہ قرآن حکیم کے کسی بھی مسئلہ میں وضاحت کے بعد لاکھوں امام جعفر، لاکھوں ابوحنیفہ، لاکھوں طبری زہری بخاری وغیرہ اس قرآنی تشریح کے خلاف اگر کچھ بھی کہیں گے تو ان کی کوئی بھی اہمیت نہیں ہوگی۔ آپ نے سورۃ ہود کی آیت نمبر ایک پر غور فرمایا ہوگا کہ 'ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ میں صیغہ مجہول کا استعمال کیا گیا یعنی یہ کتاب نزول کے ساتھ تفصیل کردہ بھی ہے اور وہ تفصیل بھی اللہ کی طرف سے جو حکیم اور خبیر بھی ہے۔ تو معزز قارئین قرآن پاک میں ایک سو دو بار لفظ صلوٰۃ کا استعمال کیا گیا ہے اور ہر موقع پر نئے نئے ماقبل اور مابعد کے ساتھ نئے نئے مضامین کے ضمن میں لایا گیا ہے۔ اس تکرار سے ہر بار صلوٰۃ کا مفہوم نکھرتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی معاشرہ کوئی ریاست کوئی مملکت اگر صلوٰۃ کے ان

مفہومات کی روشنی میں اپنی ریاست کا نظام قائم کر کے چلائے تو یقیناً اس ریاست کے جملہ افراد اور انکا پورا معاشرہ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ امثالی ملک بن جائے گا۔ یعنی اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کے حکم کی تعمیل سے جو رزلٹ سامنے آئے گا وہ نہ صرف فحاشی اور منکرات سے شہریوں کو بچائے گا بلکہ جملہ رعیت کے افراد اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ پر عمل پیرا ہونے سے وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ والی اعلیٰ نشوونما والی صحتمند حیات جاوداں کے پاکیزہ اوصاف سے متصف بھی بنیں گے۔ قرآن حکیم نے اپنی اس نہایت جامع قسم کی اصطلاح اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ کی جو تفاصیل قرآن میں سمجھائیں اور سموئیں ہیں ان کی افادیت کے لحاظ سے ہمہ گیریت اور جامعیت کو اگر سمجھا ہے تو میں اقرار کرتا ہوں کہ ان لوگوں نے سمجھا ہے۔ جنھوں نے امت مسلمہ سے حسد کی وجہ سے اور قرآن سے نفرت کی وجہ سے صلوٰۃ کے اس اکسیر معنی کو بدل کر اس کی جگہ انھوں نے اپنی والی اسلام کے آنے سے صدیوں پہلی والی نماز جو یہ لوگ سورج اور آگ کے سامنے پوجا کے طور پر پڑھتے تھے اسے حدیثوں اور فقہی استخراجات کے فارسی فن سے بطور صلوٰۃ کے ترجمہ کے ہمارے سر پر باندھی ہے جس سے پوری امت کئی فرقوں میں بٹ گئی ہے اور ان کی نماز سے نہ تو ہمارے معاشرے میں سے فحاشی ختم ہو سکی ہے نہ ہی ہمارے معاشرے میں سے منکرات ختم ہو پائے ہیں اور ختم تو کیا ہوں یہ برائیاں خود نماز پڑھنے والوں میں بھی اس ڈگری تک ہیں کہ اتنی بے نمازیوں میں بھی نہیں۔ اگر کسی کو میرے اس دعویٰ سے اختلاف ہو تو وہ خود جائے یا اپنی بیوی یا بیٹی کو کسی خانقاہ میں قیام کرائے اور پھر تماشہ دیکھے کہ بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید اور پھر قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید کی تصدیق ہوتی ہے یا نہیں کہاں صلوٰۃ کہاں نماز"۔

صلوٰۃ کے لیے قرآن حکیم کا فرمان ہے کہ یہ انقلابی منشور ہر ایرا غیرا عمل میں کہاں لاسکتا ہے۔ جن لوگوں کے بینک بیلنس روزانہ کیلکولیٹ ہو کر جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ' کے ذریعے بڑھتے ہی رہتے ہیں۔ یہ لوگ نمازی تو ہو سکتے ہیں لیکن یہ مصلی ہرگز نہیں بن سکتے۔ مصلی بنا ایسے لوگوں کے حصہ میں کہاں آئے گا جو ربوبیت عالمینی کے عظیم بار اور ذمہ داری کے لیے مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ "لَّا بَيْعٌ فِيْهِ

وَلَا خِلٰلٌ" 14.31 یعنی اپنا مال جو ہم نے انھیں عطا کیا ہے اسے مخفی اور ظاہری طریقوں سے خرچ کریں اور اتنا جلد خرچ کرنے میں لگ جائیں کہ یوم الحساب اور انقلاب کے دن آنے سے پہلے خرچ کریں جس دن کوئی سودے بازی والی رشوت اور سفارش کام نہ آسکے گی۔ تو جناب یہ آیت حوالہ کی روشنی میں اپنے گھر با ترجمہ قرآن میں پڑھ کر دیکھیں۔ مصلین کے لیے کہا گیا ہے کہ صلوٰۃ کی ڈیوٹی دینے والا وہ ہوسکتا ہے جو یہ سمجھے کہ میرے پاس جو مال و دولت ہے وہ میری نہیں۔ آپ نے دیکھا آیت میں آیا ہے کہ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یعنی جو رزق ہم نے اسے دے رکھا ہے وہ اسے سٹور نہ کرے بلکہ کھپاوے، خرچ کردے اور صرف یہ بھی نہیں کہ یوم الحساب کے دن سزا کے خوف سے خرچ کرے لیکن دل و دماغ سے اس نظریہ کو قبول کرتا ہو کہ میری کمائی ہوئی دولت صرف اور صرف میری ہے۔ تو قرآن اس ذہنیت کو بھی درست رکھنے کے لیے فرماتا ہے کہ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ یعنی رب العالمین کہ ربوبیت عالمینی کی صفت کو عمل میں لانے کا ذمہ دار خود کو سمجھے کیونکہ مومن مصلی سے اللہ کا ایگریمنٹ ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ 9.111 یعنی مومن کی جان اور مال اللہ کے ہاتھ بکے ہوئے ہیں۔ وہ اب اس کی اپنی نہیں اس کا مالک اللہ ہے اس مال پر حکم اس کا چلے گا۔ تو استجابت ربوبیت عالم کی ڈیوٹی کس طرح کرنی ہے تو فرمایا کہ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ 42.38

معزز قارئین غور فرمائیں کہ اس آیت میں مصلی اور صلوٰۃ کی ڈیوٹی کے ذمہ دار کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ اپنا مال اپنا نہ سمجھے اور فرمایا کہ صلوٰۃ کی ادائیگی صلوٰۃ کی ڈیوٹیاں اسے کس طرح سرانجام دینی ہیں۔ فرمایا کہ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ یعنی صلوٰۃ کی ذمہ داریاں سرانجام دینے کے لیے مجلس مشاورت میں طریقہ کار اور تفصیلات پاس کی جائیں کیونکہ وہاں ہر علاقے اور ہر خطہ کی ضروریات اور مطالبات کو سامنے رکھ کر وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ پر عمل کرنا ہوگا اور پارلیمنٹ کو ترجیحات بھی پاس کرنی ہوں گی۔

جناب عالی! کون کافر ہے جو کہتا ہے کہ قرآن میں صلوٰۃ کی تفاصیل اللہ نے نہیں

بتائیں۔ قرآن نے تو درست اور کامیاب صلوٰۃ کی نشانی بھی بتادی کہ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ یعنی صلوٰۃ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے قیام سے معاشرے میں سے برائیاں اور فحاشیاں رک جاتی ہیں۔ یہ بھی سمجھا دیا کہ صحیح مصلی اور سچا صلوٰۃ قائم کرنے والا وہ ہوگا جس کے زیر انتظام اور زیر کفالت رعایا میں کوئی بھوکا نہیں رہے گا یعنی جس معاشرے کو اقامت صلوٰۃ سے ترتیب دیا جائے گا اس میں مسکینوں کے لیے کھانا کھلانے کا بھوکوں کو بھوک سے بچانے کا انتظام اعلیٰ درجہ کا ہوگا۔ صلوٰۃ کی اس تفصیل کو سمجھنے کے لیے سورۃ ماعون کا اچھی طرح مطالعہ کرنے سے صلوٰۃ اور مصلی کے معانی اچھی طرح ذہن نشین ہوں گے جس میں صاف صاف سمجھایا گیا ہے کہ جس سماج یا معاشرے میں اتنے بے مہار اور لوگوں کا لاابالی پن ہو کہ وہ کسی احتساب کو مانتے ہی نہ ہوں اور خود کو کسی نظام کا پابند نہ سمجھتے ہوں اور من مرضی میں مست ہو کر وہ بے سہارا لوگوں کو دبانے اور ڈانٹنے کے ساتھ دھتکارتے ہوں اور جن کے وسائل تنگ بنائے گئے ہوں انھیں کھانا تک کھلانے کے لیے مالداروں سے کوئی حیل و حجت اور باز پرس نہ کی جاتی ہو تو ایسی صورتحال میں صلوٰۃ کے منتظمین کے لیے تباہی اور ہلاکت ہے جو وہ اپنی اقامت صلوٰۃ کی ڈیوٹی میں سستی برت رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے اوپر کی بتائی ہوئی آفتیں پیدا ہوگئی ہیں اور یہ انقلاب کے یا ریاست کے ذمہ دار منتظمین مصلین صرف اس وقت ڈیوٹی دیتے ہیں جب کوئی عوامی شو بازی کا موقعہ ہو، ٹی وی یا مووی پر لوگوں کو قطار میں کھڑا کر کے راشن کی تھیلیاں یا دیگر اشیاء ضرورت بانٹتے ہیں جس سے صرف اپنی نمائش ان کو مقصود ہوتی ہے۔ بقایا وقتوں میں کسی محتاج کا حال بھی نہیں معلوم کرتے اور رزق کے گوداموں کے گودام سر بمہر کیے بیٹھے ہیں۔ تو ان مصلین کیلئے ہلاکت ہے ان کی شامت ان پر لانی چاہیے۔ اب سورۃ ماعون کے اس خلاصہ پر غور کریں سوچیں اور بتائیں کہ قرآن حکیم صلوٰۃ کے ذمہ دار مصلین کے احوال کس قسم کے بتا رہا ہے اور مصلین کی غیر ذمہ دارانہ بے عملی کے نتائج کی تصویر قرآن حکیم نے کیسی کھینچی ہے۔ وہ یہ کہ جب جب جس جس علاقہ کے مصلین اپنی ذمہ داری سرانجام نہیں دیں گے اور ڈیوٹی نہ دینے کے احتساب سے نہیں ڈریں گے تو ان علاقوں میں بے آسرا، بے سہارا لوگوں کو دھکے پڑیں گے۔ ان

کا کوئی پرسان حال نہ ہوگا اور ان علاقوں میں ان مسکینوں کے بھوکے پیٹ کے لیے روٹی کا انتظام نہ کیا جاتا ہوگا تو اس علاقہ کے مصلین کو مار پڑے گی۔ کہ وہ اتنے غفلت میں بدمست ہیں کہ معاشرہ بگڑا اور تباہ ہوتا جارہا ہے ان کو اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ یہ مصلین صرف اس دن ڈیوٹی کرتے ہیں جس دن کسی طرح ان کی نمائش ہو اور یہ بن سنور کر کیمرا کے سامنے آئیں۔

اب میں ایرانی نماز کو صلوٰۃ کے معنی اور ترجمہ میں استعمال کرنے والوں اور اس مقصد کی حدیثیں اور فقہی استنباط گھڑنے والوں سے سوال کرتا ہوں کہ قرآن نے صلوٰۃ کا کتنا اونچا تصور اور مقام پیش کیا ہے اور صلوٰۃ کا اور مصلین کی ذمہ داریوں کا قرآن نے کتنی تفصیلی تفسیر پیش کی ہے کہ صلوٰۃ کی اس قرآنی تعبیر سے موجودہ مروج نماز کا جوڑ ہی نہیں لگتا۔ یہ نماز قرآن کی صلوٰۃ سے میچ ہی نہیں کھاتی۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اہل فارس والے اپنی شکست کے بدلے میں قرآن کی انقلابی اصطلاحات کو حدیثوں کے نام پر اگر غلط معنی نہ پہناتے تو آج کے دور میں قرآن اس طرح سمجھا جاتا جس طرح رسول اللہ کے زمانے میں سمجھا گیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود میں اب بھی دعویٰ سے کہتا ہوں کہ کسی بھی آدمی کو پہلے پہل صرف قرآن ہی پڑھایا جائے اور اس تعلیم میں امامی گروہ کی حدیثوں اور فقہی ملاوٹوں سے اسے بے خبر رکھا جائے تو ایسا آدمی قرآن کی تعبیر وہی سمجھے گا جو اللہ نے سمجھانی چاہی ہے اور جو قرآن کی واقعی سچی تعبیر ہے یعنی جو خالص قرآن پڑھے گا وہ رسول اللہ کو غیر فطری تخلیق کردہ عورت کے منہ والی گھوڑی پر چڑھا کر عرش پر معراج کرانے نہیں لے جائے گا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ 30.30 یعنی اللہ کے قانون تخلیق میں سسٹم میں کوئی تبدیلی نہیں آتی یعنی اللہ نے عورت کے منہ والی گھوڑی پیدا ہی نہیں کی۔ لیکن ان حدیثیں بنانے والے اماموں نے خبر نہیں کہ عورت کو گھوڑی بنایا ہے یا گھوڑی کو عورت بنایا ہے۔ یہ تو اللہ کے قانون تخلیق کے خلاف انوکھی آلٹریشن کی ہوئی قسم کی سواری ہے۔ بہرحال یہ ذکر میں اس لیے لایا ہوں کہ معراج کے لیے سواری ہی غیر فطری ہے تو معراج کے بہانے ملی ہوئی نماز بھی غیر قرآنی اور غیر اسلامی ہے اور اللہ کی شان کے خلاف ہے۔ یہ بات سمجھنے کے لیے میرا مضمون "قرآن والی عبادت" میری کتاب آیات بینات میں پڑھا جائے۔

موجودہ مروج نماز کے لئے تواتر عملی کی دلیل

کہا جاتا ہے کہ موجودہ نماز کا ثبوت اور دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ کے زمانۂ حیات سے لے کر آج تک ہر دور میں امت کا جم غفیر یہ مروج نماز پڑھتا آرہا ہے۔ یہ عمل یہ نقل خود ایک بڑا ثبوت اور دلیل ہے کہ یہ ہی نماز اللہ نے ہم پر فرض کی ہوئی ہے"۔ جواباً عرض ہے کہ یہ تواتر کے حوالہ سے نماز کا عمل اور نقل یہ تو گویا کہ مسلمانوں کی تاریخ کا، نماز کی تاریخ کا معاملہ ہوا۔ ویسے تو اتر ہو یا نہ ہو فرض جیسی چیز اور حکم تو دلیل مانگتی ہے۔ پہلے ثبوت اور دلیل نص قطعی سے یعنی قرآن سے بعد میں دوسرے لوازمات اور وہ بھی اتنا ضروری نہیں کہ قرآن میں سے کسی حکم کی بابت دلیل ملنے کے بعد کوئی دوسرا ثبوت بھی مانگا جائے گا۔ سو سمجھ لینا چاہیے کہ قرآن حکیم کا ثبوت فرض جیسے حکم کے لیے پہلی شرط ہے۔ باقی جہاں تک نماز کی تاریخ سے تواتر عملی کو فرضیت نماز کی دلیل لیا جاتا ہے تو تاریخ کے ظالم اور بے رحم صناعین نے یہ کیوں نہیں بتایا کہ اسلام کے خلیفہ اول کی کنیت ابوبکر جو تو اتر کے حوالہ سے اتنی ہی مشہور اور عام ہے جتنی کہ نماز پھر اس مصنوعی گونگی تاریخ نے یہ کیوں نہیں بتایا کہ خلیفہ اول کے ماں باپ کا رکھا ہوا نام عبداللہ کس سال میں ترک کیا گیا اور کنیت کے حوالہ سے اسے کون سے سال میں پکارا جانے لگا اور اس کنیت کی وجہ تکنیۃ کیا ہے؟ مناسبت کیا ہے؟ اور اصلی نام کے مقابلہ میں کنیت کی وجہ ترجیح کیا ہے؟ یہ معمہ اور یہ پہیلی وہ اصحاب مطالعہ سمجھ سکتے ہیں جو تیرا بازوں کے کنایوں اور استعاروں کو خوب جانتے ہوں۔

نماز کا تواتر جنم دینے والے بھی یہی حدیث ساز اور فقہ ساز لوگ ہیں اور مسلمانوں کی تاریخ نویسی کا مدار اور منبع بھی روایات کا کشکول ہے۔ جاننا چاہیے کہ دلائل کی دنیا میں عقل و فہم کو کبھی بھلانا نہ چاہیے۔ عقل اور استدراک کے مقابلہ میں تواتر کے جم غفیر کو دلیل کا مقام دینا یہ جبر اور اکراہ کا ہتھکنڈہ ہوگا۔ اگر ایک بڑی اکثریت کسی چیز کی مدعی ہے اور ان کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں اور اس کے مقابلہ میں چند ایک گنے چنے لوگ کوئی دعویٰ کرتے ہوں اور ان کے پاس ثبوت کے لیے ٹھوس ثبوت اور دلیل ہو تو اہمیت دلائل کی ہوگی۔ مقابل اکثریت کی کوئی بھی اہمیت نہ ہوگی۔ یہ بات خود قرآن نے سمجھائی ہے وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ

يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللهِ 6.116 یعنی اکثریت کے پیچھے نہ چلنا۔ یہ جم غفیر تمہیں ہدایت کی راہ سے گمراہ کرے گا۔ اگر تاریخ کے تواتر عملی کے نام سے ایرانی فارسی مجوسی پوجا والی نماز کو اللہ کی فرض کردہ عبادت کا درجہ دینا ہے تو تاریخ کے مردوں کی قبریں اکھیڑنے کا عملی کلچر رائج کرنا چاہیے۔ قرآن کی رہنمائی اس مورچہ پر بھی قرآن والوں کو بے سہارا نہیں چھوڑتی اللہ نے قرآن میں منادی کرادی، اعلان کرایا کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ "أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا 33.40 یعنی میر احمد کسی بھی مرد کا تم میں سے باپ نہیں لیکن وہ رسول اور خاتم الانبیاء ہے۔ سو اس کی رسالت اور ختم نبوت کی حفاظت اور بچاؤ کے لیے ہم نے اسے بیٹا نہ دے کر آل رسول کے نام پر حرفت سے ختم نبوت کو بچانا چاہا ہے کیونکہ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا اللہ ایسے جملہ حربوں کو جاننے والا ہے"

جناب عالی اس مروج فارسی نماز میں درود ابراہیمی پڑھ کر ایک طرف تو آل ابراہیم یعنی یہود اور نصاریٰ پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہو۔ دوسرا آل محمد کہہ کر کس پر صلواتیں بھیج رہے ہو جبکہ قرآن نے رسول اللہ کے نام پر فلسفہ آل کا رد کیا ہے انکار کیا ہے۔ اب یہ درود جو متواتر طریقوں سے آئی ہوئی نماز میں تواتر سے پڑھا جاتا ہے یہ بھی تو نماز کی طرح متواتر ہوا۔ یہ تواتر خلاف قرآن بھی ہوا۔ آپ نے غور فرمایا کہ قرآن آل محمد کی اصطلاح کا انکار کرتا ہے۔ پورے تیس پاروں کے اندر کہیں بھی آل کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا تو پھر ایسے متواتر چکروں کی کیا اہمیت ہوگی جو غیر قرآنی ہوں اور مخالف قرآن ہوں۔ ذرا انصاف کریں کہ رسول اللہ سے ایک بہت بڑے جم غفیر نے عملی طور پر نماز نقل کی، پڑھی، ادا کی اور ہر دور میں اس طرح بڑے بڑے مجمعوں نے عملی نقل کرتے کرتے ہم تک پہنچائی تو آج پندرہویں صدی تک وہ رسول والی نماز امت کو کیوں موصول نہ ہو سکی؟ امت کے پاس تو امام ابو حنیفہ کی نماز، امام جعفر صادق کی نماز، امام شافعی کی نماز، امام مالک کی نماز، امام احمد بن حنبل کی نماز ہے اور حدیثوں کے نام پر جتنے امام لوگ ہیں ان سب اماموں کی نماز جدا جدا ہے۔ کسی ایک کی دوسرے سے ملتی نہیں۔ کوئی دعویدار ہے کہ ان کی نماز رسول والی ہے جو رسول کو خود کو بھی پڑھنی نہیں آتی تھی اس کو بھی جبرئیل نے امامت کر کے رسول کو مقتدی بنا کر پڑھائی اور سکھائی۔

معزز قارئین آپ نے قرآن میں پڑھا ہے کہ ساری انواع مخلوق حیوانات پرندوں وغیرہ کے لیے قرآن نے بتایا ہے کہ كُلٌّ " قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ' وَتَسْبِيحَهُ' 24.41 یعنی سب ڈھور ڈنگر، پرند چرند اپنی اپنی صلوٰۃ جان گئے۔ باقی رسول اور خاتم الانبیاء کو صلوٰۃ نہیں آتی تھی تو یہ حدیثیں اور فقہ بنانے والے امام بتاتے ہیں کہ شروع شروع میں اللہ نے جبرائیل کو بھیجا کہ جاؤ میرے رسول کو نماز سکھاؤ تو جبرائیل نے رسول اللہ کا پیش امام بن کر اسے نماز سکھائی۔ عجیب بات ہے کہ وہ انسان وہ آدم جو مسجود ملائکہ ہے وہ ملائک کا شاگرد اور مقتدی بنایا گیا ہے اور سجدہ کرنے والا ملائک حدیثیں بنانے والوں نے مسجود شخصیت کا پیش امام بنا دیا۔ واہ ان کی کرشمہ سازی۔ دروغ گورا حافظہ نباشد کے بقول یہ لوگ حدیث بنا بیٹھے ہیں کہ رسول نے معراج پر جانے سے پہلے مسجد اقصیٰ میں سوا لاکھ نبیوں کو دو رکعت نماز کی امامت کرائی۔ پھر لکھتے ہیں کہ نماز ملی ہی معراج میں اور اس کے بعد رسول کو نماز کیلئے جبرائیل نے آ کر امامت کر کے نماز پڑھائی۔

پیشانیوں پر سجدوں کے نشان سے موجودہ نماز کا ثبوت

بعض لوگ آیت سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ 48.29 سے نماز کی دلیل پکڑتے ہیں۔اس آیت میں رسول اللہ اور اس کے ساتھیوں کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں، اس آیت میں کہیں بھی نماز کا ذکر نہیں۔اگر مان بھی لیں کہ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ سے مراد نماز کی وجہ سے پیشانیوں پر نشان ہوں گے تو اس آیت میں جتنے اوصاف بتائے گئے ہیں ان میں رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کا وصف بھی ہے کہ یعنی یہ پیشانیوں کی نشانیوں کی وجہ سے پہچانے جانے والے آپس میں رحیم و کریم اور مہربان ہوں گے لیکن یہاں تو مسجدوں میں نمازیوں کی کمیٹیوں کی رجسٹریشن ہی فرقوں کے ناموں سے گورنمنٹ کراتی ہے اور بعض مساجد کے تو دروازوں پر نمازیوں کے مسلک اور فرقوں کے نام لکھے گئے ہیں کہ کہیں دوسرے فرقے والا اندر نماز پڑھنے نہ آئے یا قبضہ کرنے کا کوئی پلان نہ بنائے۔تو جب یہ لوگ آپس میں رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ نہیں ہیں اور نماز کے مختلف نمونے یہاں نفرت کا سبب بنے ہوئے ہیں تو سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم والی علامت ان میں پیدا ہو نہیں ہو سکتی اور اگر یہ لوگ ماتھے کی جلد پر رگڑ کے کالے نشان کو معنی بناتے ہیں تو قرآن میں یہی سِيمَا کا لفظ بدمعاشوں کی پہچان کیلئے بھی آیا ہے یعنی يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ 55.41 یعنی مجرموں کی پہچان بھی ان کی نشانیوں سے ہوگی پھر پکڑا جائے گا ان کو پیشانیوں اور قدموں کے ذریعے۔نہ صرف سِيمَاهُمْ کا معنی اتنا محدود ہے بلکہ اللہ نے تو منافقین کی پہچان کیلئے بھی یہی لفظ استعمال کیا ہے کہ وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُم بِسِيمَاهُمْ 47.30 یعنی اے میرے رسول اگر ہم چاہتے کہ تجھے منافق دکھا بھی دیں اور تو انکو پہچان بھی جائے انکو انکی نشانیوں سے تو یہاں نشانیوں سے مراد خصائل کے موافق انکی شخصیت اور عملی اوصاف اور اعمال کے موافق پرسنلٹی یہ چیزیں معتبر صالحین کی اپنی ہوتی ہیں تو بدمعاش منافق اور مجرم کی علیحدہ اپنی ہوتی ہے جسے آپ مجرم اور منافق کیلئے چھچھورپن بھی کہہ سکتے ہیں تو لفظ سِيمَا کا معنی پیشانی والا کالا داغ نہیں ہے اگر سِيمَا سے کالا داغ مراد لیا جائے جو صرف پانچ نمازیں پڑھنے سے نہیں بنتا بلکہ ان پانچ سے بڑھ کر پریکٹس سے ہوتا ہے تو اس شرط سے یہ والی پانچ نمازوں پر گزارا کرنے والے تو مارے گئے۔

موجودہ نماز کی تائید میں
علامہ پرویز صاحب کا غلط استدلال

علامہ پرویز صاحب اپنی تفسیر مطالب الفرقان میں سورۃ بقرہ کی تیسری آیت کے جملہ وَيُقِيمُونَ الصَّلَوٰةَ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ یہ مروج نماز بندے کی اللہ سے محبت، نیاز مندی اور اطاعت کے خلوص کی وہ اضطراری کیفیت ہے کہ جس طرح کوئی مقرر تقریر اور لیکچر کے دوران زبان ہلانے کے سوا دوسری جسمانی حرکات بھی اس سے سرزد ہوتی ہیں۔اگر اس کو پابند کیا جائے کہ وہ بات کرتے وقت ہاتھ نہ ہلائے اور باقی جسم کو بھی کوئی حرکت نہ دے تو لازماً وہ اپنے جذبات اور مافی الضمیر کی صحیح طور پر ادائیگی نہ کر سکے گا یعنی وہ جو اپنی بات سمجھانے اور موقف کو تسلیم کرانے کے لیے جسم ہلاتا ہے تو نماز بھی بندہ کی اللہ کے سامنے اطاعت کی وہ کیفیت اضطراری ہے۔میں نے پرویز صاحب کی یہ عبارت اپنی یادداشت کی بنیاد پر خلاصہ کے طور پر نقل کی ہے اس لیے کہ میرے سامنے یہ مضمون لکھتے وقت اس کی تفسیر موجود نہیں ہے جو ان کے اصل الفاظ اور عبارت نقل کر سکوں۔بہرحال جواباً عرض ہے کہ بنیادی طور پر یہ معمول میں قبول کرتا ہوں کہ جذبات اور مافی الضمیر کی ادائیگی کے دوران زبانی کلامی گفتگو کے علاوہ جسمانی حرکات لازماً سرزد ہوتی ہیں تو جناب پرویز صاحب اس صلوٰۃ کی ادائیگی کی جو لازماً حرکات سرزد ہونی چاہئیں وہ حرکات اس موجودہ نماز کی سی ہو ہی نہیں سکتیں۔وہ حرکات جو اس قرآنی صلوٰۃ کی ادائیگی کے لیے ظاہر ہونی چاہئیں ان کی کیفیات ہر وقت یکساں قسم کی نہیں ہو سکتیں۔ان کے سرزد ہونے کی اقسام موقع محل کے لحاظ سے کئی طرح سے مختلف اور متنوع ہوں گی جن میں سے کچھ وہ اضطراری کیفیتیں صلوٰۃ کے مفہوم کو سمجھانے کے لیے حاضر خدمت ہیں۔ملاحظہ ہو۔آخری پارہ کی سورۃ ماعون پر غور فرمائیں۔اللہ عز و جل پہلی تین آیات میں معاشرے اور ملکی یا ریاستی صورتحال پر قرآن حکیم میں ایک تعارفی تبصرہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے احتساب کو لوگ جھٹلا رہے ہیں۔ان کے دماغ میں جیسے دین اور قانون کی کوئی وقعت نہیں اور اس لاابالی پن کا یہ نتیجہ معاشرہ میں ظاہر ہو گیا ہے کہ بے سہارا لوگوں کو یہ قانون شکنی کرنے والے قانون دشمن لوگ دبا رہے ہیں دھمکا رہے ہیں ڈرا

رہے ہیں۔ رعیت کے بے سہارا لوگوں کی بیچارگی کا یہ عالم ہو گیا ہے کہ ان کو دو وقت تک کھانا بھی نصیب نہیں۔ قرآن حکیم اس صورتحال کو پیش کرنے کے بعد فرماتا ہے کہ ایسی بھیانک صورتحال اور ماجرا پیدا ہونے اور کرنے کا سبب یہ ہے کہ انقلاب اور اسٹیٹ کے قانون نافذ کرنے والے ذمہ دار افسر اپنی صحیح ڈیوٹی نہیں دے رہے۔ اس لیے **فَوَيْلٌ** " **لِلْمُصَلِّيْنَ** ایسے افسروں ایسے حاکموں کے لیے ہلاکت ہو، تباہی ہو، ان پر مار پڑنی لازم ہے۔ آگے یعنی بعد کی تین آیتوں میں حاکموں کی نفسیاتی اور اندرونی نااہلی اور بدنیتی کا قران حکیم نے تجزیہ پیش کیا ہے وہ جا کر ہر کوئی خود پڑھے۔ مجھے اب یہاں مصلی کو اس چارج شیٹ ملنے کے بعد جو جوابی طور پر اس کی حرکات و سکنات ہونی چاہئیں اس پر عرض کرنا ہے۔ ایک قسم یہ ہے کہ موجودہ نماز کی حرکات جو پرویز صاحب نے بتائی ہیں۔ دوسری حرکات یہ ہیں کہ مصلین اور صلوٰۃ کے ذمہ دار جیسے ہی اسے چارج شیٹ ملی ہو۔ وہ پابند ہے کہ اس کی صلوٰۃ سے اس کی حدود جیورسڈکشن میں اوپر کی طرح افراتفری نہ ہونے پائے تو اس مصلی اور علاقہ کے حاکم کی حرکات اور اضطراری کیفیات یہ ہوں گی کہ وہ ماعون کے اندر یعنی سامان معیشت سے بھرے ہوئے گوداموں کے گیٹ کھول کر ہر بھوکے ننگے بیماروں کو ان کے گھروں میں جا کر اشیاء ضرورت فراہم کرے اور جن نوکر شاہی کے کارندوں نے ذاتی لالچ یا غفلت اور سستی کی وجہ سے معاشرے کے نادار لوگوں کو محروم کر دیا ہے تو ان افسروں کو چوراہوں پر برسر عام کھلی پیٹھ پر چابک برسائے جائیں۔ یہ ہے اقامت صلوٰۃ کی وہ اضطراری کیفیت جس سے شاید اللہ کے ہاں اس مصلی کو آگے معافی مل سکے اور ازالہ ہو سکے اور صلوٰۃ کے اس انداز ادائیگی سے **الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ** کے جرم کی معافی مل سکے۔ اس کے مقابلہ میں صلوٰۃ کی اضطراری کیفیت اگر بقول پرویز صاحب یہ موجودہ مروج نماز تسلیم کریں گے تو اس سے معاشرے کے بے سہارا نادار لوگوں کا تو بھلا نہیں ہوا۔ وہ تو پہلے کی طرح محروم رہے اور انھیں محروم بنانے والا تو نیت نماز باندھے اپنی معافی کے لیے رکوع سجدوں سے چمچہ گیری کر رہا ہے جو اللہ کو پسند نہیں۔ وہ تو غنی ہے بے پرواہ ہے۔ اس کے ہاں جو احتساب کا میٹر گھومتا ہے اس میں یہ کچھ دیکھا جاتا ہے کہ **اَنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى**

دیکھو کہ میرا کوئی بندہ بھوکا نہ رہ جائے ننگا نہ رہ جائے **وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى** ' کوئی پیاسا نہ رہے کوئی بے گھر بغیر چھت کے دھوپ میں نہ سڑے سردی سے نہ ٹھٹھرتا رہے۔ اللہ نے بنیادی حقوق کا جو چارٹ اور میمورنڈم دیا ہوا ہے اس کے فوائد ہر شہری کو حاصل کرنے کا نام اقامت الصلوٰۃ ہے۔ اور صلوٰۃ کی غیر اختیاری حرکات لازمی طور پر ایسی ہونی چاہئیں جن سے صلوٰۃ کا عملی رزلٹ ظاہر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ حج آیت 41 میں فرمایا گیا کہ **اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ** یعنی جن لوگوں کو ہم دھرتی پر اقتدار دلائیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ صلوٰۃ کو قائم کر کے دکھائیں اور وہ اقامت الصلوٰۃ اس طرح کی ہو جس سے افراد رعیت کو **وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ** یعنی بہتر پرورش اور احسن طریقہ سے پھلنے پھولنے کی سہولیات میسر ہوں۔ اقامت صلوٰۃ کی ایڈمنسٹریشن میں **وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ** کا محکمہ بھی الرٹ رہے تو **وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ** یعنی تم جب یہ شرائط پوری کرو گے تو انجام کار اللہ کا یہ قانون خود بخود درست کرا دے گا۔ تو اس صلوٰۃ کے لیے اللہ نے سورۃ شوریٰ کی آیت 38 میں فرمایا کہ **وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ** 42.38 یعنی جن لوگوں نے اللہ کے قانون ربوبیت کو مان لیا ہے تسلیم کیا ہے اب ان پر لازم ہے کہ اس کی تعمیل کے لیے نظام صلوٰۃ قائم کریں اور اس صلوٰۃ کی تفصیلات کے لیے جملہ معاملات ان کی مشاورت سے طے ہونے چاہئیں۔ یاد رہے کہ ان شورائی فیصلوں میں **مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ** ہمارے دیئے ہوئے بجٹ یعنی وسائل رزق کو حاجتمندوں پر خرچ کریں۔ تو اس منشور کی پیروی صلوٰۃ ہے اور منشور کی خلاف ورزی کرنا صلوٰۃ کو ضائع کرنے کے معنوں میں آئے گا۔

جہاں تک غیر اختیاری حرکات کو صلوٰۃ کا معنی دینے کی بات ہے پرویز صاحب کی طرف سے ایسی بات کہنے اور توجیہ لکھنے کی وجہ سے میں یہ ان غیر اختیاری حرکات کی بھی تشریح کیے دیتا ہوں کیونکہ علامہ پرویز صاحب رموز قرآن کو سمجھنے والے ہیں جس کے لیے ہمیں خوشی بھی اور عزت و احترام بھی ہے۔ باقی منتقلی ریٹ پر دو چار رکعتوں کے اماموں کے آگے تو بھینس کے

آگے بین بجانے کے مترادف ہوگا۔ تو جناب پرویز صاحب! حضرت موسیٰ نے کوہ طور سے واپسی پر جب دیکھا کہ میرے پیچھے یہ بنی اسرائیل بچھڑے کی پوجا کر رہے ہیں تو ان پر نگران کے طور پر پیچھے چھوڑے ہوئے اپنے بھائی اور اللہ کے رسول حضرت ہارون علیہ السلام کو دیکھتے ہی ایک ہاتھ سے اس کی داڑھی پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے سر کے بال پکڑ کر گردن موڑ کر اسے زمین پر لیٹا رہے تھے تو حضرت ہارون چیخے کہ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي اے میرے بھائی میری داڑھی اور سر چھوڑ دے إِنِّي خَشِيتُ أَن تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَآءِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي 20.94 بھائی میں ڈر گیا تھا کہ کہیں آپ یہ نہ کہتے کہ تو نے میرا انتظار کیا ہوتا اور تو نے اپنی بندشوں سے فرقے پیدا کرنے والی صلوٰۃ کیوں ڈکلیئر کی۔ تو جناب عالی اگر حضرت ہارون علیہ السلام ان کو روکتے تو یہ اس کا عمل اس کی اقامت صلوٰۃ سے شمار ہوتا۔ لیکن اس کا اتنا بڑا عمل بنی اسرائیل کا فرقوں میں بٹ جانے پر منتج ہوجاتا۔ تو حضرت ہارون نے اجتہاد کیا کہ جس صلوٰۃ سے لوگوں میں فرقے بن جائیں وہ صلوٰۃ ہی چھوڑ دینی چاہیے۔ جہاں تک حضرت موسیٰ کا اپنے بھائی سے اس سلوک کا معاملہ ہے تو صلوٰۃ کی اضطراری اور غیر اختیاری حرکات ایسی ہوتی ہیں کہ کوئی اگر اللہ کی مقرر کی ہوئی ڈیوٹی صحیح طرح سرانجام نہ دے تو اس کو داڑھی سے پکڑ کر الٹا لٹکا دینا چاہیے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کر رہے تھے۔ تو حضرت موسیٰ کا یہ عمل غیر اختیاری حرکات تصور کیا جائے گا۔ نہ کہ یہ حرکات جو ایرانی مانوی زرتشتی نماز جو آگ کے سامنے پوجا کے طور پر پڑھی جاتی ہے۔ وہ اس لیے کہ غیر اختیاری حرکات تابع ہوتی ہیں ایک اختیاری جذبہ نظریہ اور عمل کے۔ سو وہ اختیاری جذبہ وفکر اور اس کو لازم ہونے والی غیر اختیاری حرکات یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عمل میں تو ملتی ہیں اس مانوی پوجا والی نماز میں نہیں ملتی۔ اس لیے کہ اس نماز سے اللہ کی تشبیہ بتوں سے ہوتی ہے اور یہ نماز وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ حکم الٰہی کے خلاف پڑھی جاتی ہے۔

اس کے بعد جناب پرویز صاحب سورۃ نساء کی آیت نمبر 102 کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ پورے قرآن میں ایک آیت ہے۔ جس سے موجودہ مروج نماز کی رکعات والی شکل ثابت ہوتی

ہے. مجھے پرویز صاحب کے اس استدلال سے بھی اختلاف ہے اور اس قسم کے استدلال کو ماننے سے دو اور دو چار روٹی کا تاثر ملتا ہے۔

جناب عالی! پہلے غور فرمایا جائے کہ اس آیت میں حضور اکرم کو جو فرمایا گیا ہے کہ وَ اِذْ كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ اس عبارت پر غور فرمائیں کہ فرمان ربی ہے کہ اے میرے رسول اگر تو اپنے لشکر کے ساتھ ہو اور قائم کرنا چاہیں اجتماع صلوٰۃ کو تو قرآن حکیم کی عبارت بتا رہی ہے کہ یہاں وہ اجتماع صلوٰۃ نہیں جسے یہ پانچ وقت فرض نماز کہا جاتا ہے۔ اگر یہ والی مروج نماز ہوتی تو عبارت کچھ اس طرح ہوتی (اب میں یہاں اردو عبارت لکھتا ہوں اس لیے کہ لفظ نماز کے لیے عربی زبان میں کوئی لفظ نہیں کہ اے پیغمبر جب تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہو اور اسی اثناء میں نماز کا وقت آجائے تو ایسے حال میں اپنی جماعت کے دو حصے بناؤ۔ ایک آپ کے پیچھے نماز پڑھے دوسرا دشمن کے مقابلہ میں کھڑا ہو اور جب آپ کے پیچھے والا سجدہ دے چکے تو یہ مورچہ والوں کی جگہ پر چلے جائیں اور مورچہ والے آکر آپ کی دوسری رکعت میں شریک ہو کر اپنی پہلی رکعت شروع کریں۔ میں یہاں اس آیت کے خلاصہ کو ختم کرتا ہوں۔ ہر ایک جا کر اپنے گھر میں اس آیت پر غور کرے)

میں نے عرض کیا کہ قرآن کے الفاظ سے یہ والی مروج نماز ثابت نہیں ہوتی اس لیے کہ اس کا دن رات میں پانچ بار آنا ایک جدول کی طرح خودکار اور آٹومیٹک ہے۔ اس کے لیے اللہ یہ الفاظ کیونکر فرمائیں گے کہ وَ اِذْ كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ اس جملہ میں فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ میں اقامت صلوٰۃ رسول کی چاہت اور اختیار پر موقوف دکھائی گئی ہے۔ جبکہ معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ فرائض کی ادائیگی کسی کے چاہنے اور نہ چاہنے، اختیار اور عدم اختیار پر موقوف نہیں ہوا کرتی۔ اللہ کے فرائض لازمی ہوتے ہیں ہر حال میں ان پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ تو سوچ لینا چاہیے کہ یہاں فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ سے جو اجتماع مقصود ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ کی حیثیت ایک سربراہ مملکت کی ہے اور یہاں میدان جنگ میں اسے یہ وحی ہوئی ہے۔ سربراہ کے ساتھ ساتھ رسول اپنے لشکر کے کمانڈر بھی ہیں۔ تو آیت کا

معنی بھی اس طرح کا ہوگا جو مخاطب یعنی جس سے یہ خطاب کیا جا رہا ہے اس کے عہدہ کے موافق ہو۔ جبکہ نماز والا ترجمہ تو ایسا کیا گیا ہے جیسے مترجمین نے رسول اللہ کو تنخواہ دار مسجد کا ملا سمجھ رکھا ہے جو چار رکعتیں پڑھانے سے خود کو امام کہلاتا ہے۔ اب غور فرمائیں اصل ترجمہ جو حضور کی شان اور عہدہ کے موافق ہے۔ معاف فرمائیں ترجمہ سے پہلے ایک چھوٹی سی گزارش وہ یہ کہ رموز مملکت خسرواں دانند۔ حاکم اعلیٰ اور کمانڈران چیف جنگی راز وقت سے پہلے شاید اپنے خاص اور قریبی ساتھیوں کو بھی سنایا نہیں کرتے کہ ظاہر، لیک نہ ہو جائیں۔ تو عین میدان جنگ میں مورچوں پر براجمان حالت میں جنگی حکمت عملی کے اہم موڑ سمجھانے یا پہلے کی ہدایات سے مختلف نئے امور دشمن کے مقابلہ کے سمجھانے کے لیے ضرورت پڑ جائے تو اس کیلئے فوجی سربراہ جو اجلاس اور اجتماع منعقد کرانا چاہے تو قرآن اس کے متعلق رسول اللہ سے کہتا ہے **وَاِذَ كُنْتَ فِيهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ** یعنی اے رسول اگر آپ اپنے لشکر کے ساتھ ہوں اور قائم کرنا چاہیں ان کی بریفنگ کے لیے کوئی اجتماع تو اس کی صورت یہ ہونی چاہیے۔ میں پھر اپنی بات تکرار سے دھراتا ہوں کہ کوئی بھی دائمی فرض شدہ اور پہلے کے معمول کی کوئی ڈیوٹی ہوتی تو اس صورت میں یہ والی اختیاری عبارت نہ ہوتی۔ سو اختیار والی عبارت خود بتا رہی ہے کہ یہ اجتماع جسے قرآن سمجھا رہا ہے یہ اللہ کی طرف سے حکم کیا ہوا نہیں ہے۔ یہ کمانڈر کی طرف سے ضروری سمجھا گیا ہے اس کی چاہت سے قائم کیا گیا ہے یہ اس کا بلاوا ہے یہ سربراہ مملکت کی بلائی ہوئی میٹنگ ہے۔ تو مفہوم اور ترجمہ کے لیے **فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ** کے صیغہ واحد مذکر مخاطب پر غور کریں کہ اقامت کس کی چاہت سے ہو رہی ہے اور یہ چاہت کس کی طرف منسوب ہے۔ اور ان شرطیہ علامت بھی بتا رہی ہے کہ یہ سربراہ مملکت اور فوجی سربراہ کی مشیت اور چاہت کا معاملہ ہے۔ چاہے تو بلائے اور اگر ضروری نہ سمجھے تو نہ بلائے (میرے خیال میں میں اس خوف کی حالت کے اجتماع کی ہدایت کو سمجھانے کے لیے مناسب وضاحت کر سکا ہوں۔ تاہم اسکی اور بھی زیادہ تفصیل ہے جو میری سندھی کتاب صلوٰۃ اور نماز میں فرق میں موجود ہے)

اوقات صلوٰۃ اور صلوٰۃ الوسطی

پہلے تو یہ مسئلہ ذہن میں رکھا جائے کہ قرآن حکیم نے صلوٰۃ کے معنی فن تقابل اور صنعت تقابل سے آیت **فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى** 75.41 اور آیت **فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ" اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ** 19.59 کے ذریعے خود متعین کر دی کہ ایک نظام اور سسٹم کی اتباع اور تابعداری ہے۔ صلوٰۃ کی اصطلاح کے لحاظ سے جو اجتماعات، میٹنگز، کانفرنسیں، سیمینار اور شورائی مجالس اسمبلی پارلیمانی جس بھی نوعیت کے ہوں وہ سارے کے سارے جن کا ایجنڈا تدبیر مملکت اور رعایا کے مسائل اور حاجات کا حل ہوگا وہ سب کے سب اصطلاحاً اجتماع صلوٰۃ ہوں گے۔ مطلب یہ کہ مانوی آتش پرستی والی پوجا کی شکل یہ نماز تو کہیں بھی قرآنی صلوٰۃ کے ترجمہ میں متصور نہیں ہو سکتی۔ رہا سوال یہ کہ قرآن میں بتائے ہوئے اوقات صلوٰۃ کیلئے پانچ کے عدد کی گنتی زبردستی ثابت کرنا، پھر اس کا مفہوم مروج مانوی نماز لینا یہ تو ایک لحاظ سے انتہائی کم علمی اور کم عقلی کی بات ہوگی۔ تاہم میں کم علم اور کم عقل لوگوں کے ذہنی اطمینان کے لیے چند الفاظ عرض کرتا ہوں۔

پہلے تو جان لینا چاہیئے کہ پانچ کا عدد اور فگر کا تقدس اور احترام اسلام اور مسلمانوں کا نہیں۔ پانچ سے عقیدت اہل فارس کے ہاں اسلام کے آنے سے بھی پہلے سے تھی۔ وہ پانچ مقدس مقتداء اہل فارس میں یہ رہے ہیں اہواز، ہرمز، اہرمن، مزدک، نوشیرواں۔ قدس سرہ کی باطنی اور تقیہ بازٹیم نے پانچ کی فگر کو اپنے فن حدیث سے بنی الاسلام علی خمس کے ذریعے اسلامائیز کر کے پھر تقیہ کے برقعہ میں اپنے لوگوں کے نام چھپا کر نعرہ مار دیا کہ

خدا کے نور سے پیدا ہوئے ہیں پانچوں تن محمد است علی فاطمہ حسین وحسن

اس شعر کی کوئی بھی معنوی حقیقت ثابتہ نہیں ہے۔ قرآن میں پورے تخلیقی رامیٹریل میں نور کا کہیں بھی ذکر نہیں۔ جملہ انسان مٹی اور پانی سے بنے ہیں اس سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ مطلب عرض کرنے کا یہ ہے کہ نمازوں کی گنتی کا عدد پانچ یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ نماز ایرانی ہے۔ ویسے تو شاہ ولی اللہ نے بھی اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ نمازیں اصل میں تین ہیں بعد میں بڑھا کر پانچ کر دی گئی ہیں۔ شاہ ولی اللہ کا قول میں نے صرف پانچ کی فگر کے رد کے لیے لکھا

ہے۔ ویسے تو شاہ صاحب بھی نماز کے تصور میں اوروں کی طرف ہیں۔ مجھے کسی پر الزام لگانے کا کوئی حق نہیں لیکن اتنا میں ضرور عرض کروں گا کہ مکھی پر مکھی مارنے اور حقائق کو جانتے ہوئے بھی اصل بات کرنے سے کترانا اور تقیہ کا سہارا لینا یہ کافی سارے لوگوں کا وطیرہ نظر آتا ہے۔ شاہ ولی اللہ کے بیٹے شاہ عبدالعزیز نے کتاب لکھی بنام تحفہ اثنا عشریہ تو اپنا نام فرضی لکھ دیا۔ پھر بڑے عرصہ کے بعد فرضی اور اصلی نام منصہ شہود پر آئے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پانچ کی فگر اور عدد کو مقدس بنانے اور تقدس دلانے کے لیے حدیثیں بنانے والوں نے جو یہ حدیث بنائی ہے کہ **بنی الاسلام علی خمس** یعنی اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ اس پر الگ نظر ڈالیں، ایک کلمہ توحید، دوسرا پانچ نمازیں، تیسرا یہ حدیثوں والی مروجہ زکوٰۃ اور چوتھا ان کی حدیثوں والا حج اور پانچواں روزہ۔ اگر غور کیا جائے تو بنیاد کی ان پانچ اقسام میں صرف کلمہ توحید ہے باقی فروعات کے باب سے ہیں۔ اگر یہ لوگ اس طرح کی حدیث بناتے ہیں کہ اسلام کی تین بنیاد ہیں توحید، رسالت اور قرآن تو یہ بات زیادہ پکی ہوتی اور جامع ہوتی۔ لیکن حدیث بنانے والے اپنی دانست میں مسلمانوں کو اندھا اور بے وقوف سمجھتے ہوں گے۔ علاوہ ازیں انھیں اپنے پانچ کے عدد کو بھی تو اہمیت دلانے کی ہر وقت یاد ستاتی رہتی ہے۔ تو ان کی سب حدیثیں لازمی طور پر بہت اہم پس منظر رکھتی ہیں۔ سندھ ساگر اکیڈمی مستقبل قریب میں ایک کتاب لے آئے گی جس میں ایک کالم میں قرآن کی آیت ہوگی اور مقابل کالم میں اس آیت قرآن کو توڑنے اور رد کرنے والی حدیث ہوگی اور ایسی روایات کا ذخیرہ بہت ہی بڑا لمبا چوڑا ہے فیصلہ قارئین حضرات خود کریں گے۔ ویسے بھی حدیثوں کے حوالہ سے یہ مشہور ہے کہ قرآن کی پانچ سو آیات منسوخ ہیں۔ اب بتائیں کہ جن دو ڈھائی سو سالوں میں حدیث سازی کا عمل رہا اتنے عرصے میں پانچ سو آیتیں کینسل ہوگئی ہیں تو آج تو پندرھویں صدی ہے حساب لگاؤ کہ باقی کیا بچتا ہے۔ تو یہ اصل مشن تھا دربار فارس کے شکست خوردہ اساورہ کی تقیہ اور باطنی طریقہ سے قائم کردہ قدس سرہ کی ٹیم کا۔

جناب معزز قارئین! اللہ نے الصلوٰۃ کی اصطلاح سے ریاست چلانے والوں، انقلاب کے ورکروں اور بیوروکریٹوں کو جوان کی ڈیوٹیوں کے لیے ذمہ داری دی ہوئی ہے اس

کے لیے فرمایا کہ **إِنَّ الصَّلَوٰةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا 4.103** یعنی مومنین پر جو ڈیوٹیاں لاگو کردہ ہیں وہ کتاب موقت ہیں یعنی ان کا ٹائم ٹیبل تحریری اور لکھت میں متعین ہونا چاہیے جس کی وہ پابندی کریں۔ تو اب سوائے ایمرجنسی کے عمومی قسم کے اوقات صلوٰۃ جو قرآن حکیم نے بتلائے ہیں وہ دو قسم کے بنتے ہیں۔ ایک قسم ہے کہ خاص اور معین وقت میں ڈیوٹی دی پھر چھٹی پھر جب وقت آیا تو پھر ڈیوٹی دی اسے آپ شفٹوں کے نام سے بھی پہچانتے ہیں اور یہ معنی آپ **وَأَقِمِ الصَّلَوٰةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ 11.114** سے لے سکتے ہیں۔ یعنی دن کے اول حصے اور آخری حصے اور رات کے کسی حصہ کو لے سکتے ہیں۔ آپ آج کی اصطلاح میں انھیں مارننگ، ایوننگ اور نائٹ ڈیوٹی کہتے ہیں اور دوسری قسم اوقات الصلوٰۃ کی یہ ہے کہ **أَقِمِ الصَّلَوٰةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا 17.78** اس آیت میں ایک تو بتایا کہ آپ کے لیے صلوٰۃ کا وقت دلوک شمس سے لے کر رات کے آجانے تک ہے۔ لفظ غسق میں وسعت معنوی اتنی ہے کہ کوئی اگر ساری رات بھر مراد لے تو لے سکتا ہے لیکن علماء نے اول حصہ رات مراد لیا ہوا ہے اور دلوک کے معنی علماء لغت کے ہاں دن کے چڑھنے یعنی شروع حصہ اور ڈھلنے یعنی آخری حصہ دونوں مراد لیے ہیں اس سے مراد پورا دن لیا جاسکتا ہے۔ تاہم اللہ پاک نے انسانی طبعی تقاضا کا خیال رکھتے ہوئے بیچ میں دوپہر کے وقت قیلولہ کے لیے جسے لنچ ٹائم بھی کہا جاتا ہے اس کا استثنا کیا ہے جو آپ سورۃ نور کی آیت 58 میں پڑھ کر دیکھیں فرمان ہے کہ **وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُم مِّنَ الظَّهِيرَةِ** یعنی ظہر کے وقت آپ پر کوئی صلوٰۃ کی ڈیوٹی نہیں یہ آپ کے آرام کرنے کا وقت ہوتا ہے۔ معزز قارئین! آپ اس آیت پر بار بار نظر دوڑائیں اور غور کریں اللہ عزوجل نے تین وقتوں کو آپ کے آرام اور خلوت کا وقت قرار دیا ہے۔ فرمایا کہ ثلاث مرات یعنی تین وقتوں میں آپ کے گھر کے خادم اور بے سمجھ بچے آپ کے خلوت خانے اور آرام گاہ میں بغیر اجازت کے نہ آئیں کیونکہ یہ اوقات **ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَّكُمْ** ان تین وقتوں میں آپ آرام کے نامکمل لباس میں ہوتے ہیں۔ تو ان تین اوقات کا تعارف جو قرآن نے کرایا

ہے اس پر غور فرمائیں۔ ایک ہے قَبْلِ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ کے نام سے یعنی صلوٰۃ فجر سے پہلے کا وقت اور دوسرا وقت بتایا وَ مِنْ بَعْدِ صَلٰوۃِ الْعِشَآءِ یعنی صلوٰۃ عشاء کے بعد کا ٹائم۔ یہ دو ٹائم تو قرآن نے صلوٰۃ کے حوالہ سے قبل اور بعد کے طور پر بتائے ہیں۔ لیکن عجیب بات ہے کہ تیسرا ٹائم قرآن نے وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ کی عبارت سے بتایا یعنی جب دوپہر کو آپ کپڑے اتار کر قیلولہ کرتے ہیں تو قرآن نے اس وقت ظہر کے لیے قبل الصلوٰۃ یا بعد الصلوٰۃ کا ان دو کی طرح جملہ استعمال نہیں فرمایا۔ اس سے میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ قرآن اس صنعت عبارت سے روایات اور فقہ کے امامی علوم کا پول کھول رہا ہے کہ انھوں نے صلوٰۃ کے معنی اپنی والی نماز بنا کر پانچ کے مقدس عدد کے برابر آپ کیفرمایا کہ ثلاث مرات یعنی تین وقتوں میں آپ کے گھر کے خادم اور بے سمجھ بچے آپ کے خلوت خانے اور آرام گاہ میں بغیر اجازت کے نہ آئیں کیونکہ یہ اوقات ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ان تین وقتوں میں آپ آرام کے نامکمل لباس میں ہوتے ہیں۔ تو ان تین اوقات کا تعارف جو قرآن نے کرایا ہے اس پر غور فرمائیں۔ ایک ہے قَبْلِ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ کے نام سے یعنی صلوٰۃ فجر سے پہلے کا وقت اور دوسرا وقت بتایا وَ مِنْ بَعْدِ صَلٰوۃِ الْعِشَآءِ یعنی صلوٰۃ عشاء کے بعد کا ٹائم۔ یہ دو ٹائم تو قرآن نے صلوٰۃ کے حوالہ سے قبل اور بعد کے طور پر بتائے ہیں۔ لیکن عجیب بات ہے کہ تیسرا ٹائم قرآن نے وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ کی عبارت سے بتایا یعنی جب دوپہر کو آپ کپڑے اتار کر قیلولہ کرتے ہیں تو قرآن نے اس وقت ظہر کے لیے قبل الصلوٰۃ یا بعد الصلوٰۃ کا ان دو کی طرح جملہ استعمال نہیں فرمایا۔ اس سے میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ قرآن اس صنعت عبارت سے روایات اور فقہ کے امامی علوم کا پول کھول رہا ہے کہ انھوں نے صلوٰۃ کے معنی اپنی والی نماز بنا کر پانچ کے مقدس عدد کے برابر آپ کے گلے میں ڈال دی ہے۔ یہ ان کی بناوٹ ہے۔

میں نے صلوٰۃ کو پبلک ڈیلنگ کے اوقات کار کے معنوں میں آپ پر ڈیوٹی لگائی ہے۔ اللہ اپنی پوجا کرانے کا کوئی شوق نہیں رکھتے۔ اس نے تو اس آیت میں ظہر کے وقت قبل یا بعد صلوٰۃ کا حوالہ نہ دے کر عجمی علوم کا بھانڈا پھوڑ دیا اور پانچ نمازوں کا فلسفہ قرآن نے سارا دھڑام سے

زمین دوز کر دیا۔ اللہ نے صلوٰۃ کیلئے صرف ایک وقت ظہر کو قبل یا بعد نہ لا کر ان کا فلسفہ بگاڑ دیا۔ اس لیے کہ اللہ کو علم تھا کہ پانچ سے ایک وقت نکالنے کے بعد یہ لوگ بقایا چار اوقات کی نماز کا نظریہ قبول نہیں کریں گے کیونکہ ان کو چار کے عدد سے الرجی ہوتی ہے اور یہ لوگ شاہ ولی اللہ کی تحقیق کے بھی مقتدی نہیں بنیں گے اس لیے کہ تین کے عدد سے تو ان کی چار والی فکر سے بھی زیادہ چڑ ہے۔ اور اگر پھر یہ کہا جائے کہ بھلا دو وقت تو نماز ہونی چاہیے کچھ نہ کچھ تو پوجاریوں کی بھی تسکین خاطر ہونی چاہیے اس پر ہم کیوں جھگڑیں مسلمان تو پانچ بھی بھگت رہے ہیں۔ بات ہے علوم امامیات کے بانیوں کی جو انھوں نے پانچ نمازوں کو پچاس سے کنسیشن، رعایت کرا کر کم کرایا ہے۔ اصل میں ان کی نیت یہ تھی کہ مسلمان ہر وقت لیٹرین کے دروازے پر ازار بند منہ میں کیے کھڑے رہیں۔ اگر اس سے فراغت مل بھی جائے تو بقول علامہ اقبال

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں انھیں   خوب تر کر دو مزاج خانقاہی میں انھیں

یعنی یہ رہبانیت میں اتنے پھنسے رہیں کہ کسی رومی یا فارسی غلام ساز استحصالی سامراج کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کی ان کو فرصت نہ ملے تو دو نمازوں سے ان کا مقصود پورا ہوتا ہوا نظر نہیں آیا۔

صلوٰۃ وسطیٰ کیا ہے؟

اوقات صلوٰۃ کی پابندی اور حفاظت کی تلقین کے ساتھ قرآن نے فرمایا کہ صلوٰۃ وسطیٰ کی حفاظت کی زیادہ تاکید کی جاتی ہے اس کا کچھ بڑھ کر اہتمام اور تحفظ کریں۔ تو یہ صلوٰۃ وسطیٰ کیا چیز ہے؟ جس طرح اللہ نے امت مسلمہ کو فرمایا کہ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ 2.143 یعنی ہم نے آپ کو لوگوں میں مرکزیت پر فائز کیا ہے تا کہ تم انسانوں کی، ان کے اعمال و افکار کی نگرانی کرو حفاظت کرو۔ اب اگر ترتیب انبیاء اور امم کو دیکھا جائے تو رسول اللہ اور اس کی امت تو سب انبیاء اور ان کی امتوں کے آخر میں ہے لیکن انسانوں کے معاملات کو درست رکھنے کی ذمہ داری اور مرکزیت کی حامل ڈیوٹی مسلمانوں پر رکھی گئی ہے (یہ اور بات ہے مسلمان آج کے دور میں مرکزی تو کیا کہیں کا بھی نہیں رہا) تو صلوٰۃ

وسطیٰ کا معنی وہ ڈیوٹی ہے جس کی ادائیگی سے سارے محکمہ جات کے مسائل حل ہوں۔ یہ معنی کچھ زیادہ تفصیل طلب ہے۔ مثال کے طور پر محکمہ فنانس ہے۔ اب اس کے سدھارنے اور مضبوط رکھنے سے دیگر جملہ محکموں کی ضروریات فراوانی سے پوری ہو سکیں گی۔ تو اس لحاظ سے مالیات کو ایک لحاظ سے مرکزیت حاصل ہوئی۔ لیکن مالی محکمہ کے سدھرنے کا تو وقت بھی محکمہ پیداوار پر ہے اور پروڈکشن منسٹری سے اگر پیداوار میں تساہل برتا گیا تو خزانہ کہاں سے مضبوط ہوگا اور پھر اگر یہ دونوں محکمے درست بھی کیے جائیں تو محکمہ تعلیم اگر خراب ہوگا تو خزانہ کے اور پیداوار کے محکموں کی بہتری بھی کوئی کام نہ دے سکے گی کیونکہ تعلیم کے زوال سے جاہل انجینئر اور جاہل ڈاکٹر اور جاہل ایڈمنسٹریٹر یہ سب لوگ پیسوں کے زیاں ہی ہیں۔ آگے چلو اگر تعلیم بھی درست ہو جائے یعنی پیداوار، خزانہ اور تعلیم اچھی ہوگئی ہے لیکن کرپشن بہت ہے اخلاق خراب ہیں اور نہی المنکر سے رائیونڈ کا تبلیغی اسلام اسے روک رہا ہے تو پھر بھی گاڑی رک جائے گی لیکن چلو اگر وزارت معارف اور امر بالمعروف اور نہی المنکر کے ساتھ لا اینڈ آرڈر بھی درست کیے دیتے ہیں تو عدلیہ کے بکاؤ مال ججوں کا معاملہ آ جائے تو معاشرہ پھر بگڑ جائے گا۔ تو یہاں مرکزیت اور وسط کی ڈیوٹی کے معنی یہ سمجھنے چاہیے کہ ہر صیغہ انتظام کی جو ایک دوسرے کے ساتھ اضافت اور نسبت ہے اور ایک کام دوسرے کام پر موقوف بنا ہوا ہے یہ ہوگا تو وہ ہوگا یہ نہ ہو سکا تو وہ نہ ہو سکے گا تو یہ نسبت اضافی جو سب کو ملاتی ہے جو سب میں کامن ہے جو سب کی قدر مشترک ہے اس کی جو مرکزی حیثیت ہے اسے اللہ عزوجل نے صلوٰۃ الوسطیٰ قرار دیا ہے جسے جملہ محکمہ جات کی آپس میں کمیونیکیشن کہنا چاہیے اس میں کوئی کسی کو ناکام بنانے کے لیے عدم تعاون کی ڈنڈی نہ مارے۔ جملہ کارکنان انقلاب اور بیوروکریسی سب کی کامیابی کے لیے یکساں سوچ اور عمل کریں۔ اگر مرکزیت اور یکسانیت کا لحاظ نہ رکھا گیا تو پوری ریاست بکھر جائے گی۔ یہ ہے صلوٰۃ وسطیٰ کی حفاظت کا مفہوم۔

موجودہ مروج نماز میں التحیات کیا ہے؟

حدیث ساز اماموں نے اپنی بنائی ہوئی روایات میں لکھا ہے کہ رسول اللہ انسانی عورت کے منہ والی گھوڑی پر اللہ سے ملاقات کرنے اوپر گئے۔ اس ڈبل جنس والی غیر فطری سواری کا نام حدیث ساز اماموں نے براق لکھا ہے جبکہ وہ اپنے نام کے خلاف برق یعنی بجلی کے زور پر نہیں گئی ہے۔ اس کے پر بھی دکھائے گئے ہیں۔ اللہ نے اگر اونٹ کی قسم کے کسی جانور کو پر دیئے تو اسے بھی چھپایا نہیں اس کو شتر مرغ کے نام سے دنیا میں عام کیا۔ شاید اس کے پیدا کرنے اور عام کرنے میں حکمت اللہ پاک نے یہ رکھی تھی کہ ازبکستان و بخارا کے حدیث سازوں کے جھوٹ کا پول کھول دے کہ جب شتر مرغ پروں کے ہوتے ہوئے اڑ نہیں سکتا تو براق والی گھوڑی پروں کے زور پر کس طرح اڑ سکی ہوگی اور پھر گھوڑی کو عورت کا سر آلٹرنیٹ کرنا تاکہ سواری پر چڑھنے والے کو راحت اور تسکین ملے۔ عجیب ماجرا ہے کہ رسول کو اللہ کے پاس لے جایا جا رہا ہے کس قسم کے تصورات سے اور اللہ کے ہاں اوپر آسمانوں پر جانے کا تو تصور ہی غلط ہے۔ یہ تو اللہ کو کسی جہت میں، تحت اور فوق کے حساب سے مکان میں محدود کرنا ہوا۔ حدیث ساز لوگ شاید لوگوں کو الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى 20.5 سے مغالطہ دینا چاہتے ہوں گے کہ وہ سات آسمانوں کے اوپر عرش پر بیٹھا ہوا ہے یہ لوگ تو وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ کا معنی بھی عام لوگوں سے چھپائے بیٹھے ہیں جبکہ مختصراً میں یہاں عرض کیے دیتا ہوں کہ عرش کا پانی پر ہونا کا معنی سمجھنے کے لیے وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ کی آیت پر غور کرنے کے لیے تصریف آیات کی روشنی میں وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ 21.30 کو سامنے رکھا جائے گا تب عرش اور استویٰ کے معنی سمجھ میں آئیں گے۔ یعنی کائنات کی جملہ اشیاء کی حیات کا مدار پانی پر ہے اور پانی پر اللہ کا عرش ہے تو معنی نکل آیا کہ حیاتیات پر اللہ کا کنٹرول ہے۔ یہ ہوا معنی الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى کا۔ تو معراج کے نام پر حدیث بنانے والوں کی مت ماری ہوئی ہے کہ وہ اللہ کو جہت اور مکانوں میں مقید کر رہے ہیں۔ یہ معراج کی کہانی سے اپنے مجوسی پیشوا مانی صاحب کی ایجاد کردہ پوجا والی نماز کو اسلامائز کرنا چاہتے ہیں تو اللہ کے مقام اور

مرتبہ کو بھی بھلا بیٹھے ہیں۔ اللہ عزوجل تو ہر بنی بشر کے لیے فرماتا ہے کہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ 50.16 یعنی ہم ہر انسان کے اس کی سانس لینے والی رگ سے بھی قریب ہیں۔ تو یہ معراج والی ملاقات غیر فطری سواری پر جس میں جنسی تسکین کا بھی انتظام کیا ہوا ہے اور ساتھ ساتھ انسانیت کی تذلیل بھی ہوئی ہے کیونکہ گھوڑی میں عورت کا سر فٹ کیا ہوا ہے۔ یہ دولہے کے سرگس کا ساسماں، یہ عبد اور معبود بندہ، آقا کے درمیان نہیں جچتا اور پھر رسولؐ اللہ کے حضور میں پہنچتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔ یہ کہانی میری نہیں حدیثوں کی ہے۔ میرے خیالات تو وہ ہیں جو قرآن میں آپ نے پڑھے کہ ہر وقت ہر جگہ اللہ اپنے بندے کے اس کی شہ رگ سے بھی قریب ہے۔

ملاقات شروع ہو جاتی ہے اور اس ملاقات کے مکالمے نماز میں پڑھی جانے والی التحیات بتائی جاتی ہے۔ اب ان مکالموں پر غور فرمائیں پہلے پہل اللہ کو رسول تحفہ جات، گفت پیش کرتے ہیں اور وہ تحفے صلوٰت اور طیبات ہیں۔ اب سوچا جائے کہ یہ صلوٰۃ اور طیبات ہیں کیا؟ اگر صلوٰۃ کا معنی موجودہ نماز کی قسم کی عبادت ہے تو اس کے لیے یہ حدیثیں بنانے والی قدس سرہ کی ٹیم کہتی ہے کہ یہ نماز ملی ہی معراج میں ہے تو حضور نے کیسے یہ نمازوں کا تحفہ دیا اور کہاں سے لایا؟ اگر یہ لوگ فرمائیں کہ یہ نماز حضور پہلے سے جانتے تھے تو جناب حدیثوں والوں نے تو اپنی روایات میں یہ لکھا ہے کہ حضور کو نماز بطور فرض ملنے کے بعد اس کے اوقات اور طریقہ کار سکھانے کے لیے اللہ نے جبرائیل کو رسول کے پاس بھیجا تھا جس نے آ کر رسول کا پیش امام بن کر اسے نماز سکھائی اور پڑھائی۔ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہاں صلوٰۃ کے معنی نماز نہیں اور مزید یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ معراج کے قصہ میں جو حدیثوں والوں نے یہ لکھا ہے کہ حضور آسمان پر جانے سے پہلے یروشلم آئے اور وہاں اس سے پہلے استقبال کے لیے سارے انبیاء علیہم السلام کو ان کی قبروں سے نکال کر لایا گیا تھا اور اس اجتماع کی خوشی میں سب نے مل کر دو رکعت نفل نماز بطور شکریہ کے پڑھی اور ان دو رکعتوں کی امامت محمد رسول اللہ نے کرائی۔ تو اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب پیغمبر معراج سے پہلے نماز پڑھنے کا طریقہ جانتے تھے تو معراج میں ملنے والی نماز سکھانے کے لیے جبرائیل رسول کے امام کیونکر بنے؟ حدیثوں کا یہ تضاد ثابت کر رہا ہے کہ معراج کا قصہ اور اس میں ملنے والی

نماز دونوں چیزیں غیر قرآنی اور علوم امامیات کی اختراعات میں سے ہیں۔ پھر تحائف میں صلوٰۃ کے ساتھ طیبات بھی ہیں ان طیبات کے معنی وہ پاکیزگیاں کہی جاسکتی ہیں اور ہوں گی جو بندہ گناہوں اور رذائل سے خود کو بچاتا ہے اور نافرمانیوں سے محفوظ رہ کر بچ کر عملی اور نظری پاکیزگی حاصل کرتا ہے۔ اب غور کرنا چاہیے کہ یہ صلوٰۃ اور طیبات انسان کی ضرورت کی چیزیں ہیں۔ انسان کو اللہ کا حکم ہے کہ وہ صلوٰۃ اللہ کی تفاصیل کا اتباع کرے اور خود کو رذائل سے محفوظ بنا کر خسیس چیزوں سے بچا رہے اور اعمال میں طیبات سے دور نہ ہو۔ مطلب عرض کرنے کا یہ ہے کہ جو چیزیں کسی کو تحفے میں دی جاتی ہیں یا دی جانی چاہئیں وہ اس کی ضروریات کی ہونی چاہئیں۔ اللہ تو ضرورتوں سے پاک ہے، بلند ہے، غنی ہے، صمد ہے۔ اتنا پاک اتنا بلند کہ اسے کسی پوجا اور عبادت کی بھی ضرورت نہیں، پرواہ نہیں، احتیاج نہیں۔ یہاں یہ بھی سمجھ میں اور دھیان میں رہے کہ بندوں کے لیے قرآن حکیم میں کئی ساری جگہوں پر آیا ہے کہ وہ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ یا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ 52.56 یا اس طرح کے الفاظ کہ میری عبادت کرو۔ ان سب سے مراد ہے میرے قوانین کی اتباع کرو۔ میرے سوا طاغوت اور شیاطین کے کہے پر نہ چلو۔ تو اس لحاظ سے اللہ کی عبادت کے معنی ہوں گے کہ اللہ کے قرآن میں جتنے بھی اوامر اور نواہی بتائے گئے ہیں انسان کی فلاح اور بھلائی صرف انہی میں ہے۔ تو اس صغریٰ کبریٰ کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کی عبادت کا معنی ہے اس کے احکام کو بجالانا، ان کی اطاعت کرنا تاکہ انسان کا بھلا ہو انسان ظلم اور خسران سے بچ سکے۔ تو براہِ راست یوں بھی آپ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کا معنی ہے انسان کی بھلائی۔ میرے خیال میں میری اس گزارش کو سمجھنے میں آپ کو تب سہولت ہوگی جب آپ سورۃ نور کی آیت 55 پر غور کریں گے آیت کے درمیان میں ایک جملہ ہے وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا غور فرمائیں کہ انسانوں پر ظلم اور بدکاریوں کے نتیجے میں جو خوف اور بدامنی کی کیفیت طاری ہوتی ہے اس کا ازالہ تب ہو سکتا ہے جب يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا یعنی خاص میرے دیئے ہوئے قانون پر چلیں اور کسی اور کو میرے ساتھ شریک نہ کریں۔ تو اللہ کی عبادت کا

براہِ راست معنی یہ نکلا کہ انسانوں کو خوف اور وحشت ختم ہو کر امن کا ماحول ملے۔ تو میرے مدعا کا مقصد یہ ہے کہ صلوٰۃ اور طیبات کا انسان محتاج ہے۔ یہ چیزیں انسانی ضروریات کی ہیں تو انسانی ضرورت کی چیز کا تحفہ اس غنی عن العالمین اور صمد و بے نیاز ہستی کو کیسے دیا جا سکتا ہے؟ اور یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ کوئی اللہ عز و جل جیسی ہستی کے سامنے یہ تصور بھی کر سکے کہ میں اسے ہدیہ اور تحفے دے رہا ہوں چہ جائیکہ وہ تحائف بندے کی بندگی ہی کیوں نہ ہو۔ دیکھ نہیں رہے کہ سامنے رب ذوالجلال ہے اس کے سامنے یہ سوچنا کہ میری بندگی اگر اسے تحفہ میں دی جائے یہ ہدیہ لائق فخر ہو گا۔ معاذ اللہ یہ تصور اللہ کے مرتبہ کو گھٹاتا ہے، اس سے اللہ کا مرتبہ کم ہوتا ہے گر جاتا ہے۔ بندہ اپنے رب کے سامنے مجال نہیں رکھتا کہ اس دینے والے کو لینے والا سمجھے۔

میں اس بحث کی مناسبت سے قارئین کی یاد تازہ کروں کہ عام خاص لوگوں کو آپ سنتے ہوں گے کہ وہ حقوق اللہ کا جملہ استعمال کرتے ہوئے روزہ نماز وغیرہ کو اللہ کے حقوق کی لسٹ میں گنواتے ہیں جبکہ حقیقت بالکل اس کے الٹ ہے۔ پورے قرآن میں ایسی کوئی بات اللہ نے نہیں کہی۔ جملہ تیس پاروں میں صرف ایک جگہ اللہ نے ایک چیز کو اپنا حق کہہ کر پکارا ہے کہ **وَاٰتُوا حَقَّہٗ یَوْمَ حَصَادِہٖ 6.141** کیا شان ہے اللہ کی کہ سارے قرآن میں صرف ایک چیز کیلئے بندوں سے کہا کہ کھیتی پک جانے کے بعد فصل کاٹ کر اناج اٹھا کر گھر کو لے جا رہے ہو تو آج کے دن میرا بھی تو کوئی حق یاد کر کے کچھ دیتے جاؤ۔ تمہارے بیج کو مٹی میں گلنے کے بجائے حفاظت سے سرسبز و تر و تازہ کر کے میں نے اگایا، اسے مخالف ہواؤں سے بچا کر پنپنے میں مدد کی، اسے ایک سے سات سو دانے تک بڑھا دیا، سبحان اللہ! تعجب کا مقام ہے کہ اللہ جسے اپنا حق کہہ رہا ہے تو اللہ سے پوچھ کر دیکھو کہ یا اللہ میں اپنی فصل اور اناج سے آپ کا حق کہاں ادا کروں کس کو دوں؟ تو اللہ نے فرمایا کہ **وَاٰتِ ذَالْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ 17.26** یعنی قریبی محتاج کو، مسکین کو اور جو سفر میں لٹ گیا ہو اندازاً آٹھ مصرف قرآن میں ذکر ہوئے ہیں، ان کو اپنے مال میں سے دینا ایسا ہے جیسے کسی نے اللہ کا حق ادا کر دیا۔ تو قرآن حکیم میں ایک جگہ جس چیز کو اللہ نے اپنا حق کہہ کر پکارا ہے وہ بھی اس کا اپنا کام نہیں، اپنی ضرورت و حاجت نہیں

اپنے لیے نہیں بلکہ نادار محتاجوں اور اپاہج مسکینوں کے لیے مانگا ہے اور ان کی ضرورت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ التحیات جو نماز کے قعدے میں پڑھی جاتی ہے اسے حدیثیں بنانے والوں نے معراج کے موقعہ پر اللہ اور رسول کی آپس میں گفتگو کر کے بتایا ہے اور ان کی یہ حدیث جھوٹی ہے۔ رسول جیسی عظیم دانا ہستی اس طرح اللہ کے حضور میں کوئی کچی بات کر ہی نہیں سکتی۔ یہ مکالمہ رسول کی شان کے بھی خلاف ہے۔

پھر آگے اس مکالمہ کی حدیث بنانے والے لکھتے ہیں کہ رسول نے جب تحفے، ہدیہ صلوٰۃ اور طیبات کے اللہ کو پیش کیے تو جواب میں رسول کو اللہ نے فرمایا کہ **السلام علیکم ایھا النبی ورحمتہ اللہ وبرکاتہ** یعنی اے نبی تجھ پر سلامتی ہو اور نبی تجھ پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ تو رسول نے اللہ کے اس جواب کو ناکافی قرار دیا نامکمل ٹھہرایا اور اس میں ترمیم چاہی اور توسیع کی، کریکشن کی اور اللہ کو تنگ نظر قرار دے کر اسے خود اپنی عبارت سے درست کیا۔ وہ یہ کہ اے اللہ آپ تو مجھ اکیلے پر سلامتی رحمت اور برکت بھیج رہے ہیں، میں تو اکیلا نہیں ہوں اس لیے یہ کوٹا بڑھا دیا جائے اور وہ میں خود بتائے دیتا ہوں کہ **السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین** یعنی سلامتی ہم سب پر اور جملہ صالح بندوں پر ہو۔ اب بتاؤ کہ ہم سب سے کون مراد ہیں؟ یہ تو شاید فارس کے حدیث سازوں نے معمہ دیدیا اور یہ کہ معراج کے موقع پر اس مکالمہ کے بہانے حدیثیں بنانے والوں نے اللہ کو کس حال میں پیش کیا ہے۔ کیا اس طرح کی گفتگو اللہ اور اس کے رسول کی شان کے موافق کہی جا سکتی ہے؟ اور اللہ سے ون ٹو ون ملاقات میں اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ پڑھنے سے آخر کیا سمجھا جائے؟ کیا اس سے پہلے رسول پاک کا زمین پر توحید اور رسالت پر ایمان اور اقرار ناکافی تھا؟ یا وہ پس غائبانہ تھا؟ اگر نہیں تو اس معراج والی ملاقات میں تجدید کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اگر یہ تجدید نہیں ہے تو تکرار تو ضرور ہے اور پھر اس تکرار کی بھی کوئی حکمت ہونی چاہیے۔

حدیثیں بنانے والوں نے تو **الصلوٰۃ معراج المومنین** کی بھی حدیث بنائی ہے یعنی اس کی ہو جائی قسم والی نماز مومنوں کا معراج ہے۔ جب ہی تو اس نماز کے اندر نماز پڑھتے

والوں کو حدیثیں بنانے والے آل محمد پر درود وصلوٰۃ پڑھا رہے ہیں۔ جس آل کا قرآن حکیم نے انکار کیا ہے کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ 33.40 یعنی محمد تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں۔ اب جب نبی کو نرینہ اولاد نہیں دی گئی تو آل کہاں سے آئی؟ اگر آپ خلاف رسم و رواج، زمانہ والوں کو فرمائیں گے کہ آل کا اطلاق نواسوں پر بھی ہو سکتا ہے تو جو لوگ حضرت عثمان کی اولاد ہونے کے دعویدار ہیں تو ان عثمانیوں کو آل رسول کیوں شمار نہیں کیا جاتا؟ رسول اللہ کی وہ بیٹیاں جو حضرت عثمان کے رشتہ ازدواج میں دی گئی تھیں ان کی عمریں بڑی تھیں اولاد ہوئی تھی، ان کے مقابلہ میں اصول کافی کا مصنف جناب کلینی صاحب نے تو بی بی فاطمہ کا سن ولادت نبوت ملنے کے پانچ سال بعد لکھا ہے اس سال میں تو ان کی والدہ ماجدہ بی بی خدیجۃ الکبریٰ کی عمر ساٹھ سال بنتی ہے اس عمر میں ہیلتھ سائنس بچے جننے سے انکاری ہے۔ اگر آپ کہیں کہ یہ خرق عادت اسپیشل کیس ہے جس طرح حضرت ابراہیم کی زوجہ کو بڑھاپے کی عمر میں اسحٰق اور یعقوب دیئے گئے تھے تو معزز قارئین کرام یہ مقام عی اللہ کی حکمتوں کو سمجھنے کا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ 29.27 یعنی ہم نے ابراہیم کو اسحٰق اور یعقوب گفٹ کیے۔ ہم کو ابراہیم کی آل میں سلسلہ نبوت چلانا مقصود تھا۔ اب اس آیت کے مقابلہ میں فرمایا کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا 33.40 یعنی محمد تم مردوں میں کسی کے باپ نہیں (یعنی نرینہ اولاد محمد کو اس لیے نہیں دی کہ آگے کے لیے ہمیں سلسلہ نبوت ختم کرنا ہے) فرمایا کہ اب میرے محمد رسول ہونے کے ساتھ ساتھ خاتم الانبیاء بھی ہیں۔ سو ہم نے ختم نبوت بچانے کے لیے یعنی نبوت کی معرفت ملی ہوئی کتاب قرآن اور شریعت کو بچانے کے لیے محمد کو بیٹا اور آل نہ دے کر قرآن نبوت اور شریعت کو بچانا چاہا ہے کیونکہ میں اللہ جانتا ہوں کہ قرآن دشمن لوگ آل کے فلسفہ سے کیا کچھ کریں گے وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا کا یہی مطلب ہے اور بالفاظ دیگر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ابراہیم کو بیٹے دے کر نبوت کو بڑھایا اور محمد کو بیٹا نہ دے کر نبوت کو بچایا، ختم کر دیا۔ اب یہ قرآن مخالف لوگ جعلی آل بنا کر اسے آل ابراہیم پر قیاس کر کے اس فرضی اور جعلی آل کو شریعت اور قرآن کی تعبیرات کے خلاف وہ اختیار دلائے بیٹھے ہیں کہ

اصول کافی والے صاحب نے لکھا ہے کہ آل رسول کے گھر میں مصحف فاطمہ رکھا ہوا ہے جو اس قرآن سے تین گنا بڑا ہے اور اس قرآن کے حروف میں سے اس میں ایک بھی حرف نہیں اور اس میں سترہ ہزار آیتیں ہیں جبکہ اس قرآن میں چھ ہزار اور چند سو آیات ہیں۔ حوالہ کے لیے پڑھ کر دیکھیں کتاب اصول کافی مع ترجمہ الشافی کتاب فضل القرآن جلد 5 صفحہ 312 حدیث نمبر 28 اور اصول کافی والے کلینی صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت بی بی فاطمہ کی عمر اٹھارہ سال اور ڈھائی ماہ ہے۔ تو اب آپ زمانہ نبوت میں عرب سماجیات کی تاریخ پڑھ کر دیکھیں کہ اس دور میں وہ لڑکیوں کی شادی ان کی عمر کے انیس بیس سال کے بعد میں کرتے تھے۔ تو اب بتایا جائے کہ نواسوں سے اسٹارٹ کی ہوئی آل کا کہیں نشان بھی ملتا ہے؟ اور پھر نو اماموں کی بنائی ہوئی ماں اور دادی شہر بانو پر بھی تحقیق ہوئی ہے کہ شاہ ایران یزدجر جس کا اپنا وجود بھی مشکوک ہے، اس کے لیے بھی تاریخ والوں نے لکھا ہے کہ دارالحکومت پر قبضہ سے پہلے ہی وہ شمال مشرق کے علاقوں کی طرف خاندان سمیت بھاگ گیا ہے اور اس کی تخت نشینی 17 سال کی عمر میں حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں ہوئی ہے تو اس کی شہر بانو نام کی لڑکی جو گرفتاری کے وقت یعنی فتح ایران کے وقت اتنی بڑی ہوگئی کہ وہ حضرت حسین کو گفٹ کی گئی اور اس وقت خود حضرت حسین کی عمر ہی کیا بنتی ہوگی جس کا شمار آپ ان کی والدہ ماجدہ کے سن ولادت یعنی نبوت ملنے کے پانچ سال بعد کی عمر کے حساب سے اندازہ لگائیں۔ جبکہ شاہ ایران یزدجر خاندان سمیت گرفتاری سے بچ کر فرار ہو گیا۔ یہاں تو سارے نواسے نانیوں دادیوں سمیت مشکوک ہیں۔ اس لیے تو ان کی امامت مستور ہوتی تھی، مکتوم ہوتی تھی، باطنی ہوتی تھی اور اس کی جملہ فلاسفی کی بنیاد تقیہ پر تھی۔ تو اب ثابت ہو گیا کہ آل کی اصطلاح جو غیر قرآنی ہے اور سارے قرآن یعنی جملہ تیس پاروں میں کہیں بھی آل کا لفظ نہیں تو جس طرح یہ اصطلاح میڈان فارس ہے اور شہر بانو کے علاوہ بھی پانچ چھ اماموں کی مائیں غلاموں کی تجارت کی منڈیوں سے خرید کر کنیز اور باندی کی حیثیت سے یعنی بغیر نکاح کے زر خرید سورس سے اماموں نے ان کو استعمال کیا اور اولاد پیدا کی جن میں سے امام بنے۔ یہ جملہ حوالہ جات اصول کافی کے ہیں جو میری کتاب علم میں خیانتیں میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اب کوئی بتائے کہ اس نماز میں پڑھے جانے والے درود ابراہیمی میں آل محمد پر اور کیا کچھ لکھوں۔

کم از کم ظہر و عصر کی نمازیں تو خلاف قرآن مانو

سورۃ بنی اسرائل کی آیت نمبر 110 میں فرمان ربی ہے کہ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا 17.110 یعنی اپنی صلوٰۃ کو نہ اونچی آواز سے ادا کرو نہ دھیمی آواز سے بلکہ ان دونوں کے بیچ بیچ کے انداز سے درمیانی آواز کے ساتھ ادا کرو۔ اب اگر صلوٰۃ کا معنی موجودہ مروج مانوی اور پوجا کی قسم والی نماز ہے تو آپ جانتے ہیں کہ ان پانچ میں سے مغرب عشاء اور فجر میں دوران نماز قرأت آواز کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اور دو نمازیں ظہر و عصر کے دوران قرأت بالکل بغیر آواز کے مخفی نمونے پڑھی جاتی ہے۔ سو کم سے کم یہ دو نمازیں تو حکم الٰہی کے خلاف ہوئیں۔ کسی بھی صورت میں ان کو درست نہیں کہا جائے گا۔ کیونکہ قرأت بغیر درمیانی آواز کے قرآن نے وَلَا تُخَافِتْ کے حکم سے ممنوع قرار دے دی۔ قرآن حکیم کی ادائیگی صلوٰۃ کے لیے اتنی واضح اور مفصل ہدایات ہیں کہ جس میں کوئی ابہام اور اجمال نہیں۔ یہ حدیثیں بنانے والے لوگ صلوٰۃ کی تفصیلات کے حوالہ سے قرآن پر تہمت لگائے اور مشہور کیے ہوئے ہیں کہ اس میں صلوٰۃ کی تفصیلات بالکل نہیں بتائی گئیں۔ اس لیے وہ ہمیں احادیث سے ملی ہیں۔ اب کوئی ان سے جا کر پوچھے کہ قرآن نے اپنی اصطلاحی کو ڈورڈ الصلوٰۃ کو جو پورے قرآن میں ایک سو دو بار دھرایا ہے تو اتنے بار کی تکرار اور تصریف میں جو جو ہدایات اور تفاصیل بتائی گئی ہیں انہیں تم نے اپنی فارسی والی نماز میں کہاں کہاں جگہ دی ہے؟ جناب معزز قارئین آپ سوچیں کہ ان لوگوں نے جیسے کہ یہ عزم کیا ہوا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ قرآن میں جو اسلام دین اور شریعت سمجھائی گئی ہے اس کے قریب ہی نہیں جانا۔ یہ صلوٰۃ کی تفاصیل بھی قرآن والی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ویسے آپ کو یاد ہوگا کہ ہم اوپر صلوٰۃ کے اجتماع کو ایک کانفرنس سیمینار اور میٹنگ کے معنی میں بھی لکھ آئے ہیں اور یہ بھی لکھ آئے ہیں کہ یہ اجتماع کسی مقررہ ایجنڈا پر بریفنگ کراتا ہے، ان میں ڈیبیٹ ہوتی ہے۔ یہ تعبیرات آپ مضمون کے مختلف حصوں میں مختلف آیات کے ذیل میں پڑھ آئے ہیں۔ یہ جملہ ہدایات ادائیگی صلوٰۃ کے مفہوم سے تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن اصل چور پہچاننا ہے وہ یہ ہے کہ صلوٰۃ کی تفاصیل کے نام سے حدیثیں بنانے والی ٹیم کی نیت یہ ہے کہ وہ قرآن کی عبقری قسم کی اس جامع اور اجتماعی اصلاحات والی اصطلاح

صلوٰۃ کا چہرہ ہی بگاڑ دیں اور اسے بندے کی، انسان کی انفرادی اور نجی پوجا پاٹ والی وہ عبادت بنا دیں جو اللہ کو ایک دنیاوی جاگیردار اور ایسے بادشاہ کی شکل میں پیش کرے جس کے ہاں کوئی اصول اور قانون نہ چلتا ہو، اس کا شاہی مزاج کبھی تولہ کبھی ماشہ، دینے پر آئے تو چھپر پھاڑ کر بھی دے اور لینے پر آئے تو چمڑی چیر کر بھی لے لے۔ سو ان حدیث سازوں نے اپنی روایات میں اتنی جھوٹی باتیں مشہور کر رکھی ہیں جن میں غور کریں گے تو انسان کی اصلاح کے لیے بتائے ہوئے قرآن حکیم کے جملہ قوانین بے کار اور دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ان لوگوں کی حدیثوں میں لکھا ہوا ہے کہ جمعہ کے دن پورے دن میں یا بعد نماز جمعہ یا بعد نماز عصر مغرب تک قبولیت کی ایک گھڑی اللہ نے مقرر کی ہوئی ہے اس میں جو بھی شخص اللہ سے جو بھی کچھ مانگے گا اللہ اس کی دعا قبول کرے گا اور مانگی ہوئی چیز اسے دے گا تو کئی لوگ اس گھڑی کی تلاش میں سارا کام چھوڑ کر کسی مخصوص مطالبہ کیلئے اس دن رٹ لگائے رہتے ہیں۔ ایک حدیث ہے یا کئی حدیثیں بنائی ہیں کہ سال میں ایک بار ایک رات آتی ہے جس کا نام لیلۃ القدر ہے جس میں کوئی جاگ کر اللہ سے جو کچھ مانگے اسے اتنا کچھ دیا جائے گا اور وہ رات اکثر مہینہ رمضان میں آتی ہے اور پھر اکثر آخری عشرہ میں آتی ہے اور پھر عشرہ کی طاق راتوں میں آتی ہے اور پھر ان میں سے بھی ستائیس کی رات کو زیادہ تر آتی ہے۔ تو مت مارے مطلب پرست بے عمل لوگ لالچی لوگ ان راتوں میں دولت کے ڈھیر مانگنے کے لیے جاگتے ہیں اور ان حدیث سازوں نے مسلمانوں میں بے عملی اور بد عملی پھیلانے کے لیے یہ جھوٹ بھی مشہور کیے ہوئے ہیں کہ رمضان مہینے کی راتوں میں روزانہ ہزاروں اور پھر سارے مہینے میں لاکھوں تعداد میں وہ لوگ جنت میں پہنچ جاتے ہیں جن کے لیے دوزخ واجب کی گئی ہو۔ جناب معزز قارئین یہ سب حدیثیں قرآن کی سورۃ زلزال کی آخری دو آیات سے ٹکر کھاتی ہیں اس لیے جھوٹی ہیں۔ آیات ہیں کہ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ، وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ، 99.7,8 یعنی برائی اور نیکی چاہے وہ رتی یا اس سے بھی کم ذرہ والی ہو اس کے بدلے کو ضرور وہ پائے گا اور انعامی لاٹریوں پر بخشش کی یہ حدیثیں اس لیے بھی جھوٹی ہیں کہ یہ قرآن کی سورۃ القارعہ کی آیات چھ سات آٹھ نو کے خلاف ہیں جن میں فرمایا گیا ہے کہ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ، فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ، فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ"

یعنی قیامت کے فیصلے سارے کے سارے ناپ تول سے ہوں گے ترازو کی سوئی بتائے گی کہ کس کے
اعمال کتنے ہیں جن کی نیکیاں بھاری ہوں گی ان کے تو مزے ہی مزے ہوں گے اور جن کی نیکیوں کا پلڑا
ہلکا ہوگا تو ان کا ٹھکانہ دوزخ کی ہاویہ نامی اپارٹمنٹ میں ہوگا۔ جہاں وہ مخبوط الحواس ہو کر زندگی کی
لاٹریوں والی راتوں میں ملنے والے انعامات سے محرومی پر واعظی مولویوں کی حدیثوں پر سوچتا ہی رہے
گا۔ مجھے ایک شیعہ عالم نے بتایا کہ ہم پندرھویں شعبان کی رات شب تبرا کر کے مناتے ہیں یعنی حضرت
عثمان کی شہادت سے حضرت علی کی خلافت کا راستہ صاف ہوا۔ اب خوشی میں پہلے تینوں پر اس رات
میں تبرا کرتے ہیں تو ہم نے چاہا کہ ہم اپنے اس جشن میں کیوں نہ سنی بھائیوں کو بھی شریک کریں تو ان
کی شرکت کو ضروری بنانے کے لیے ان کو کچھ احادیث بنا کر دی ہیں کہ پندرھویں شعبان کی رات کو اللہ
پاک بندے کا سال کا رزق کا کوٹا اور بجٹ پاس کرتا ہے۔ جو بھی شخص اس رات میں اچھا کھائے گا، بال
بچوں کو خوشبوؤں سمیت اچھا پہنائے گا اور عید منائے گا تو سارا سال اللہ اس کی روزی کشادہ کرے گا۔ تو
سنیوں کی یہ عید شب برات کے نام پر ڈکلیئر کی ہوئی ہے۔ بہر حال ایک طرح سے وہ بھی ہماری خوشیوں
میں شریک ہوتے ہیں۔ جناب عالی قرآن میں جس **لیلۃ القدر** یعنی قدر والی رات کا ذکر ہے اس
کی اصل فضیلت کو حدیثیں بنانے والوں نے اپنی چالاکیوں سے محروم بنایا ہوا ہے تو سن لیں کہ لیلۃ
القدر کی وہ فضیلت جو قرآن نے تو بتائی ہے لیکن حدیثیں بنانے والوں نے اسے پیچ اور موڑ دے کر
لوگوں سے چھپا دیا ہے، **لیلۃ القدر** کی فضیلت یہ ہے کہ اس رات میں جو کتاب تمہیں دی گئی ہے اس
رات کے تحفے سے تمہاری عمریں سدھر جائیں گی چاہے وہ عمریں ہزار مہینوں کی راتوں سے زیادہ ہی
کیوں نہ ہوں۔ اب جاؤ اور اس قرآن پر عمل کرو۔ تمہاری پوری عمر کی راتیں سارے سال کی تین سو ساٹھ
راتیں ان لوگوں کے لیے لیلۃ القدر کے مرتبہ کی راتیں بنائی گئیں ہیں۔ اگر ان میں تم قرآن کا ساتھ
نبھاؤ گے تو ہر شب شب قدر است گر قدر بدانی۔ اب تمہاری خوشحالی اور دوزخ سے نجات لاکھوں کیا
کروڑوں اربوں کھربوں کی قرآن سے وابستہ ہے قرآن پر چلو گے تو کوئی غم نہیں ہوگا۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ
اللّٰہِ لَاخَوْفٌ "عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ 10.62 اور اگر قرآن سے منہ پھیرو گے تو وَمَنْ اَعْرَضَ
عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی 20.124

موجودہ مروج نماز قرآنی ہدایات کے خلاف ہے

قارئین کرام! اوپر ہم نے تفصیل اور تحقیق سے یہ ماجرا کھول کر پیش کیا کہ قرآن حکیم
صلوٰۃ کے معنی اتباع ہدایات قرآن اور اتباع نظام قرآن بتاتا ہے۔ اس قرآنی موقف کے دلائل
ان آیات کہ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی اور فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ"
اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ کے بعد سورہ بقرہ کی آیت نمبر 115 اور 177 پر
بھی غور فرمائیں۔ پہلے حکم دیا گیا ہے وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ
وَجْهُ اللّٰهِ اور دوسری آیت میں فرمان ہے کہ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اب پہلی آیت میں ایک جنرل قسم کی ہدایت اور پالیسی بیان فرمادی
کہ مشرق مغرب جملہ اطراف واکناف اللہ کے ہی ہیں اس لیے جدھر بھی منہ کرو گے جدھر بھی رخ
پھیرو گے ادھر ادھر اللہ ہی ہے۔ تو جناب قارئین بار بار قرآن حکیم کی آیت کے الفاظ کو، عبارت کو،
ورڈنگ کو، مفہوم کو غور سے پڑھیں، دہرا دہرا کر پڑھیں کہ اللہ سے مواجہت کے لیے کسی بھی جہت
اور طرف کو متعین کرنا یہ اللہ کی توہین ہے۔ یہ عمل اس معین جہت میں اللہ کو قید کرنے کے مترادف
ہے اور ان دوسری جہات سے جن کی طرف رخ نہیں کیا جاتا ان میں اللہ کو گویا کہ غیر حاضر تصور
کرنے کے مترادف ہے۔ اور کسی خاص جہت کا تعین اس آیت کے مفہوم کا ایک طرح سے انکار
بھی ہے۔ جو لوگ روایت پرست سادہ مسلمان ہیں ان کو قرآن کی تفسیر قرآن کے ذریعے کرنے
سے پھسلا کر قرآن کی تفسیر حدیثوں کے نام سے کرنے کے جھانسے میں چکرا دیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ
مدینہ میں یہودیوں کو خوش رکھنے کے لیے شروع ہجرت کے عرصہ میں رسول اور جملہ مسلمانوں کو
بیت المقدس کو قبلہ قرار دے کر اس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا جو آگے چل کر تبدیل کرایا گیا
اور وہ اس لیے کہ رسول کی چاہت یہ تھی کہ بیت المقدس کی بجائے ہمارا قبلہ مکہ کی مسجد الحرام ہونی
چاہیے۔ اب غور فرمائیں کہ یہ مفہوم قرآن کی آیت قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي
السَّمَآءِ ج فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ص فَوَلِّ وَجْهَكَ
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ط

2.144 سے لیا گیا ہے بلکہ بنایا گیا ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ان حدیث ساز قدس سرہ کی ٹیم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈی گریڈ کرنے کے رجحان دیئے ہیں۔ وہ اس طرح کہ اوپر کی آیت کو سمجھنے کے لیے ضروری تھا اور ہے کہ لوگ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت مقام اور مرتبہ کو ذہن میں لائیں۔ پھر ان سے اللہ کے اس خطاب پر غور کریں تو معنی سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ لیکن علامۃ الناس تو کیا خواص لوگوں یعنی قرآن کا ترجمہ اور تفسیر لکھنے والوں نے ہی حضور سرور کائنات کے مقام اور مرتبہ کا ہی لحاظ نہیں رکھا۔ صرف حضور اکرم کا مقام و مرتبہ تو کیا ان حدیث سازوں اور مفسرین نے مسجد الحرام اور قبلہ کے مفہوم کو بھی چھپایا ہے۔ یہاں میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ ان کو یہ مراتب معلوم ہی نہیں البتہ یہ ضرور ان لوگوں پر الزام لگاتا ہوں کہ ان کو معلوم بھی ہے کہ حضور کس مقام پر فائز ہیں اس کے باوجود ترجمہ کرتے وقت تفسیر کرتے وقت وہ لوگ اس مرتبہ کے موافق تفسیر نہیں کرتے۔

میرے دوست جناب علی احمد بروہی صاحب مجھ پر مُلا ہونے کے ناطے طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کسی نے کسی مُلا سے پوچھا کہ بتاؤ دو اور دو کتنے ہوئے؟ تو مُلا نے جواب میں بتایا کہ چار روٹیاں۔ اس سے بروہی صاحب کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ تم ملاؤں کی سوچ کا محور صرف روٹی ہے۔ بہرحال شروع اسلام سے دشمنوں کی یہ سازش پھیلائی ہوئی ہے کہ اسلام کو، قرآن کو، رسول کو اس انداز میں متعارف کرایا جائے کہ یہ اسلام اور قرآن جیسے ادارے جہانبانی اور کائنات کی قیادت کی بجائے صرف مراقبہ اور مالا (تسبیح) پر وظائف کے ذریعے اگلے جہاں میں بہشت دلانے کے لیے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت دعائیں اور تعویذ دینے والے پروہت کی شکل ہے۔ اس تناظر میں سورۃ بقرہ کی اوپر والی آیت کا اس طرح کا ترجمہ کیا گیا ہے جبکہ آیت مذکورہ کا مفہوم صحیح طرح سے یہ ہے کہ محمد رسول اللہ کی حیثیت اور شخصیت اس عظیم الشان رسول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جانشین اور قائم مقام کی ہے جسے رب تعالیٰ نے اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا کے خطاب سے نوازا یعنی انسان ذات کی قیادت اور لیڈرشپ عطا کی تو حضور سرور کائنات جب ان کے جانشین ہیں اور انہیں حکم بھی دیا گیا ہے کہ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ

اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّى یعنی انقلاب کی بنیادیں وہیں سے اٹھاؤ، اتنی رنج اور حدود اربعہ تک وسیع کرو جتنی کہ ابراہیم کو سمجھائی گئی تھیں وہ تھی قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا 7.158 یعنی جیسے ابراہیم کسی خاص فرقے اور گروہ کی بجائے انسان ذات کے قائد تھے اسی طرح محمد رسول اللہ بھی انسان ذات کے لیے قائد بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

قبلہ اول بیت المقدس کو جو مشہور کیا گیا ہے وہ غلط ہے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ 3.96 یعنی قرآن کی رو سے قبلہ اول مکہ کی مسجد الحرام کو قرار دیا گیا ہے۔ نہ صرف یہاں آل عمران میں بلکہ سورۃ حج میں بھی فرمایا کہ وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ 22.29 یعنی دنیا کے اس قدیمی اور آزادی دلانے والے انقلابی مرکز کی طرف سے ایلچی اور ہز ایکسی لینز ہائی کمشنر بن کر روئے زمین میں محکوم بنائے ہوئے لوگوں اور مظلوموں کی دادرسی کے لیے جگہ جگہ پھیرے لگاؤ چکر کاٹو، طواف کرو۔ مطلب یہ کہ مسجد الحرام ہی قبلہ اول ہے۔ اب اس آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ یعنی اے محمد! ہم دیکھ رہے ہیں تجھے، پریشان ہو کر ہم سے فتح مکہ اور کعبہ ہیڈ کوارٹر کے والی بننے کی توفیق مانگنے کو یعنی قدیمی دار الحکومت حجاز اور ابراہیمی کیپیٹل پوائنٹ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ 2.127 کی تولیت چاہتا ہے، تو اے محمد! فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا، ہمیں بھی تیری چاہت عزیز ہے، تیری پسند کو ہم بھی پسند کرتے ہیں اس لیے ہم ضرور تجھے اس ہیڈ کوارٹر اور مرکز کا والی بنائیں گے لیکن فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ یعنی اب تو بھی اپنی جملہ مساعی اور جدوجہد کا رخ تولیت کعبہ کے حصول کی طرف پھیر اور نہ صرف تو اکیلا بلکہ وَحَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ یعنی آپ کے ساتھ اور بھی جتنے انقلابی ساتھی ہیں سب کے سب ہر طرف سے جہاں جہاں بھی وہ ہوں اس دار الحکومت اور انقلابی مرکز بیت العتیق کی فتحیابی اور حصول کی طرف اپنی جدوجہد کے رخ پھیر دو اور یہ مشرکین مکہ تو کیا، جو اپنی حدیثوں میں بیت المقدس کو قبلہ اول کا مرتبہ دیئے بیٹھے ہیں وہ لوگ کچھ بھی کہیں، لیکن وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَیَعْلَمُوْنَ

أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ، یعنی جو لوگ اہل کتاب ہیں مثلاً یہود و نصاریٰ یہ لوگ بھی جانتے ہیں کہ یہ محمدؐ اور اس کے ساتھیوں یعنی پارٹی والوں کا مطالبہ اور خواہش بجا ہے سچ ہے حق ہے کہ کعبۃ اللہ پر ان کا حق فائق ہے۔ یہاں قارئین حضرات سوچیں کہ اللہ عزوجل یہود و نصاریٰ کی شہادت قرآن میں دے رہا ہے کہ وہ کعبۃ اللہ کو محمدؐ اور اس کی جماعت کا قبلہ قرار دیتے تھے۔ کعبۃ اللہ کے قبلہ ہونے کا حق مسلمانوں کیلئے تسلیم کرتے تھے۔ اہل کتاب نے تو جان بوجھ کر فتنہ ابھارا تھا کہ یہ محمدؐ خود کو آخری رسول کہنے والا پہلے والے رسولوں کے قبلہ کو اپنا مرکز بنانے کی بجائے مکہ کی مسجد الحرام کو اپنا ہیڈ کوارٹر کیوں قرار دیتا ہے؟ ان کی شرارت کو قرآن نے **سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ** سے تعبیر فرمایا لیکن یہ امام لوگ حدیثیں بنائے بیٹھے ہیں کہ اہل کتاب کی تالیف قلب کے لیے اللہ نے ہجرت مدینہ کے شروع میں بیت المقدس فلسطین اور موجودہ تل ابیب کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا جو سال ڈیڑھ سال کے بعد وہ رعایت واپس لے لی۔ میں یہاں کیا کیا کہوں کیا کیا لکھوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد کی تولیت کا مطالبہ کس معنی میں تھا؟

لوگوں کو بتانا چاہیے کہ محمد رسول اللہ دنیا بھر کے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی دنیا سے بیخ و بن اکھاڑنے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ پہلے تو انھوں نے مکہ کے جبل کی مثل سرداروں کو تہ تیغ کر کے ان غلام سازوں کو غلاموں سے پٹوایا اور جنگ کے میدانوں میں مظلومین نے ان کے سر کاٹ کاٹ کر پچھاڑ پچھاڑ کر فٹ بال بنا دیئے۔ پھر روم اور فارس فتح کرایا۔ وہ انقلابی پیشوا محمدؐ دل ہی دل میں اللہ سے دار الحکومت یعنی قبلہ پر قبضہ کی توفیق مانگ رہا ہے۔ یہاں دو اور دو چار روٹی والی معنی لی جارہی ہے کیونکہ مجھے یاد ہے کہ جب ہم درس نظامی کے آخری سال میں فارغ التحصیل ہو کر قوم کی طرف جانے کے قریب تھے تو ہر کوئی مستقبل میں کسی مسجد کی پیش امامی یا کسی مدرسہ کھولنے کی سوچ میں۔ یہ پوچھتا تھا کہ کہاں کہاں سے چندے ملیں گے؟ کون کون لوگ مدارس کو امداد دیں دیتے ہیں؟ افسوس کہ ملا کو بھی حدیث سازوں نے حضور کا مقام و مرتبہ سمجھنے نہ دیا اور ان حدیثوں کی روشنی میں ملا بھی حضور کے قبلہ کے مطالبہ کو اپنی سوچ جو وہ کسی مسجد خانقاہ یا مدرسہ کے حصول اور قبضہ کے لیے سوچتا ہے رسول کو بھی اپنے جیسا سمجھ بیٹھا۔ میں کسی کو اپنے اوپر ناراض

ہونے سے نہیں روکتا اور ہر بنی بشر کو حق ہے کہ وہ میری بات مانے یا نہ مانے سو ہزار بار مجھ سے اختلاف رکھے یہ ہر ایک کا حق ہے لیکن یہ تو کوئی بتائے کہ جب اللہ عزوجل خود فرماتا ہے کہ اہل کتاب محمد رسول اللہ کے کعبہ کو بطور قبلہ لینے اور مانگنے میں حق پر سمجھتے تھے تو اللہ کو ان اہل کتاب کی تالیف قلب کیونکر کرنی پڑی اور سال ڈیڑھ سال تک اپنے رسول کی چاہت والے قبلہ سے اسے کیونکر دور رکھا۔ یہاں اب کوئی اشکال باقی نہیں رہتا کہ قرآن کو روایات اور حدیثوں کی معرفت تفسیر کرنے میں سمجھنے میں آدمی صحیح قرآنی مفہوم کو حاصل نہیں کر سکے گا نہیں پا سکے گا۔ اس آیت میں قرآن نے اہل کتاب کی طرف سے ان کا اجتماعی موقف سنا کر حدیث سازوں کے پول کھول دیئے اور ہر جگہ قرآن نے تصریف آیات سے اپنے مسائل خود سمجھائے ہیں۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ثوابوں کی کلکولیشن والی حدیثوں نے قرآن کو سمجھ کر پڑھنے میں رکاوٹیں ڈال دی ہیں۔ جب کسی کو سمجھنے کے بغیر صرف بے سمجھے رٹنے سے ہی بہشت مل جائے تو کوئی فہم و فراست کا تکلف کیوں کرے؟

برادران محترم! ہماری بے رحم تاریخ کا بھی کیا پوچھتے ہو! جس امت مسلمہ مرحومہ کے کعبہ کے دروازے کے نیچے کونے میں کوئی سا پتھر چمٹا کر اسے احادیث رسول کی روشنی میں جنت کا پتھر قرار دے کر بابا آدم کا وہاں سے لایا ہوا، چوری کر کے لایا ہوا یا اللہ سے اجازت لے کر لایا ہوا بیان کیا جاتا ہے۔ اس جملہ اجمال اور تفصیل سے وحی کا علم تو خاموش ہے۔ یہ بھی کہ آدم فرد واحد کا نام ہے یا انسان کا اسم النوع ہے؟ پھر پتھر لانے کی روایت کس کے نام ہوگی یہ بھی عقیدہ لاینحل ہے۔ یہاں یہ بات بھی قرآن کی یاد رکھنی چاہیے کہ دنیا میں جو بھی چیزیں پوجی جارہی ہیں انھیں دوزخ میں ڈالا جائے گا تو حجر اسود بھی۔ اس کے بعد اگر اگلی سب کچی پکی باتوں پر تحقیق کرنا چھوڑ بھی دیں تو کوئی اس کا کیا جواب دے سکتا ہے کہ اس پتھر میں فضیلت اور خصوصیت کہاں سے آئی؟ جو یہ زمانہ جاہلیت کے تین سو ساٹھ بتوں کی جگہ اکیلا اپنی چھا چائی کر رہا ہے، جو دھراہٹ بنائے ہوئے ہے۔ جہاں تک اس پتھر کے بارے میں حدیثوں کی بات ہے کہ تعمیر کعبہ کے وقت دیوار میں پسپاں کرنے کی فضیلت ہر قریش سردار اپنے لیے حاصل کرنا چاہتا

تھا۔ اس مسابقت میں دنگے فساد کا خطرہ تھا تو حضور نے یہ ترکیب نکالی کہ اس پتھر کو چادر میں رکھوا کر سب سے ایک ساتھ اٹھوایا اور پھر خود چادر سے اپنے ہاتھ مبارک سے اٹھا کر دیوار کعبہ میں چن دیا۔ تو ایسا واقعہ رسول کی طرف بذریعہ احادیث منسوب کرنا اور اس پتھر کی ماقبل تاریخ کے اندھیرے کو جبراً مابعد تاریخ کے احاطہ میں لانا یہ اس قسم کا تحکم ہے اور اس قسم کا سرمہ آنکھوں میں ڈالنا ہے جیسے ابھی ابھی آپ نے پڑھا کہ قرآن نے خود شہادت دی کہ محمدؐ اور اس کی ساتھیوں کے لیے اہل کتاب ان کا حق تسلیم کرتے تھے کہ مکہ کا کعبہ محمد کو جچتا ہے۔ تو کوئی جان نہ پہچان فارس کے اماموں کو اہل کتاب کی بڑی ہمدردی سوجھی کہ انھوں نے رسول اللہ کو ان کے قبلہ کی طرف رخ کر کے اپنے زرتشتی پیشوا مانی صاحب پیدائش ۲۱۵ عیسوی کی ایجاد کردہ نماز جو وہ آگ اور سورج کی پوجا کے لیے پڑھتے تھے وہ انھوں نے رسول اللہ کے کھاتے میں ڈال دی۔

محترم قارئین! مجھے یہاں تاریخ کی ایک اور آنکھ مچولی عرض کرنی ہے وہ یہ کہ جس طرح ایک عام سے پتھر کو مقدس نسبتوں سے تقدس دے کر ہلاکو کے حملہ کے بعد کعبۃ اللہ میں چنوایا گیا اور آج تک اسے تقدس کے نام پر پجوایا بھی جا رہا ہے۔ بالکل اور بعینہٖ حدیثوں کی کرشمہ سازی قبلہ کے بارے میں آپ نے دیکھی کہ قرآن حکیم نے سب روایات کو یکلخت غلط بھی قرار دے دیا لیکن اس کے باوجود پھر بھی امت کے کسی بھی عالم نے، ذمہ دار نے قرآنی شہادت کی روشنی میں ان روایات کو چیلنج نہیں کیا سوائے بعض اکادکا لوگوں کے۔ قرآن کی طرف سے ان احادیث کے انکار کے باوجود مدینۃ الرسول کے نواح میں مسجد قبلتین بھی بنا ڈالی کہ اس میں حضور جماعت کے ساتھ نماز کی امامت کر رہے تھے کہ دوران نماز وحی آئی کہ اب تمہاری استدعا قبول کر لی جاتی ہے کہ یروشلم کی مسجد کے بدلے مکہ کی مسجد کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو اور حضور نے دوران نماز خبر نہیں کہ کس طرح اس پر عمل کر کے دکھایا۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان احادیث کا محسوس نشان بھی بنا دیا گیا ہے یعنی مسجد قبلتین جس کو دو محرابوں والی مسجد کہا جاتا ہے وہ تعمیر شدہ موجود ہے اور قرآن اس ماجرا کو ماننے کے لیے تیار نہیں پھر بھی مسلمان بضد ہیں کہ قرآن کچھ بھی کہے کہتا رہے یہ مسجد ہی دو قبلوں والی ہے۔ اب اس تاریخ کی نشانی مسجد قبلتین کی موجودگی پر بھی غور

کرو کہ کس نے بنوائی اور کب بنوائی اور ادھر قرآن کے بیان کو بھی سنو کہ وہ سرے سے اس تالیف قلوب اہل کتاب کے مفروضے کو ہی نہیں مانتا۔ تو اب تاریخ کی مشہور کہانیوں اور خلافت کے لیے مشاجرات صحابہ کے قصے اور ایسی لڑائیاں جن میں دونوں فریقوں میں اصحاب رسول کو آپس میں لڑتے دکھایا گیا ہے یہ اس قسم کے جملہ تاریخی واقعات ایسے بے سند ہیں جیسے حجر اسود اور مسجد قبلتین اور تالیف قلب کے طور پر مسجد اقصیٰ کو قبلہ بنانا۔ یہاں یہ حقیقت ذہن میں رکھنی چاہیے کہ تالیف قلب کا اجراء قرآن نے صرف مال کی تقسیم میں روا رکھا ہے۔ وہ بھی صرف ان لوگوں کے لیے جو سب کچھ گنوا کر نئے نئے اسلام میں آئے تھے۔ تالیف قلب، مال کی بجائے قبلہ جیسے مرکزی شعار میں اختیار کرنے کیلئے قرآن میں منع آیا ہے پڑھ کر دیکھیں **وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ** 2.145 حدیثیں گھڑنے والوں کا تو اسلام کے شعار کو بھی بارگیننگ میٹریل بنانے کو جی چاہتا ہے۔ موجودہ نماز جس میں مواجہت کے لیے کعبہ مکہ المکرمہ کو متعین کیا گیا ہے وہ قرآن حکیم کی ہدایت **لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ** 2.177 یعنی نیکی اس میں نہیں ہے کہ تم لوگ مشرق مغرب یا کسی بھی طرف منہ کیے رکھو۔ بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ جو کوئی اللہ پر ایمان لائے، یوم آخرت پر ایمان لائے، ملائکوں پر ایمان لائے، کتاب پر اور انبیاء علیہ السلام پر ایمان لائے اور دل کی چاہت سے مال دے قریبی حاجتمندوں کو، بے سہارا اور مسکینوں اور سفر میں لٹے ہوئے لوگوں اور سوال کرنے والے حاجتمندوں کو اور غلام بنائے ہوئے جکڑے ہوئے لوگوں کو (یہ ریاستی اور کائناتی نظام چلانے کا معاملہ جس میں سب محتاجوں کے مسائل حل ہو جائیں اس کے لیے تو اصل بنیادی علاج یہ ہے کہ) **اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ** یعنی قرآن حکیم کے بتائے ہوئے نظام مملکت کے جملہ شعبہ ہائے ریاست اور محکمہ جات کو بہتر طریق پر چلانے کے لیے **اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ** یعنی ہدایات قرآنی کی تابعداری کرو اور اتباع کرو اور وہ اتباع بھی ایسا جس سے رعایا کے ہر فرد کے لیے **وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ** کا رزلٹ دیکھنے میں آئے یعنی ہر فرد مملکت کو اس کے بنیادی حقوق زندگانی میسر ہوں جن سے ان کی

بہتر نشوونما ہو۔ جناب اس آیت کا مفہوم بھی بڑا وسیع ہے جو میرے موضوع سے بڑھ کر ہے تو موجودہ نماز اس آیت کے خلاف ہے۔

مجھے قارئین کی توجہ آیت کے شروع کی طرف منعطف کرانی ہے کہ قرآن کسی خاص جہت مشرق یا مغرب وغیرہ کو مواجہت کے لیے مقرر کرنے میں نیکوکاری نہیں مانتا ایسی نیکی کا انکار کرتا ہے کھلے نمونے اعلان کرتا ہے کہ **لَیْسَ الْبِرَّ** یعنی مقرر جہتوں کی طرف منہ کرنا اس میں کوئی نیکی نہیں ہے اور اس طرح کسی خاص جہت کو مقرر کر کے اس کی طرف یاد الٰہی کرنے یا موجودہ قسم کی نماز وغیرہ کے لیے یہ اعلان باری تعالیٰ ہے کہ **لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ "عَلِيْمٌ"** 2.115 یعنی جملہ اطراف مشرق ہو یا مغرب سب کے سب اللہ کے ہی ہیں۔ تم لوگ جدھر بھی منہ پھیرو گے ادھر ادھر اللہ ہے اور اللہ کی لا محدود وسعتوں کو مخصوص جہتوں میں قید نہ کرو تم لوگ جدھر بھی منہ کر کے اسے پکارو گے تو وہ تمہاری ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہ بھی حقیقت سمجھ رکھو کہ **وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ" هُوَ مُوَلِّيْهَا** یعنی اللہ جانتا ہے اللہ کو علم ہے کہ ہر گروہ نے اپنے اپنے لیے مخصوص جہتیں بک کی ہوئی ہیں۔ لیکن اصل جو بات ہے وہ جہتوں پر قبضہ کرنا نہیں بلکہ بات ہے **فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ** کی یعنی خیر کے، بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے مسابقت کر کے دکھاؤ۔ باقی جہاں تک اطراف اور مختلف جہات کو مقرر کرنے کی بات ہے وہ ایسی نہیں کہ اللہ کو ایک جہت کی بجائے دوسرے اطراف کو منہ کر کے یاد الٰہی کرنے والے کو بھول جائیں گے۔ فرمان ربی ہے کہ **اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا** یعنی تم اور تمہاری نیکیاں جہاں بھی ہوں گی کسی بھی جہت میں ہوں گی اللہ ان سب کو سمیٹ لائے گا۔ یہ کام اللہ کے لیے کوئی مشکل نہیں **اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ"** 2.148 وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تو اس آیت سے بھی یہ ثابت ہوا کہ موجودہ مروج نماز اللہ اور اس کے رسول کی معرفت ہمیں نہیں دی گئی۔ اگر یہ اللہ کی معرفت ملی ہوئی ہوتی تو کم از کم یہ نماز قرآن کی ہدایات کے خلاف تو نہ ہوتی۔ آپ نے دیکھا کہ صرف مقرر مواجہت اور کسی ایک طرف کو مقرر کر کے نماز پڑھنے کا رواج قرآن کے فلسفہ تعین جہت کے کتنا خلاف ہے؟ سو اگر یہ نماز اللہ کی

طرف سے اگر کوئی ہوتی یا بتائی اور فرض کی ہوئی ہوتی تو کیا وہ قرآنی احکامات کی اتنی حد تک خلاف ہوتی؟ یہ حقیقت ہے کہ یہ نماز عبادت نہیں بلکہ پوجا ہے جو بت پرست لوگ اور آتش پرست لوگ کرتے آرہے ہیں اور اللہ کو بتوں کی طرح پوجنا اس کے بتائے ہوئے عبادت کے مفہوم کے سراسر خلاف ہے۔ یہ وضاحت عبادت کی تشریح میں اپنے مقام پر آئے گی۔ ویسے ان اکثر آیات کو اس مضمون میں ہمیں لانا ضروری نظر آتا ہے جن سے موجودہ اور مروج نماز کا ترجمہ اور مفہوم لیا جاتا ہے لیکن ان سب دلائل اور وضاحتوں کے ساتھ ساتھ ہر دم اور ہر لحہ سورۃ نساء کی آیت 82 کسوٹی کے طور پر ذہن میں رکھیں کیونکہ ہر چیز کے بارے میں یہ آیت بتا سکتی ہے کہ یہ حکم قرآنی ہے یا غیر قرآنی ہے۔ موجودہ نماز اللہ کی طرف سے قرآن میں فرض نہیں کی گئی۔ جس کے لیے اگر عرض کیا جائے کہ یہ ایک آیت صلوٰۃ کے فارسی اور مجوسی مانوی ترجمہ یعنی موجودہ مروج نماز کا انکار کرتی ہے رد کرتی ہے تو یہ ایک مثال ہی سارے مدعا اور ماجرا کو سمجھنے اور سمجھانے کیلئے کافی ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم کی جملہ آیات اپنے مفہوم اپنے مدعا میں اٹل ہیں مبرم اور مبرہن ہیں طے شدہ اور کنفرم ہیں۔ قرآن حکیم کے جملہ احکامات اور ٹوٹل ڈیسیشن **اِنَّهٗ لَقَوْلٌ "فَصْلٌ" وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ** 86.13 کی شان رکھتے ہیں سب کے سب محکمات بھی ہیں۔ صرف ذرا سا غور کرنے کی ضرورت ہے۔ فرمان ہے کہ **اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا** 4.82 اب اس آیت کے ذریعے رب پاک نے جملہ فقہ ساز اور حدیث ساز اماموں کے مسلکوں کو اور فلسفوں کو تار عنکبوت بنا دیا۔ میں یہاں نماز کی اختلافی اقسام پر بعد میں عرض کرتا ہوں، پہلے آیت کی عبارت پر غور فرمائیں کہ رب پاک فرما رہے ہیں کہ جملہ قرآنی احکامات پر غور کریں۔ پورے تیس پاروں میں جتنے بھی قوانین و مسائل اور احکامات دیئے گئے ہیں سمجھائے گئے ہیں وہ ٹوٹل ایسے ہیں جن میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔ وہ سب اپنے معنی اور مفہوم میں واضح عبارتوں کے ذریعے سمجھائے گئے ہیں۔ یہی تو اللہ کی شان ہے اور قرآن کی امتیازی خصوصیت ہے کہ وہ بات میں ابہام اور گڑبڑیشن نہیں رکھتا۔ مجھے معاف کیا جائے قارئین کو میں بار بار زحمت دوں گا مثالوں کو

تکرار سے پڑھنے کی۔ قرآن نے کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَام کی ورڈنگ سے روزے فرض کیے مِنَ الْفَجْرِ ، اِلَى الَّيْل اور دیگر وضاحتوں سے روزوں کی جملہ تفاصیل سمجھائی ہیں۔ اب مسلمانوں کے سارے فرقے روزے ایک قسم کے رکھتے ہیں اس میں نماز کی طرح انواع اور اقسام کی کوئی گنجائش نہیں۔ قرآن نے آکر غلامی پر بندش ڈالی تو قرآنک ورڈنگ بڑی کھلی ہوئی استعمال کی گئی کہ مَاكَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ' اَسرٰی 8.67' یعنی غلام سازی کا منبع جو جنگوں میں مخالفین کو قید کیا جاتا ہے اے محمد آج سے تیرے ہاتھوں اسے ختم کرانے کے لیے تجھ ہی سے افتتاح کرانے کے لیے آپ کو حکم دیا جاتا ہے کہ لڑائیوں میں کسی کو گرفتار نہ کرنا۔ تیری شان یہ ہے کہ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالاَغْلٰلَ الَّتِىْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ 7.157 لیکن کیا کریں کہ فارس کے میاں مٹھو خود کو امام کہلانے والے لوگوں نے حدیثوں اور فقہ سازی کے ذریعے قرآن کے اس واضح حکم کو بھی مبہم اور اجمالی قرار دے کر اسلام میں غلام سازی کا ان کا اپنا کسروی کلچر رائج کرا دیا۔ آج مسلمانوں میں فارس والوں کی حدیثوں اور فقہوں کا راج ہے۔ قرآن کو صرف مرے ہوئے لوگوں کی ارواح کے لیے ایصال ثواب کی خاطر بغیر سمجھے طوطے کی طرح رٹا جاتا ہے۔ قرآن حکیم نے حتی اذا بلغوا النکاح کے حکم سے نکاح کی عمر کے لیے بلوغت شرط کر دی۔ لیکن فارسی امامیات کے ذخیرہ احادیث اور ان سے فقہی استنباط نے قرآن کا حکم کونے سے لگا کر اپنی چلائی ہے۔ اب جملہ مسلمان اس معاملے میں قرآن کے حکم بلوغت کے خلاف ایرانی اماموں کے تابعدار ہیں۔ ان اکثر خرافات کی تفصیل میری کتاب فتنۂ انکار قرآن کب اور کیسے؟ میں پڑھیں۔

میری گذارش کا مقصود یہ ہے کہ اس کے دو مطلب اور دو معنی نہیں ہو سکتے تو یہ جن مسائل میں جدا فرقے اور جدا فقہی مسلک ہیں یہ سب ان امام لوگوں کے کرتب ہیں۔ قرآن اپنے لیے فرماتا ہے کہ اس کے احکام وَلَوْكَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰه یعنی غیر قرآنی باتیں اور اللہ ے [illegible] وں کی بتائی ہوئی باتوں کی نشانی یہ ہے کہ ان میں اختلافات، جدا جدا مسلک او [illegible] جد [illegible] قے او [illegible] اقسام ہوں گی۔ جس طرح یہ نماز جس میں مساجد کو [illegible] رے [illegible] عدرے

ہیں۔ سو اگر یہ نماز اللہ کی طرف سے ہوتی تو اس میں اتنی انواع نہ ہوتی کہ کوئی کسی طرح پڑھ رہا ہے تو کوئی کس طرح پڑھ رہا ہے۔ ان کے یہ اختلافات اس حد تک ہیں کہ یہ لوگ ایک دوسرے کے پیچھے نماز تو نہیں پڑھتے بلکہ اگر کوئی کسی کی مسجد میں جاتا ہے تو وہ مسجد کو بھی پلید قرار دے کر پانی سے دھوتے ہیں۔ قارئین کی خدمت میں ان کی تسلی کے لیے میں کوشش کرتا ہوں کہ وہ قرآنی موقف کو سمجھ سکیں کہ شروع اسلام کے دور میں جو قرآن کو منظر عام سے ہٹانے کی باطنی طریقوں سے تحریک چلائی گئی تھی انھیں کئی رنگ اور روپ دیئے گئے تھے۔ ویسے اس موومنٹ کو چھپانے کے لیے انھوں نے یہ بھی مشہور کر رکھا تھا کہ قرآن کا ایک ظاہری مفہوم ہے دوسرا باطنی مفہوم ہے۔ ظاہری اسلام ظاہری مفہوم عام قسم کے سطحی لوگ اور عام مُلا لوگوں میں مروج نماز روزہ والا اسلام ہے۔ حقیقی اور باطنی تعبیر صرف امام لوگ جانتے ہیں جن کی باطنی اور سری امامت جو مکتوم اور مستور ہے۔ ان اماموں کی سوانح حیات کی تیار کردہ کتابوں کو پڑھ کر دیکھیں گے تو لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے چالیس سال کی راتوں میں عشاء کی نماز کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے تھے اور رات کے نفلوں میں قرآن کا پورا ختم پڑھتے تھے۔ عجیب بات ہے کہ ایسا آدمی جو ہر روز رات میں ختم قرآن پڑھے اور فقہی مسائل ایسے ایجاد کرے جن میں قرآن کو توڑا جائے۔ قرآن فرماتا ہے کہ آدمی کو مرنے سے پہلے والدین اور اقربین کے لیے وصیت کرنی ضروری ہے تو ابوحنیفہ صاحب اور اس کے ہمنوا مقابلہ میں اپنی فقہ جاری فرماتے ہیں کہ ورثاء کے لیے وصیت نہ کی جائے اور دیگر کے لیے اگر وصیت کی جائے تو وہ بھی ثلث مال سے اوپر نہ ہونی چاہیے۔ کیا ہم یہ سوال کر سکتے ہیں کہ احکام قرآن کو سوانح نگاری کے ذریعے کیوں توڑنے والے اور قرآن مخالف فقہ بنانے والے کو چالیس سال کی راتوں میں نیند نہ کرنے والا اور ساری ساری رات جاگ کر نفلوں میں ختم قرآن پورا کرنے والا مشہور کرتے ہیں؟ اس لیے تو اسے مشہور نہیں کیا گیا کہ کہیں ان کی قرآن دشمنی کا مشن اور مہم کا پول نہ کھل جائے! محترم قارئین! یہ نظریہ کہ وصیت ثلث مال سے زائد نہ کی جائے، یہ شیعہ سنی سب اماموں کا متفق علیہ اجتہاد ہے اور اس میں ان کا اتفاق کرنا یہ چونکا دینے والی بات نہ سمجھی چاہیے کیونکہ اس سے قرآن کو رد کرنا ثابت ہو رہا ہے جو ان کا مشترکہ مشن ہے۔

اگر میں غلط کہتا ہوں تو بتایا جائے کہ رفع الیدین میں یہ سارے امام لوگ اتفاق نہیں کرتے، آمین بالجھر اور بالسر میں یہ لوگ ٹکرائے ہوئے ہیں، ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنی ہے یا باندھ کر اور اگر باندھ کر پڑھنی ہے تو کہاں باندھنے ہیں، اس میں تو سب کا راستہ جدا جدا ہے۔ اگر یہ لوگ متفق ہیں تو بچوں کی بلوغت سے پہلے شادی کرانے پر سارے امام متفق ہیں جس مسئلہ کے لیے قرآن نے بلوغت کی شرط لازم قرار دی ہے۔ تو اس صورتحال سے ان کی قرآن دشمنی کھلم کھلا ثابت ہو رہی ہے۔ اب سوچا جائے غور کیا جائے کہ آخر ماجرا کیا ہے؟

امت مسلمہ کے زعماؤ! بہی خواہو! مجھے آپ اجازت دیں گے کہ میں ان دوسری تیسری صدی کے محدثین سے سوال کروں یا ان کے آج کے دور میں ہمنواؤں اور ان کے پیروکاروں سے یہ سوال کروں کہ ان اماموں نے فقہی جزئیات کے استخراج اور استنباط کے لیے قرآنی آیات کو بنیاد کیوں نہیں بنایا؟ اس کی جگہ اور بجائے قرآن کے اپنے ہم وطن گرائیوں کی گھڑی ہوئی احادیث کو قرآن کی تفصیل قرار دے کر ان لوگوں نے قرآن کا تو راستہ روک دیا اور یہ لوگ غلامی کے اجراء اور بچوں کی بلوغت سے پہلے شادیاں کرانے میں کامیاب ہو گئے۔ آج مسلمان علماء ایسے مسائل میں قرآن کے خلاف ان امامیات سے مستخرج فقہوں پر فتوے جاری کرتے ہیں۔ لیکن اوپر کے اپنے سوال کا جواب بھی میں خود دیتا ہوں پھر فیصلہ قارئین کرام خود فرمائیں۔ وہ جواب یہ ہے کہ قرآن کے احکامات پر اگر اجتہاد غور فکر و تدبر کیا جاتا تو امام ابو حنیفہ کی فقہ کے ترجمان صاحب ہدایہ نے شوہر کی جانب سے دلہن کو جو مہر دیا جاتا ہے اور قرآن نے اس کا نام نحلۃ یعنی بغیر معاوضہ اور بدلہ کے دیا جانے والا گفٹ اور تحفہ رکھا ہے تو ہدایہ والے نے اس قرآنی وضاحت کے باوجود مہر کو **قیمۃ البضع** قرار دیا ہے یعنی فرج کی قیمت۔ اب سوچیں کہ ایسی فقہ کو قرآن کب گوارا کرے گا۔ جناب ایسی مثالیں تو کئی ساری مل جائیں گی اتنی بہت کہ ان چوریوں پر مشتمل مستقل کتاب بن جائے گی۔ رہی یہ بات کہ ہدایہ والے فقہی صاحب کی قرآن مخالف تعبیر کا آخر مقصد کیا ہے؟ تو جناب وہ بھی سوچ سمجھ لیں کہ ذخیرہ احادیث میں متعہ کے تاہنوز جاری رہنے کی روایات: خیرہ کی گئیں ہیں جنھیں یہ فقہ بنانے والے جائز بنانے کے لیے حیلے کر رہے ہیں۔ ان

روایات کو قبول کرانے کے لیے یہ ساری تگ و دو ہے۔ جناب عالی یہ ہدایہ کا مصنف تو استاد قد آور نہیں ہے امام مالک صاحب نے اپنی کتاب موطا میں بھی متعہ کا حضرت عمر کے دور تک رائج ہونے کی حدیث اپنے استاد ابن شہاب زہری کی روایت سے لائی ہے۔ تو یہاں یہ سمجھنا نہ بھولیں کہ فقہ ساز امام جو روایات اپنی مسندات اور موطاؤں میں لاتے ہیں وہ حدیثیں ان کے فقہی مسلک کی مسلمہ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔ تو اب سمجھنا آسان ہو گیا ہوگا کہ قرآن کی جگہ یہ لوگ حدیثوں کو بنیاد اس لیے بناتے ہیں کہ حدیث سازی کا ٹکسال بھی ان کا اپنے ہاتھ کا ہے جو طبری اور زہری اینڈ کمپنی کی قدس سرہ ٹیم نے مسلمانوں میں سے قرآن کے قائم کردہ کلچر کو اکھاڑ کر اہل فارس کا کلچر پیدا کرنا چاہتے تھے اور وہ کیا تھا؟ جن لوگوں نے دیوان حافظ پڑھا ہوگا وہ یہ کلچر جانتے ہوں گے کہ اس کا مخاطب محبوب زیادہ تر مذکر ہے مونث کم ہے۔ قرآن حکیم کی آیات سے اگر کوئی مجتہد بدنیتی سے یا انجانے میں جزئیات کا غلط استخراج کرے گا تو اسے خود قرآن ہی پکڑ لے گا لیکن قرآن کی اس پکڑنے والی صنعت کو صرف وہ آدمی سمجھ سکے گا جو تصریف آیات کو فہم قرآن کے لیے بنیاد بنائے گا۔ اس کی بھی مثال عرض کرتا ہوں تاکہ اس پہلے والے سوال کا جواب سمجھ میں آسکے کہ مجتہد کے عہدوں پر فائز امام لوگوں نے قرآن کو مرکز اور منبع غور و فکر اور اجتہاد کا ماخذ کیوں نہیں بنایا؟ وہ تو میں نے عرض کیا کہ جس کی نیت میں خلل ہوگا اور وہ اپنی من مانی مرضی قرآن کے ذریعے منوانے کی کوشش کرے گا تو قرآن اس کو اس کے اجتہاد اور استخراج میں کبھی بھی کامیاب ہونے نہیں دے گا۔ اس پر اب مثال عرض کرتا ہوں ذرا غور فرمائیں۔

حدیث ساز و فقہ ساز اماموں کی طرف سے لاگو کی ہوئی موجودہ نماز قرآن میں بتائی ہوئی صلوٰۃ کے مفہوم سے ٹکر کھاتی ہے۔ موجودہ نماز میں قیام کے وقت جملہ فقہاء امت نے قرآن حکیم کے حکم فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ 73.20 جتنا آسان لگے قرآن پڑھ لیا کرو۔ اس آیت کو نماز میں تلاوت کے لیے ماخذ اور بنیاد قرار دیا ہے۔ ان مجتہدین اور فقہاء کے لیے میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ یہ لوگ کم علم یا انجان ہیں اور یہ قرآن کو نہ سمجھ سکے ہیں یا وہ قرآن کا علم نہیں جانتے تھے بلکہ میں تو اس سے بھی بڑھ کر ان مجتہدین پر الزام لگاتا ہوں کہ یہ لوگ اچھی طرح

جانتے ہیں کہ اَقِیمُوا الصَّلٰوۃ کے حکم کا مفہوم ان کی مروج نماز نہیں ہے۔ ان مجتہدین نے صلوٰۃ کا ترجمہ ان کے آتش کدہ میں آگ کے سامنے کی جانے والی پوجا کی قسم کی نماز کو جان بوجھ کر گھسیڑا ہے۔ قرآن کے نظام کو قائم کرنے کے لیے مقرر کردہ کوڈ ورڈ کو جو حکم قرآن نے لفظ صلوٰۃ کے اپنے اصلی معنی اتباع اور تابعداری سے متعین کیا ہے۔ یہ فارسی باطنی اور تقیہ باز قدس سرہ والے لوگ الصلوٰۃ کی اہمیت جو قرآن نے انقلاب کو کامیاب بنائے رکھنے کے لیے اَقِیمُوا الصَّلٰوۃ کا حکم بار بار دے کر سمجھانی چاہی ہے یہ لوگ اسے باقاعدہ اچھی طرح اتباع نظام قرآن اور اقامت نظام قرآن کی معنی میں سمجھتے ہوئے اور جاننے کے باوجود انہوں نے اسے بدلا ہے، اسے مسخ کیا ہے۔ اس کی جگہ بطور بدل کے یہ لوگ اپنی والی اسلام سے صدیوں پہلی والی مانی صاحب کی ایجاد کردہ نماز لے آئے ہیں۔ جس کا بڑے سے بڑا متونی برمک تھا۔ جس کی اولاد میں سے یحییٰ برمکی خالد برمکی اور برامکہ کی بڑی گینگ عباسی دور خلافت میں اسٹیبلشمنٹ پر چھا گئی تھی۔ تو محترم قارئین کرام! صلوٰۃ میں قرآن کو قرأت کے نمونے سے پڑھنے کی بات جو فقہاء مجتہدین اور ان کے ہمنوا آئمہ محدثین نے روایات کی آڑ لے کر لکھی ہے یہ ان کی صلوٰۃ کے معنی بدلنے کی سازش کا ایک حصہ ہے۔ وہ اس طرح کہ قرآن حکیم بتاتا ہے کہ اجتماعات صلوٰۃ میں مکالمے، مقالے، بحث مباحثہ اور دلائل کی افہام تفہیم والی لے دے ہوتی ہے، صلوٰۃ میں بے سمجھے طوطوں کی طرح رٹے لگانی والی قرأت جو اس مروج نماز میں یہ امام لوگ پڑھوار ہے ہیں قرآن اس کا انکار کرتا ہے۔ فرمان ہے کہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى 4.43 یعنی اے ذمہ دار لوگو! اے مصلی کے عہدہ پر فائز لوگو! اے مومن کے مرتبہ کو پہنچے ہوئے لوگو! ایسے وقت میں تم اجتماع صلوٰۃ کو قریب بھی نہ جاؤ جس حال میں تم نشہ کی حالت میں ہو اور یہ تمہاری دوری اس وقت تک ہونی لازم ہے جب تک تمہیں شعور اور پہچان نہ آ جائے کہ تم کیا کہہ رہے ہو، جب تک تمہیں شعور اور پہچان نہ آ جائے کہ تمہیں اب کہنا کیا ہے۔

معزز قارئین غور فرمائیں کہ قرآن حکیم نے اجتماع صلوٰۃ میں قال وقیل کا ذکر فرمایا ہے یعنی اجتماع صلوٰۃ کے موقعوں پر مقالے بھی پیش کرنے ہوتے ہیں اور اجتماع میں حتیٰ

تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ کی ہدایت کھول کھول کر بتا رہی ہے کہ ایسے نہ ہو کہ اجتماع کا ایجنڈا کچھ ہو اور آپ کی قیل وقال اس سے کچھ اور ہو، سوال از آسمان و جواب از ریسمان۔ قرآن حکیم کی یہ عبارت اور ہدایت صرف وہ لوگ سمجھ سکیں گے جو فرمان ربی ان الحکم الا للہ کی روشنی میں قرآن حکیم کو کائنات پر حکمرانی کرنے والا مینی فیسٹو اور دستور حیات تسلیم کرتے ہوں گے اور ان کے مقابلے میں جن لوگوں نے ایسی حدیثیں بنائی ہیں کہ اصحاب کرام کا ایک جتھہ کہیں سفر پر تھا اور وہاں بستی کے کسی چودھری کو بچھو نے کاٹ لیا تو ان بستی والوں میں سے کسی نے اصحاب رسول کو آ کر استدعا کی کہ ہمارے وڈیرے کو بچھو نے کاٹا ہے آپ میں سے کوئی اس کا حیلہ کرے شفاء دلائے (وغیرہ) تو کسی ایک صحابی نے جا کر اس عقرب گزیدہ پر سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کی اور وہ اس سے شفایاب ہو گیا۔ اس آدمی نے دم کرنے والے کو کچھ نذرانہ بھی دیا۔ ان اصحاب نے سفر سے واپسی پر یہ قصہ رسول اللہ کی خدمت میں بیان کیا تو رسول نے جواب میں فرمایا کہ اس نذرانہ میں دی ہوئی چیز میں میرا حصہ کہاں ہے؟ وہ بھی تو دو! تو جناب عالی جو لوگ قرآن کا معرف اور کانسیپٹ ایسی حدیثوں کی روشنی میں پیروں اور پروہتوں کے منتر جنتر قرار دیں گے تو وہ قرآن کی پرواز کو کہاں پہنچ سکیں گے۔ پھر یہ تو میری طرح ایسے حساب دان بنے جو بتائیں کہ دو اور دو کا ٹوٹل بنا چار روٹیاں۔

معزز و محترم قارئین! سورۃ نساء کی یہ آیت 43 بتا رہی ہے کہ اجتماع صلوٰۃ میں شرکت کے لیے ہوش وحواس کی سلامتی لازمی شرط ہے اتنا کہ اگر کسی نے پی رکھی ہے تو وہ اس دن آفس میں نہ جائے۔ وہ اس دن میٹنگ ہی اٹینڈ نہ کرے کہ کہیں بکواس نہ بولتا رہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ ہمارے خداداد یا چرچل داد ملک کے سربراہ جنرل یحییٰ خان پڑوسی ملک ایران کے بادشاہ کی طرف سے سربراہان ممالک کو کسی میٹنگ میں شرکت کی دعوت دی ہوئی تھی اس میں شریک ہوئے اور دوران میٹنگ جنرل صاحب کھڑے ہو گئے اور پتلون کے بٹن کھول کر شیر خان کو پکڑ کر پیشاب کرنے لگے وہ بھی اس انداز سے کہ کچھ لکیریں بنا رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ میں بنگلہ دیش کا نقشہ بنا رہا ہوں۔ سب معززین شرکا سمجھ گئے کہ یہ آپے سے باہر ہے تو شاہ ایران نے منتظمین کو

حکم دیا کہ اسے اٹھا کر اس کی قیام گاہ پر پہنچا دو اور یہاں سے نکال دو تو قرآن حکیم میں فرمایا گیا کہ ایسا بدحواس، حواس باختہ مخمور اجتماع صلوٰۃ کے قریب بھی نہ جائے اور یہ شرکت پر بندش اس وقت تک لاگو رہے گی جب تک اسے بات سمجھنے اور کرنے کی تمیز نہ آئے ڈھنگ نہ آئے شعور نہ آئے۔

اب صلوٰۃ کا ترجمہ نماز بنانے والوں سے میں نہایت ادب واحترام سے عرض کرتا ہوں کہ اس آیت نے تو صاف صاف یہ بھی بتایا کہ جو لوگ اجتماع صلوٰۃ کے قال و قیل اور مقالہ جات، اسے بھلا چھوڑیے یہ ترجمہ شاید آپ کو نہ بھاتا ہو میری عرض یوں ہی سمجھیں جیسے آپ فرماتے ہیں کہ **فَاقْرَءُ وْامَاتَيَسَّرَمِنَ الْقُرْاٰن** یعنی نماز میں کوئی سی آیات جو آپ کو آسان لگیں وہ پڑھ لیا کریں تو اس کے لیے بھی سورۃ نساء کی یہ آیت لازم بنا رہی ہے کہ اجتماع صلوٰۃ کی قرأت کو جو سمجھنا لازم ہے جو سمجھنے کی توفیق نہیں رکھتا وہ اس اجتماع کے قریب بھی نہ جائے۔ تو اس آیت قرآن کی روشنی میں آپ کی فقہ آپ کا قیاس آئمہ مجتہدین کا علمی استدراک کیا حکم دیتا ہے کہ جو مسلمان لوگ عربی زبان سے ناواقفیت کی بنیاد پر نماز میں پڑھی جانے والی قرأت اور دعاؤں کا ترجمہ نہیں جانتے ان کو شریک نماز ہونے سے یہ سورۃ نساء کی آیت **لَاتَقْرَبُواالصَّلٰوۃ** کے حکم سے شرکت سے روک رہی ہے۔ نشہ بھی اس لیے برا اور ممنوع کہ اس میں آدمی کی دانست تمیز اور پہچان ختم ہو جاتی ہے۔ تو عربی سے ناواقف لوگوں کی بھی دانست اور پہچان غیر موجود ہے تو کیا فرماتے ہیں مفتیان شریعت اور حاملین شرع متین کہ یہ آیت درست ہے یا غلط ہے؟ اگر درست ہے تو آپ کی فقہ کہیں اسے منسوخ تو قرار نہیں دیتی؟ کیونکہ نماز پڑھنے کے لیے علماء دین کے واعظوں میں یہ بات تو کبھی نہیں بتائی جاتی کہ نماز کے اندر پڑھی جانے والی چیزوں کو جو نہ سمجھے قرآن اسے حکم دیتا ہے کہ **لَاتَقْرَبُواالصَّلٰوۃ** نماز کو قریب بھی نہ جاؤ۔ ایسے عربی زبان سے ناواقف لوگ اور قرآن حکیم کے اوامر اور نواہی کو نہ سمجھنے والے لوگ قرآن کے حکم **لَاتَقْرَبُواالصَّلٰوۃ** کی روشنی میں نماز نہ پڑھا کریں اور نماز کی نیت سے مساجد میں نہ آیا کریں۔ میرا عرض کرنے کا مقصد ہے کہ آئمہ مجتہدین نے اس آیت سے یہ کھلا ہوا استدلال کیوں لوگوں کو نہیں بتایا کہ جو لوگ قرآن کا معنی مفہوم نہ سمجھتے ہوں، جو عربی زبان نہیں جانتے وہ لوگ نماز نہ پڑھا کریں یعنی ان امام لوگوں

نے اپنی نماز کو قبول کرانے کے لیے سورۃ مزمل کی آیت **فَاقْرَءُ وْامَاتَيَسَّرَمِنَ الْقُرْاٰن** سے تو استدلال کیا کہ نماز میں جہاں سے آسان لگے قرآن پڑھا کرو لیکن سورۃ نساء کی اس آیت سے جزئیات اور مسائل کے استخراج کے قریب تک نہیں گئے۔ سو میرا اجتہاد کے نام پر مشہور اماموں پر یہ الزام ہے کہ ان لوگوں نے جان بوجھ کر اس آیت پر اجتہادی بحث نہیں کی۔ وہ اس لیے کہ یہ آیت ان کی آتش کے سامنے پوجا والی جامد قسم کی ایرانی نماز کا بھانڈا پھوڑ دیتی کہ اس قسم والی نماز قرآنی اصطلاحی کو ڈورڈ الصلوٰۃ کا ترجمہ نہیں ہو سکتی اور صلوٰۃ کے قرآنی مفہوم کو اور پرواز کو چھو بھی نہیں سکتی کیونکہ قرآن تو اتنا وسیع المشرب اور مضبوط قسم کے پختہ نظریات اور افکار پر مشتمل کتاب ہے جو بڑی اعلیٰ ظرفی سے ڈٹ کر اعلان کرتا ہے کہ **وَالَّذِيْنَ اِذَاذُكِّرُوْابِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْاعَلَيْهَاصُمًّاوَّعُمْيَانًا** 25.73 یعنی قرآن کے پسندیدہ لوگ وہ ہیں جو خود قرآن کو بھی اندھا اور بہرا بن کر قبول نہیں کرتے۔ وہ قرآن کو بھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عقل اور فہم کی کسوٹی پر اور حقائق عالم کے تناظر میں پاس قرار دینے کے بعد اس کی اتباع کرتے ہیں۔

جناب عالی! میں نے عرض کیا کہ یہ مروج نماز قرآنی پرواز کو پہنچنے اور چھونے سے قاصر اور ناقص ہے۔ اس نماز سے اللہ کی شان اور مقام کی تنقیص ہوتی ہے۔ یہ نماز اللہ کے حاضر و ناظر ہونے کے قرآنی حکم **فَاَيْنَمَاتُوَلُّوْافَثَمَّ وَجْهُ اللّٰه** یعنی جدھر بھی منہ پھیرو گے ادھر ادھر اللہ ہے، کے خلاف اللہ کو ایک جہت میں قید کیے ہوئے ہے۔ یہ نماز مقرر طور پر پانچ بار چوبیس گھنٹوں میں پڑھنے سے قرآن کی آیت **وَاِذَاسَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْب" اُجِيْبُ دَعْوَةَالدَّاعِ اِذَادَعَانِ** 2.186 کے مفہوم اور روح کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ آیت میں اللہ عزوجل اپنے رسول کو حکم فرماتے ہیں کہ میرے بندے جب بھی میرے متعلق تجھ سے سوال کریں کہ میں ان کو کس طرح اور کس وقت مل سکتا ہوں تو تو ان کو بتا دے کہ میں اپنے بندوں کے نہایت قریب ہوں اتنا قریب جو بغیر تعین اوقات کے اور بغیر کسی موذن کے بلاوے کے بغیر اذانوں کے ذریعے اپنی طرف بلانے کے سن لو کہ **اُجِيْبُ دَعْوَةَالدَّاعِ** میں مجھے ہر پکارنے والے کو جب جب وہ مجھے بلاتا ہے تو میں خود اس کا جواب بھی دیتا ہوں

فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي پھر تم پر لازم ہے کہ تم لوگ مجھ سے اپنے مسائل اور حاجات پیش کرو اور ان کے لیے مجھ سے میرے جواب طلب کرو جو میں نے تمہاری مشکلات اور حاجات کے حل کے لیے اپنے قرآن میں بطور جواب لکھوا کر بھیجے ہیں۔ جرمن کے مستشرق ادیب شاعر کی زندگی پر دکتور عبدالرحمن بدوی نے کتاب لکھی۔ اس میں اس کا ایک خط لکھا ہے جس میں کہتا ہے کہ میں قرآن پڑھتا ہوں اس کے کئی انکار میرے دل کو چھوڑ رہے ہوتے ہیں ایسے کہ محمدؐ نے اللہ کا ایسا سیدھا راستہ دکھایا ہے کہ جس طرح قرآن پڑھتے وقت انسان اللہ سے باتیں کر رہا ہے اور قرآن سے ہر بات کا جواب مل جاتا ہے جبکہ مسیحیت میں انسان اللہ سے ملنے کے لیے ہیلو ہیلو کرتا رہتا ہے لیکن دوسری طرف سے کوئی آواز نہیں آتی۔

اور سن لو کہ مجھ سے تمہاری ملاقات اور اس آیت میں سمجھائی ہوئی طریق استجابت پر قناعت کرنا اور اس طریقہ پر اللہ سے راز و نیاز کرنے کے لیے لازم ہے کہ وَلْيُؤْمِنُوا بِي یعنی تمہیں مجھ پر ایمان اور اعتماد بھی ہونا چاہیے کہ میں نے آپ کو ایک تو صرف مقرر جگہ یعنی مساجد میں مل سکنے کا کوئی حکم نہیں دیا ہوا ہے۔ ایسا غلط گمان میرے بارے میں نہ کریں یہ ایمان کے خلاف بات ہوگی۔ میں نے کبھی یہ بھی تمہیں نہیں کہلوایا کہ مجھے ملنے اس وقت آؤ جب میری طرف سے کوئی تمہیں بذریعہ اذان بلائے، میں نے کہیں بھی سارا قرآن کھول کر دیکھو یہ نہیں کہلوایا کہ مجھ سے ملنے کے لیے صرف پانچ وقت مقرر کیے جاتے ہیں اور میں نے اپنے اور آپ کے درمیان استجابت کے لیے تمہاری پکاروں کے بیچ میں کسی مؤذن اور پیش امام کو رابطہ والا ذریعہ نہیں بنایا ہے۔ میرا بھیجا ہوا سارا قرآن پڑھ کر دیکھو میں نے کسی بھی پیر و مرشد کو اپنے اور تمہارے درمیان واسطہ نہیں بنایا ہے۔ میں نے اپنے رسول اور قرآن کی ذریعے آپ کو صاف لفظوں میں کہلوایا ہے کہ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ 50.16 یعنی ہر حال میں وہ مجھ سے مناجات کرسکتا ہے اور وہ بھی اپنی مادری زبان میں کیونکہ وہ بھی عربی کی طرح میری تخلیق ہے۔ میں نے تمہیں مجھ سے ملنے کے جو آداب بذریعہ قرآن سکھائے ہیں دیکھنا، خیال کرنا کہ مجھے ملنے کے لیے میری طرف سے تعلیم کردہ پروٹوکول کے خلاف اگر تم نے مجھے ملنے کی کوشش کی تو وہ

تمہاری کیفیت الَّذِينَ يُرَاءُونَ یعنی ریاء نمائش اور لوگوں کو دکھاوے کے باب سے شمار کی جائے گی۔ اس طریق میں تمہیں مجھ سے ملنے کا خلوص تصور نہیں کیا جائے گا۔ سو میں نے جو تمہیں آداب سکھائے ہیں کہ میرے ساتھ تمہارے انفرادی مذاکرات اور راز و نیاز اس طرح ہونے چاہئیں۔ خیال رہے کہ کبھی ان کی خلاف ورزی نہ ہونی چاہیے۔ وہ آداب ملاحظہ ہوں، وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ 7.205 یعنی یاد کر اپنے پالنے والے کو دل میں آہ و زاری سے چھپتے ہوئے، ڈرتے ہوئے (خیال رہے کہ اس سارے ماجرا کے دوران کوئی آواز جو سنی جاسکے وہ کبھی بھی منہ سے نہ نکلنے پائے اور یہ تیری یاد صبح و شام یعنی ہر دم ہر گھڑی جاری رہنی چاہیے۔ اس حد تک کہ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ یعنی یاد پروردگار سے کوئی بھی گھڑی غفلت کی نہ آنے پائے۔ تو معزز قارئین کرام! یہ فقہ ساز امام لوگ اپنے ہم وطن حدیث سازوں کی روایات پر تو فقہی اجتہاد کر کے کتابوں کے انبار لگائے بیٹھے ہیں۔ کوئی ان سے یہ تک نہیں پوچھتا کہ سورۃ اعراف کی اس آیت کے بارے میں تمہارا دارالاجتہاد نماز کو جو ریاء اور نمائش کا سمبل ہے اور ملاقات الٰہی کے لیے بتائے ہوئے قرآنی آداب کے سراسر خلاف ہے اسے امام لوگ کہاں سے ڈھونڈ لائے ہیں؟ میں نے تو اپنے وحی کردہ علم قرآن کے ذریعے تمہیں نہایت کھول کر سمجھایا تھا کہ وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ یعنی تمہاری مسجدیں خالص میری ہیں فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا 72.18 یعنی ان مساجد میں ان عدالتوں میں میرا حکم چلے گا میرے قوانین کی روشنی میں فیصلے کیے جائیں گے۔ میرے دیئے ہوئے قرآن کے خلاف کسی حنفی، جعفری، شافعی، یا حنبلی اور مالکی قانونوں کی کوئی گنجائش نہیں۔ لیکن تم نے میرے حکم قرآن کے خلاف ان مساجد میں حنفیت، جعفریت، حنبلیت، شافعیت اور مالکیت کے ناموں پر معصوم بچیوں کے قبل از بلوغت ان مساجد میں نکاح کرانے کے غیر خداوندی قوانین ان فارسی اماموں کے تیار کردہ جاری کردیئے۔ یہ مساجد بھی تم نے میرے قرآنی قوانین کے نفاذ سے چھین کر فقہی اماموں میں بانٹ دیں۔ یہ امام لوگ قرآن کی طرف سے بند کردہ غلامی کو روا رکھنے پر متفق ہیں۔

یہ امام لوگ میرے حکم میرے قانون قرآن میں اعلان کردہ قانون کو اقرباء کے لیے ہر کوئی کچھ نہ کچھ اپنے مال سے مرنے سے پہلے وصیت کر کے جائے اس قانون کے متفق طور پر انکاری ہیں۔ تم نے یہ مسجدیں اللہ کے قانون سے چھین کر ان اماموں میں ان قرآن کے مخالفوں میں بانٹ دی ہیں۔ اس طرح تم نے میرے قانون قرآن کے مقابلہ میں امامیات کی حدیثیں اور ان سے اخذ کردہ فقہ لا کر میرے ساتھ شرک کیا ہے۔ میرے قرآن اور میرے کلام میرے قانون کے ساتھ شرک کیا ہے۔ تم نے میری مساجد کی لاج نہیں رکھی، میرے دیئے ہوئے قوانین کی لاج نہیں رکھی۔ اب تم نے ان مساجد کو بھی پوجا گھروں میں تبدیل کر کے یہ جھوٹ مشہور کر رکھا ہے کہ تمہیں ان مساجد میں اللہ کی عبادت کرنے کے لیے روزانہ پانچ وقت اللہ کے بلانے اور فرض کردہ نماز کے لیے جانا لازم ہے۔ جبکہ میں نے یہ اعلان بھی کیا ہوا ہے کہ میرے پسندیدہ بندے وہ ہیں جو اَلَّذِیۡنَ یَذۡكُرُوۡنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ وَیَتَفَكَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبۡحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ 3.191 میں نے تو اٹھتے بیٹھتے لیٹتے اپنی کائنات کی تخلیقی سائنس پر غور و فکر کرنے والوں کو سراہا ہے اور اپنا عبادت گزار بندہ قرار دیا ہے۔ یہ لوگوں کو دکھا کر نمازیں پڑھنے والے بازاروں جلوہ گاہوں میں رنگین پھولوں والی مالاؤں کے دانوں پر میرے ناموں کی گنتی کرنے والے کہاں سے بیچ میں آ ٹپکے ہیں۔ میں نے تو اپنی کائنات کی تخلیق پر غور و فکر اور تدبر کرنے کو سراہا ہے۔ یہ کون لوگ ہیں جو میرے ناموں کی گنتی سے اپنی نمائش کرا رہے ہیں۔ یہ لوگ تو اَلَّذِیۡنَ یُرَآءُوۡنَ کے صیغے میں آتے ہیں۔ ان کے لیے تو میں نے اعلان کر دیا ہے کہ فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ الَّذِیۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ الَّذِیۡنَ یُرَآءُوۡنَ ان کے لیے تو میں نے دوزخ کا ویل نامی حصہ بک کر دیا ہے۔ یہ لوگ اپنی جھوٹی پارسائی کا اشتہار لگا کر اپنی جھوٹی ساکھ بڑھاتے ہیں جبکہ ان کی حالت یہ ہے کہ وَیَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ یہ میرے رزق کے سرچشموں کو حاجتمندوں میں بانٹنے سے انھیں چھپائے اور روکے ہوئے ہیں۔ تو ان کی یہ نمائش اور اشتہار بازی والی صلوٰتیں لاؤڈ اسپیکروں پر دکھاوے کی عبادتیں بھی ان کے گلے میں

ڈال کر دوزخ کے طبقہ ویل میں انھیں بھیجا جائے گا۔ ان لوگوں نے اللہ اور اس کی مساجد کو بھی مذاق بنا رکھا ہے۔ انھوں نے میری عبادت کا مفہوم میرے قرآن سے پوچھنے کی بجائے فارس کے اماموں کے مطابق عبادت کو بھی پوجا میں تبدیل کر کے اللہ کو ایک تخیلاتی بت اور یوٹوپیائی صنم بنا دیا ہے۔ میں نے تو مساجد کو عام بنی بشر کے لیے عمومی انسانی مرکز قرار دیا تھا لیکن پہلی اور مرکزی مسجد جو میں نے ابراہیم اور اس کے بیٹے اسماعیل سے قبلہ اول کے طور پر تعمیر کرائی اس کے لیے بھی اعلان کیا کہ اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا یعنی مکہ مکرمہ کی پہلی مسجد جسے ہم نے عام انسانوں کی حاجات کے حل کے لیے بطور مرکز بنایا ہے افسوس کہ مسلمانوں نے بھی یہود و نصاریٰ کی طرح ان عمومی مراکز پر اپنی فرقہ وارانہ گروہی، اجارہ داری جما رکھی ہے اور ان مساجد میں غیر مسلموں کے آنے کیلئے بندش لگا دی ہے۔ جبکہ مسجد جسے اللہ نے نص کے ساتھ فرمایا کہ وہ عام لوگوں کیلئے ہے اور اس کو اقوام عالم اپنا ہیڈ کوارٹر سمجھیں کیونکہ ابراہیم اور محمد ذات انسان کے رہبر بنا کر بھیجے گئے ہیں لیکن اس کو بھی مسلمانوں نے رہبانائیز کر کے پوجا گھر بنا دیا ہے۔ میں نے مساجد کے معتکف اسٹاف کے لیے یا طائفین کے لیے یا ہر حاجتمند فریادی داعی مدعی کے لیے حکم جاری فرمایا تھا کہ خُذُوۡا زِیۡنَتَكُمۡ عِنۡدَ كُلِّ مَسۡجِدٍ 7.31 لیکن ان رہبانیت گزیدہ مسلمانوں نے مساجد کو بھی کیا سے کیا بنا دیا اور لوگوں کو وہاں زیب و زینت اور سنگھار سے آنے کی بجائے ان پر جھوٹی حدیثوں کے ذریعے ان کے پائینچے پنڈلیوں پر کھنچوا دیئے جو زیب و زینت کا منہ چڑاتے رہتے ہیں۔ مساجد میں ایک طرف تو ننگے سر کو ممنوع قرار دیا ہے لیکن سر ڈھانپنے کے لیے کھجور کے پتوں کی یا آج کل دو روپیہ والی پلاسٹک کی ٹوپیاں بنوا کر ٹوکرے بھر کر دروازوں پر رکھ دیئے ہیں۔ اللہ نے حکم دیا کہ میرے گھر میں ان عوامی مرکزوں میں زیب و زینت کر کے آیا کرو تو امام لوگوں کی بنائی ہوئی حدیثوں سے مسلمانوں نے آنے جانے والوں کے لیئے مساجد میں پائینچے اوپر چڑھا کر بدنما بنا دیا اور جو ردی ٹوپی پہن کر کوئی شخص دوستوں میں جانے سے شرمائے وہ ان امامی مذاہب والوں نے اللہ کے سامنے پوجا کے لیے پہن کر شریک ہونے کا کلچر قائم کر دیا۔ حکم الٰہی کہ خُذُوۡا زِیۡنَتَكُمۡ عِنۡدَ كُلِّ مَسۡجِدٍ کو نا قابل

عمل بنادیا، بلکہ رد بھی کر دیا۔ میں نے ایک دن ٹی وی کے جیو چینل کے عالم آن لائن پروگرام کو دیکھا۔ اس میں ایک عالم نے جو غالباً شیعہ فقہ سے تعلق رکھتا تھا جواب میں فرمایا کہ خوشبو سے روزہ مکروہ ہوتا ہے۔ دلیل تو شاید یہ تھی کہ اس سے ذہنی تفاخر ہوتا ہے یا کوئی اس معنی کے قریب قریب جواب تھا اور اہل سنت والے بھی اپنے استادوں اور سینئر علماء یعنی شیعوں کی طرح شلوار کے پائینچوں کو ٹخنوں سے نیچے کرنے کو حرام اس لیے قرار دیتے ہیں کہ اس سے ذہن میں تفاخر اور تکبر پیدا ہوتا ہے۔ تو جناب عالی ہم جو غریب کلاس کے لوگ ہمیشہ روڈوں، سڑکوں پر مارچ کرتے ہیں، بسوں میں لٹکتے ہیں، کبھی کسی عمدہ کار میں بیٹھنے کا موقع مل جاتا ہے چہ جائیکہ وہ پرائی بھی ہوتی ہے تاہم بھی ذہن میں ایک قسم کی تعلّی اور تکبر آجاتا ہے تو امامی علماء کرام کو اس کے بارے میں بھی اعلان کرنا چاہیے کہ ایسی سواریوں پر لوگ چڑھا نہ کریں۔ اب ایئر کنڈیشن کوچ بس میں بیٹھ کر ساتھ میں گزرنے والی سادہ بس میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھتے ہوئے اپنے لیے فخر اور تکبر کا احساس ہوتا ہے اور یہ سب کچھ غیر اختیاری طور پر ہوتا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ کلاسیفکیشن کا کلچر اور طبقاتی سوسائٹی جنم دینا ناجائز اور حرام ہے۔ **لیکن بات میری اور میرے ہم خیال لوگوں کی نہیں،** بات ہے فائیو اسٹار لگژری لائف میں رہنے والے مفتیان عظام کی کہ ان کے جملہ اعزازات تکبر والے ہیں، ان کی تکیہ گاہیں مسندیں رہائش گاہیں، سواریاں، فرنیچر، لباس وغیرہ اضافتاً تکبر اور تفاخر کا مستلزم ہیں۔ لیکن ان مفتیان کرام نے سارا غصہ آکر شلوار کے پائینچوں کو ٹخنوں سے اوپر کرانے پر نکالا ہے۔ جبکہ مساجد میں آنے کے لیے قرآن حکیم نے زیب و زینت کے ساتھ بن سنور کر آنے کا حکم دیا تو شاید یہ امامی گروہ مساجد کو ویران اور خوفناک جگہ بنانے کے لیے قرآن کی فلاسفی اور سوچ کو جو مساجد میں آنے کو باعث کشش بنائے اسے یہ لوگ مٹانا چاہتے ہیں۔ جوان کے ٹکسال سے یہ حدیث جاری کی گئی ہے کہ جن کے ٹخنے شلوار کے پائینچوں سے ڈھکے ہوئے ہوں گے آخرت میں جہنم کے اندر ٹخنوں کو دوزخ کی آگ سے داغا جائے گا۔ اب دیکھا کہ قرآن کیا کہتا ہے اور حدیثیں جو قرآن کی تفصیل کرنے کے لیے مشہور کی گئیں ہیں کیا کہتی ہیں؟ کیا تفصیل ایسی ہوتی ہے؟

فحاشی کو ختم کرنے والی چیز صلوٰۃ ہے اور یہ فارسی نماز.........

اللہ نے قرآن میں معاشرہ کی اصلاح کے لیے اکسیر نسخہ بتایا کہ **اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ 29.45** یعنی تحقیق صلوٰۃ فحاشی، برائی، بدکاری اور منکرات سے روکتی ہے۔ قرآن نے چونکہ صلوٰۃ کے معنی بتائے ہیں اتباع قانون و نظام قرآن۔ تو اس آیت میں قرآن نے مزید وضاحت کے ساتھ سمجھایا کہ صلوٰۃ کس طرح برائیوں کو روکتی ہے۔ فرمایا کہ **وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ** یعنی اللہ کا قانون اپنی افادیت میں، تاثیر میں، نتیجہ اور ثمرات دکھانے میں نہایت کامیاب اور بلند ہے۔ اس لیے جو حکام، ایڈمنسٹریشن صلوٰۃ کی ڈیوٹیوں پر مستعد ہوگی تو وہاں کسی کو بھی بدکاری کے ارتکاب کا حوصلہ ہی نہیں ہو سکے گا۔ مرے ماں کسی بدمعاش کی جو وہ بدمعاشی کا تصور بھی کر سکے۔ میں معذرت کے ساتھ نام لیے بغیر مثال عرض کرتا ہوں کہ ایک مدرسہ میں ناظم مدرسہ طالب علموں کو اصلاح اخلاق اور تعلیم میں انہماک کا لیکچر دے رہے تھے۔ اسی دوران فرمایا کہ مسجد میں نمازیوں کا رش بڑھ گیا ہے اس لیے تم طالب علم ان نمازیوں سے ہوشیار رہو۔ میں نے ناظم صاحب سے سوال کیا کہ آپ کی یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ نماز پڑھنے والے زیادہ آگئے ہیں اس لیے ہمیں ان سے ہوشیار رہنا ہے یہ کیونکر اور کس طرح؟ جواب میں ناظم صاحب نے فرمایا کہ میں اس بستی والوں کو خوب جانتا ہوں۔ ان کو نماز سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ یہ لوگ تب کثرت سے نماز پڑھنے آتے ہیں جب مدرسہ میں کچھ خوبرو لڑکے پڑھنے آجاتے ہیں۔ یہ تو بہت چھوٹی مثال ہے لیکن بین الاقوامی اور عالمگیر مثال اس نماز کے ذریعہ فحاشی کو روکنے میں ناکامی کی عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ اس فارس والی نماز میں جماعت کے ساتھ رات دن میں پانچ بار گھر اور دکان چھوڑ کر جو شریک ہوتا ہے، اس کے لیے حدیث بنانے والوں نے خود ایسی باتیں لکھی ہیں کہ شروع اسلام میں مردوں کی طرح عورتیں بھی نماز کے اجتماعات میں شریک ہوا کرتی تھیں لیکن انہی ایام میں یعنی خود رسول کے زمانے میں ہی عورتوں کو لوگ نظر فاحش سے دیکھنے لگے اس لیے عورتوں پر جماعت میں شریک ہونا موقوف کیا

گیا۔ تو جناب معزز قارئین! اللہ عزوجل نے معاشرہ کی بدکاریوں سے بچنے کا نسخہ تجویز فرمایا ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ صلوٰۃ فحاشی سے روکتی ہے۔ تو امامیات کے علوم کے ذریعے صلوٰۃ کے غلط ترجمہ والی نماز کا حشر یہ ہے کہ فحاشی کا مرکز ہی اجتماعات نماز بن جاتے ہیں۔ اس طرح عربی محاورہ کے مطابق **فرمن المطر قام تحت المیزاب** یعنی بارش سے بچنے کی لیے کوئی چھت کے پرنالے کے نیچے کھڑا ہو۔ میں اس مدعا کے ثبوت میں کئی شہروں کے کئی اجتماعات میں نمازیوں کی ایسے مثالیں جانتا ہوں جو مجھے لکھنے میں بھی شرم آرہی ہے۔ جناب معزز قارئین! ایسی صورتحال میں اگر ہم فحاشی کو روکنے اور بند کرنے کے قرآن والے نسخے اقامت الصلوٰۃ کا معنی نماز پڑھنا کریں گے تو گویا اللہ کی بات غلط ثابت ہو جائے گی، قرآن کا فارمولا ناکام کہا جائے گا جو ہو ہی نہیں سکتا، قطعاً نہیں۔ تو یہ ثابت ہوا کہ صلوٰۃ کا ترجمہ موجودہ نماز نہیں ہے بلکہ صحیح ترجمہ وہ ہے جو قرآن نے خود بتایا ہے کہ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى 75.31 یعنی قرآن کے پیچھے چلنا قرآن کی تابعداری کرنا۔

نماز میں پیش امام کی اسامی بھی خلاف قرآن ہے

مجھے کراچی میں ایک مہربان نے کہا کہ حکومت اگر مولویوں کے روزگار کا بندوبست بغیر کسی مذہبی ڈیوٹی کے کسی اور بہانے سے کرے تو یہ لوگ خود بخود صلوٰۃ کا درست اور قرآن کا بتایا ہوا ترجمہ کریں گے۔ جناب معزز قارئین اللہ نے فرمایا ہے کہ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ" اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ 2.186 اس آیت میں رب پاک اپنے رسول کو بتا رہے ہیں کہ جب بھی کوئی میرے بندوں میں سے تجھ سے میرے متعلق پوچھے تو انہیں کہہ دیجئے کہ میں ان کے قریب ہوں، اتنا قریب کہ ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب بھی دیتا ہوں جب وہ پکارتا ہے، اس لیے تم ضرور مجھ سے جواب طلب کرو اور میرے اوپر بھروسہ کرو، مجھ سے استجابت سے ہی تمھیں رشد وہدایت ملے گی۔ اس آیت سے یہ بات مکمل کر ثابت ہوتی ہے کہ قرآن کے ذریعے اللہ کا اپنے سب بندوں سے گہرا رابطہ ہے۔ بندہ اپنے آقا سے جو بھی رہنمائی حاصل کرے گا، اللہ کی کتاب اسے ہر سوال کا جواب دے گی، ہر قسم کی رہنمائی کرے گی اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ اور بندے کے درمیان کوئی ایجنٹ نہیں، دلال نہیں، رابطہ آفسر نہیں۔ اللہ نے قرآن نازل فرما کر سب بندوں کو ڈائریکٹ ڈائلنگ کا موبائل سیٹ دے دیا ہے۔ وہ ایسا سیٹ ہے جو وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ 6.59 یعنی کوئی گیلی یا سوکھی چیز نہیں چھوڑی گئی جو اس کتاب میں مذکور نہ ہوئی ہو۔ تو فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ کے حکم سے اللہ اور بندے کے درمیان کے فاصلے اور پیش امام یا مرشد نام کے ہر قسم کے ریلیشنز اور رابطہ کرانے کا دم بھرنے والے سب کو قرآن نے یکلخت ہٹا دیا ہے اور رسول کو حکم دیا گیا کہ میرے سب بندوں کو کہو کہ وہ براہ راست مجھ سے استجابت کریں، مجھ سے سوال کریں، مجھ سے جواب پوچھیں۔ میں ان کے پیش اماموں اور مرشدوں سے ان کے زیادہ قریب ہوں۔ میں نے کسی کو اپنے سے ملانے کے لیے رابطہ کی ایجنسی نہیں دی۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ میں براہ راست ڈائریکٹ اپنے بندوں کو ان کے سوالوں کے جوابات دیتا ہوں ان کو صرف میرے جوابی خط (قرآن) کو کھول کر پڑھنے کی دیر ہے ان کو ان کے مطلوبہ سوال کا جواب نہ ملے تو کہنا۔

نماز کے لئے امامیات کے علم والوں نے قرآن سے مسجد کا لفظ چوری کیا ھے

قرآن حکیم کے اندر مسجد کا لفظ اندازاً 28 بار استعمال کیا گیا ہے۔ ان جملہ اٹھائیس مقامات میں کہیں بھی صلوٰۃ کا ذکر تک ساتھ میں نہیں کیا گیا۔ باوجود یہ کہ صلوٰۃ کا معنی نماز نہیں ہے تاہم بھی خود صلوٰۃ کا بھی ذکر مسجد کے حوالے سے نہیں کیا گیا ہے۔ مسجد کے لیے رسول سے یہ تو فرمایا گیا کہ اسے تیرا ہیڈ کوارٹر بنائیں گے۔ آگے چل کر تیرے لیے یہ کیپیٹل پوائنٹ بنے گی 2.144-149 مسجد کے بارے میں قرآن کے اندر یہ حکم تو دیا گیا ہے کہ جب تک مخالفین تمہارے ساتھ مسجد میں لڑائی نہ کریں تو اتنے تک مسجد کے پاس تمھیں لڑنے کی اجازت نہیں 2.191 ہر مسجد میں اپنا رخ اللہ کے قانون کی طرف رکھیں اور اس کے قوانین کو خلوص دل سے قبول کیا کریں 7.29 اور فرمایا کہ ہر مسجد میں جانے سے پہلے خوب زیب وزینت کے ساتھ بن سنور کر جاؤ (ایسے نہ ہو کہ پائنچہ پنڈلیوں پر کھینچ رکھو اور کھجور کے پتوں کی ٹوپیاں پہن کر جاؤ 7.31 مسلمانوں کے سیاسی مراکز، شورائی مراکز، عدالتی مراکز مسجدیں تھیں۔ اہل فارس کے حدیث ساز اور فقہ ساز اماموں نے اپنے علمی ٹکسالوں کی روایات کے ذریعے مساجد کا سیاسی جہانبانی والا کانسیپٹ اور مصرف ختم کرا کر اسے رہبانیت اور جھوٹے زہد والا حجرہ بنا دیا ہے۔ مسلمان اتنے تو گئے گذرے ہو گئے ہیں کہ انھوں نے آج تک یہ سوچا بھی نہیں کہ قرآنی ہدایات کی روشنی میں مساجد کس کام کے لیے ملیں تھیں اور ان سے آج کیا کام لیا جا رہا ہے۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا ہے کہ مسلمانوں کے اذہان قرآن سے موڑ دیئے گئے ہیں۔ انھیں یہ پٹی پڑھائی ہوئی ہے کہ مسائل دین براہِ راست قرآن سے نہیں پوچھنے، اب وہ اماموں کے فرقہ جاتی مکاتب سے ملیں گے اور بس۔

تتمہ

میں نے اس کتاب "صلوٰۃ کے وہ معنی جو قرآن نے بتائے" لکھتے وقت یہ سوچا تھا کہ پورے قرآن میں جہاں جہاں بھی لفظ "صلوٰۃ" کا آیا ہے میں ان سب آیات اور مقامات کو اس کتاب میں نقل کروں گا تاکہ قارئین کو یہ تسلی دلائی جا سکے کہ صلوٰۃ کا مشہور کردہ مفہوم من جانب حدیث ساز اور فقہ ساز اماموں والی نماز نہیں ہے بلکہ وہ مفہوم اور معنی درست اور سچا ہے جو قرآن نے خود بتایا اور سمجھایا ہے۔ تو میرا اندازہ تھا کہ میں یہ سارا کچھ پچاس ساٹھ صفحوں کے اندر لکھ لوں گا اور پھر وہ طباعت کے اخراجات کے لحاظ سے بھی میری استطاعت کے موافق ہوگا۔ جب قلم اٹھایا تو مجھے ان آیات کا مختصر معنی ومفہوم پڑھنے والوں کی تشفی کے لئے ناکافی محسوس ہوا۔ ویسے تو قرآن کی طرف سے صلوٰۃ کا معنی سمجھانے کے لئے کوئی سی ایک آیت ہی کافی ہے، اس آدمی کے لئے کافی ہے جو قرآن کی آیت كِتٰبٌ "أُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ 11.1 پر ایمان رکھتا ہو۔ لیکن جو آدمی قرآن کو ڈاکٹر اسرار لاہوری اور مودودی صاحب اور ان کے جملہ ہمنواؤں کی طرح اجمالی کتاب کہہ کر اسے سمجھنے اور عمل کرنے کیلئے حدیثی اور فقہی روایات کا محتاج اور تابع بناتے ہوں تو جس طرح ان سب حضرات کیلئے جملہ تیس پارے قرآن کے ناکافی ہیں تو میں کس باغ کی مولی ہوں جو میری کتاب میں اتنی اسپرٹ ہو کہ ان کو ان کے ماضی سے دستبردار کرا سکے۔ لیکن میں پھر سے کہتا ہوں کہ اصل بات اسپرٹ کی بھی نہیں ہے کیونکہ وہ تو قرآن حکیم میں بھرپور مقدار میں ڈٹ کر موجود ہے۔ لیکن اصل بات ہے مذہب کو ذریعہ آمدنی بنانے کی اور اس مسخ کردہ مذہب کی اجارہ داری کے نام سے حاصل کردہ سیادت اور پیشوائی کی، جس کے ذریعے یہ لوگ اللہ سے ملانے اور بہشت دلانے کی ایجنسی لیے بیٹھے ہیں۔ سو میری گزارشات پر یہ لوگ مشکل سے توجہ دیں گے کیونکہ گھوڑا اگر گھاس سے یاری رکھے گا تو بھوکا مرے گا سو یہ تو مجھے کھانے کو آئیں گے۔ تاہم بھی میں نے یہ چند حروف ان کے لیے لکھے ہیں جن کے لیے قرآن حکیم نے فرمایا ہے کہ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ 29.51 یعنی یہ کتاب

ان لوگوں کو کافی ہوگی جو وحی متلو والی کتاب کو رحمت اور نصیحت سمجھتے ہوئے اس پر ایمان لے آئیں گے۔ سو جو لوگ وحی غیر متلو کے متلاشی ہوں گے ان کے لیے قرآن بھی کافی نہیں ہو سکے گا۔

بہر حال تتمہ کے حوالے سے میں پھر اس گزارش کو دہراؤں گا کہ قرآن پوری کائنات کی ربوبیت کے لیے قیادت اور حکمرانی کے منشور کی کتاب ہے، سیاسیات عالم کی رہنمائی کا مینی فیسٹو ہے، دستور کتاب ہے۔ یہ خانقاہی عیاشیوں کے لیے تعویذات لکھنے کی کتاب نہیں ہے۔ اس لیے قرآنی اصطلاحات کے معانی اور مفہوم سمجھنے کے لیے یہ حکم الٰہی ذہن میں رکھیں کہ **اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰكَ اللّٰهُ** 4.105 یعنی ہم نے یہ کتاب تیری طرف اے رسول! اس لیے بھیجی ہے کہ تو حکومت چلا، لوگوں پر اللہ کی دی ہوئی رہنمائی اور بصیرت سے اور پھر حکومت چلانے کے لیے بھی مزید دستگیری کے لیے رب تعالیٰ نے سکھایا کہ **اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ** 22/41 اس آیت کریمہ میں رب تعالیٰ نے حکومت حاصل کرنے کے بعد گڈ گورننس اور انقلاب کی کامیابی کے لیے جن محکمہ جات پر گورنمنٹ کی فلاح کا توقف ہے اور جو ڈیپارٹمنٹس ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں ان کی طرف توجہ دینے کی ہدایت فرمائی ہے۔ سو فرمایا کہ جن لوگوں کو ہم اقتدار دلائیں زمین میں تو ان پر لازم ہے کہ وہ احکامات کی امپلیمنٹ کے سسٹم کو مضبوط رکھیں اور نظام اور سسٹم کے قیام کے دوران لوگوں میں ان کی بہتر نشو نما کیلئے سامان پرورش کی مربوط سپلائی کو بحال رکھیں اور وزارت معارف اور لا اینڈ آرڈر کو بھی ٹائیٹ رکھیں۔ پھر اللہ کی ان ہدایات پر کار بند رہنے کے بعد دیکھو کہ تمہارا انجام کار بہتر رزلٹ دے گا۔ پھر اللہ نے **اقیموا الصلوۃ** کے لیے بیسٹ اوبیڈینٹ، تابعدار ہونے اور بہتر امپلیمنٹ، نفاذ کی صورت میں رزلٹ اور نتیجہ بھی سمجھایا کہ یہ نشانی تمہارے معاشرہ میں نظر آئے تو سمجھ لینا کہ اقامت صلوۃ پر صحیح عمل ہوا ہے اگر نہ نظر آئے تو نہیں۔ فرمایا کہ **اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ** 29.45 یعنی تمہاری اقامت صلوۃ کی درستی اور کامیابی کی نشانی یہ ہے کہ تمہاری مملکت میں

فحاشیاں اور منکرات رک جائیں گے۔

جناب محترم قارئین اس آیت میں اگر صلوۃ کا معنی نماز لی جائے تو مشاہدہ ہے کہ موجودہ نمازی چور بازاری سود خوری اور حرام کی کارستانیاں اتنی کر رہے ہیں کہ آدمی قرآن کی اس آیت پر شک کرنے لگتا ہے۔ یہ بات قران کی غلط ثابت ہوئی تو سمجھ لینا چاہیے کہ صلوٰۃ کا معنی ہے اوامر اور نواہی یعنی جملہ احکامات الٰہی کی اتباع کرنا۔

سورۃ جمعہ میں **اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ** 62.9 کا حکم فرمایا گیا ہے۔ اس میں حکمران وقت اور اس کے نائبین کو حکم ہے کہ ہفت روزہ کھلی کچہری لگائیں۔ ان میں شہریوں کے مسائل کے حل کے متعلق شکائتیں سنی جائیں اور ان کو حل کیا جائے اور کرنٹ افیئرز کے متعلق سرکاری پالیسیوں سے لوگوں کو باخبر رکھا جائے۔ تو اسی اجتماع میں شریک ہونے کے لیے اہل ایمان کو قرآن نے تاکید فرمائی ہے کہ تم اپنے اجتماعی مفاد کے اجتماعات میں شریک ہونے کے لیے کاروائی کے آخر تک اپنا ذاتی لین دین کا کاروبار بند رکھو اور حاکم وقت کے سارے پروگرام میں اس کے ساتھ رہو۔

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ایسے لوگوں کے بارے میں جو اپنا پہلا مذہب چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوئے اور علم و فضیلت کی مسندوں پر فائز ہو کر خود کو ماہر علوم اسلامی مشہور کر کے ایسی ایسی حدیثی روایات لے آئے جن سے قرآن حکیم کے انتہائی اہم انقلابی اور اصلاحی اور فلاحی احکامات کو گویا منسوخ اور اور متروک اور عملی طور پر معطل بنا دیا۔ جس طرح کہ اسلام نے انسانوں کو غلام بنانے کی پہلے دور کی رسم کو ختم کر کے اس کے منبع ہی کو یعنی جنگوں اور لڑائیوں میں مفتوحوں کو قیدی وغلام بنایا جاتا تھا تو اسے قرآن نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُوْنَ لَهٗ أَسْرٰى کے حکم سے انسانیت کو ذلیل کرنے والی ریت پر بندش ڈال دی۔ لیکن اسلام میں ان نوواردوں نے پلاننگ سے یہ خلاف قران مسئلہ فقہ اور حدیث کے نام سے جائز اور جاری کر دیا۔ اسی طرح قران نے جاہلیت کے زمانہ کی ظالمانہ رسم یعنی عورت کو اس کی شعوری عمر سے پہلے نکاح کرانے، بلوغت سے پہلے کسی کی شادی میں دے دینے کو قران نے حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ کے حکم سے نکاح کے معنی میں شعور اور بلوغت کی شرط عائد فرمائی تو ان مخصوص نوواردوں نے اپنی قرآن مخالف حدیثوں اور ان سے فقہی استخراجات سے قرآن حکیم کے عادلانہ انسانی فلاح کے حکم کو معطل کرا کر نابالغ بچوں اور بچیوں کے نکاح کا اختیار ان کے ورثاء کو دے دیا۔ جس سے قرآن حکیم کا انقلابی حکم جیسے کہ معطل اور متروک العمل ہو کر رہ گیا۔ اسی طرح قرآن نے مرنے سے پہلے اپنے مال میں سے بعض اقرباء کے لیے وصیت کا حکم دیا تو اسے بھی ان نوواردوں نے حدیث اور فقہ کے ناموں سے معطل اور ممنوع قرار دے دیا۔ یہ لوگ ایسے چالاک تھے کہ انھوں نے ایک طرف یہ بھی مشہور کر رکھا تھا کہ قران مخالف کوئی بھی حدیث اور فقہی قول قابل قبول نہ ہوگا۔ اس کے باوجود انھوں نے اپنے حدیثی مجموعوں اور فقہی اقوالوں میں ان قرآن مخالف اور قرآن دشمن نظریوں کو رائج کیا ہوا ہے۔ جس طرح کہ قرآن نے دولہا کی طرف سے دلہن کو دیئے جانے والے مہر کو نحلة کا نام دیا یعنی بغیر بدلے اور معاوضہ والا تحفہ اور ہدیہ۔ لیکن ان فقہی امامی اسکولوں نے ملك بضع کی اصطلاح اور مہر کو قيمة الفوج کا معنی دے کر

عورت کی عصمت کو بکاؤ مال بنا دیا۔ اسی طرح قرآن نے حاجات انسانی میں سب کو برابر کے حقوق دیئے ہیں۔ جیسا کہ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ" 16.71 اور سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ 41.10 جہاں تک فضیلت کے مرتبوں کا سوال ہے ان کے لیے تو (252) تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ 3.253 یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی فضیلت میں متفاوت تھے لیکن ان فقہی اور حدیثی امام کہلانے والوں نے شادیوں میں اپر لوئر کلاس قرار دے کر کفو کے نام سے نسلی بنیادوں پر توحیدی سماج اور انسانی معاشرے کو طبقات میں متفرق کر دیا۔ اس طرح سے انسانی آبادی کے لیے قرآن کی رہنمائی وَلَا تَفَرَّقُوْا 3-3.1 کو ان حدیثی اور فقہی علموں کے حوالوں سے امام کہلانے والوں نے پس پشت ڈال دیا ہے۔

جناب علماء کرام! اللہ عزوجل نے انسانوں کی ہدایت کی خاطر جو کتاب قرآن حکیم منشور کے طور پر نازل فرمائی اس کا ایک نام اللہ نے خود اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا 39.23 آیت کے حوالہ سے احسن الحدیث مقرر فرمایا تو اس کے بعد کسی کو بھی کیا حق پہنچتا ہے کہ اپنی بنائی ہوئی روایات کو جن میں انھوں نے قرآن اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین کی ہوئی ہے ایسے روایاتی علم کو یہ لوگ حدیث کا نام دے کر شرک بالقرآن کریں؟

جناب علماء کرام! اللہ عزوجل نے جب اپنی کتاب قران یعنی احسن الحدیث کی احادیث جیسی احادیث بنانے اور لے آنے کو مشکل اور محال قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ 56.34 تو قرآن کی احادیث کے ہوتے ہوئے غیر اللہ کی باتوں اور روایتوں کو قرآنی اصطلاح والے علم حدیث کا نام دے کر پھر انھیں دین کا اصل اور ماخذ قرار دینا یہ تو سراسر قرآن دشمنی ہے اور شرک بالقرآن ہے۔ ایسے روایت بازوں کے لیے جنھوں نے اپنے علوم کیلئے قرآن کے نام احسن الحدیث سے لفظ حدیث چوری کیا ہو آپ کیا فرماتے ہیں؟

جناب علماء کرام! اللہ عزوجل نے فرمایا کہ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ O 45.6 یعنی

قرآن کی آیات اور حدیثیں ہی حق ہیں پھر انھیں چھوڑ کر اور کون سی آیتیں اور احادیث ہیں جن پر تم ایمان لے آؤ گے۔" اب غور کیا جائے کہ یہ آیت غیر قرآنی آیات اور غیر قرآنی حدیثوں کا سراسر انکار کرتی ہے۔اس آیت میں رب ذوالجلال اپنی احادیث اور قرآنی آیات کے سوا کسی بھی روایاتی علم کو قرآنی حدیث کی طرح دین کا اصل اور ماخذ تسلیم کرنے نہیں دے رہا۔ نیز **فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ** 77.50, 7.185 ان آیات میں بھی اللہ پاک غیر قرآنی احادیث پر ماخذ دین کے طور پر اور اسلام کے اصل کے طور پر ایمان لانے کو منع کر رہا ہے، چیلنج کر رہا ہے۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و قرآن کہ جن روایات اور فارسی لوگوں کی بنائی ہوئی باتوں کو حدیث کے نام سے اسلام کی اصل مشہور کیا ہوا ہے جس کی وجہ سے مسلمان کئی فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، ایسے علم کو قرآن حکیم کی اوپر کی ہدایات کی روشنی میں نصاب اسلام میں مسلمانوں کی اولاد کو کیونکر پڑھایا جائے؟ اور ان حدیثوں کے حوالوں سے مسلمانوں کو واعظی مولوی صاحبان کو واعظ کرنا قرآن کی اوپر کی آیت کی روشنی میں تو بندش ہے لیکن اب آپ ان آیات کی روشنی میں کیا فرماتے ہیں؟

جن لوگوں کے بارے میں یہ سوال کیا جا رہا ہے کہ ان کی روایت بازی سے حدیث سازی وجود میں آئی۔ یہ لوگ ٹیم ورک کی شکل میں منظم ہو کر نسل در نسل شروع اسلام سے حدیث سازی کا یہ عمل قرآن کی اصلیت میں ملاوٹ کرنے کے لیے کئی صدیوں تک کرتے رہے ہیں۔ ان کی آپس میں پہچان کا ایک دوسرے کے لیے ایک کوڈ ورڈ تھا جو نام کے پیچھے لکھ دیا کرتے تھے وہ یہ ہے "قدس سرہٗ" یعنی اس کا راز محفوظ رہا، کوئی اسے پہچان نہ سکا کہ وہ اصل میں کون تھا؟" اس طرح سے یہ لوگ جھوٹ بولنے کو جائز بلکہ عبادت تصور کرتے ہیں جس کا نام انھوں نے تقیہ رکھا ہوا تھا۔ ان کے بنائے ہوئے علم حدیث میں بڑا نام امام بخاری کا بھی ہے۔ جس نے اپنے مشہور مجموعہ میں تقیہ کے جواز کے لیے حسن بصری کے حوالے سے قرآن تک کے غلط معنی کر کے اس سے تقیہ ثابت کیا ہے۔ یہ ان کی کتاب بخاری کی کتاب الاکراہ میں اس کا نظریہ موجود ہے۔ ان لوگوں نے اپنے ذیلی گروہوں کو جدا جدا ناموں سے مشہور کیا ہوا ہے اور ظاہر میں ایک دوسرے کا مخالف بھی

مشہور کیا ہوا ہے لیکن وہ اختلافی چیزیں آمین زور سے پڑھیں یا آہستہ اور امام کے پیچھے قرأت کریں یا نہ کریں اور ہاتھ چھوڑ کر پڑھیں یا باندھ کر، ایسے رواجی مسلکوں میں اختلاف کیے ہوئے ہیں لیکن قرآن کے خلاف سب امام اور فرقے متحد ہیں۔ ان کے خفیہ اتحاد کی ایک چھوٹی سی مثال شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی کتاب تحفہ اثناء عشریہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ جس میں وہ لکھتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت کے سب لوگ بشمول امام ابوحنیفہ کوفی مخلصین شیعوں میں سے تھے۔

وہم دریں اثناء مذہب زیدیہ حادث شد و دعاۃ آں مذہب بروے کار آمدند و سببش آنکہ زید بن علی بن حسین برمروانیہ خروج فرمود و شیعہ مخلصین و تفضیلیہ و سائر اہل کوفہ را دعوت بخود نمود و جمعی کثیر باوی رفیق شدند از شیعہ مخلصین راامام ابو حنیفہ کوفی) رحمہ اللہ علیہ نیز تصویب رای زیدمی نمود و مردم کوفہ را تحریض برمتابعت زید میکرو میگفت اگر نزد من ودایع و امانات مردم نمی بود کہ ہنوز بمالکان نرسانیدہ ام و بردیگر از اخلاف خود اعتمادندارم کہ بتحقیق حق ہریکے باور ساند، البتہ ہمراہ زید جہاد اعدامی نمودم (صفحہ 56) باینجہت قدر مختار درذہن شیعان خیلی بلند شد و زبان بستایش و ثناء او کشادند حتیٰ کہ شیعہ مخلصین کہ اہل سنت و جماعت بودند نیز بر انہزام جیوش مروانیہ و مقتول شدن ابن زیاد لعین حمد الاہی بجا آوردند و فعل مختارراکہ او بہ نیت طلب ملک و ریاست کردہ بودند (صفحہ 55) تحفہ اثناء عشریہ، استنبول ترکیہ۔

جسٹس تقی عثمانی کیلئے ضمیمہ
اپنے دام میں آپ

علامہ عثمانی صاحب نے اپنی کتاب حجیت حدیث کے صفحہ نمبر 45 پر دو آیتیں حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ق وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ ○ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُکْبَانًا ج فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَمَا عَلَّمَکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (2.239-240) لکھی ہیں۔ان کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہاں یہ بات تشریح طلب نہیں کہ اللہ کا ذکر ادا کرنے سے مراد نماز کی ادائیگی ہے اس لئے کہ سیاق وسباق کے لحاظ سے یہاں کسی اور معنی کی گنجائش ہی نہیں۔ذرا غور کیجئے کہ قرآن کریم یہاں مسلمانوں کو حالت امن میں اس طریقے سے نماز کی ادائیگی کی ہدایت دے رہا ہے جس طریقے سے اللہ تعالی نے سکھلایا ہے۔یہاں واضح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ طریقہ نماز خود اللہ تعالی نے مسلمانوں کو سکھایا ہے حالانکہ قرآن کریم میں کسی بھی جگہ اس طریقہ کا کوئی ذکر نہیں ہے (جس طرح آج کل نمازیں پڑھی جارہی ہیں) اور کسی بھی آیت کریمہ میں اس طریقہ کی کوئی تفصیل نہیں ملتی جو ادائیگی نماز کیلئے مطلوب ہے۔یہ بات کہ نماز کو کس طریقے سے ادا کیا جانا چاہیے مسلمانوں کو رسول اللہ سے ہی معلوم ہوا ہے۔ (کتاب کی عبارت ختم)

جناب قارئین کتاب حجیت حدیث کی اس مختصر عبارت سے آپ سمجھ گئے کہ آیت میں جناب تقی عثمانی صاحب نے ذکر سے مراد نماز لی ہے اور آگے خود لکھا ہے کہ کہ نماز کی ادائیگی کیلئے قرآن میں کسی جگہ بھی نماز کے طریقے کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔اس کے بعد عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ نماز کا طریقہ مسلمانوں کو رسول اللہ سے معلوم ہوا۔اب اس کے بعد جناب قارئین تکلیف فرمائیں اور پھر سے پڑھیں جناب مصنف صاحب کی ذکر سے متعلق صفحہ 80 کی عبارت کہ ذکر کی اصطلاح سمجھنے میں اس قدر آسان اور عام فہم ہے کہ کوئی ناخواندہ شخص بھی کس دوسرے کی مدد کے بغیر ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔دیکھا محترم قارئین ایک جگہ عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن جو ذکر کی قسم سے ہے اسے کوئی ناخواندہ ان پڑھ بھی کسی دوسرے کی مدد بغیر سمجھ سکتا ہے پھر دوسری

جگہ پر لکھتے ہیں کہ ذکر اور نماز جو ایک چیز ہے اس کی کسی بھی آیت میں تفصیل نہیں ہے،تو اب بتایا جائے کہ آیت وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ (54.22) کتاب حجیت حدیث صفحہ 46 کی عبارت کی روشنی میں کس طرح آسان اور بغیر کسی دوسرے کی مدد کے سمجھ میں آنے والا سمجھیں؟ آگے صفحہ 47 پر مصنف صاحب لکھتے ہیں کہ بہر حال یہ تعلیم جو وحی غیر متلو کے ذریعے دی گئی تھی آیت کریمہ میں اللہ تعالی کی تعلیم کے طور پر ہی ذکر کی گئی ہے۔یہ بھی مصنف صاحب کا اللہ پر الزام ہے کہ اس نے آیت کریمہ میں وحی غیر متلو والی نماز کی ترکیب کو، تعلیم کو، اللہ کی تعلیم کے طور پر ہی ذکر کیا ہے۔یہ مصنف صاحب نے آیت کریمہ کے بارے میں غلط بیانی کی ہے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا (4.82) یعنی اللہ کی جانب سے ملی ہوئی چیزوں میں اختلاف نہیں ہو سکتا جبکہ مسلم امت کی جملہ تفرقہ بازی کی علامت ان کی اپنی اپنی علیحدہ نمازوں سے ہے اور خود مصنف علامہ تقی عثمانی صاحب کی اپنی نماز بھی کسی نہ کسی امامی فرقے کی طرف منسوب ہے جو کہ مسلمات میں سے نہیں ہے۔

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

جناب عثمانی صاحب آپ نے اپنی کتاب حجیت حدیث کے صفحہ نمبر 80 پر فرمایا ہے کہ پہلی قسم کے موضوعات جن کیلئے قرآن کریم میں ذکر کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے یقیناً سمجھنے میں اس قدر آسان اور عام فہم ہیں کہ کوئی ناخواندہ شخص بھی کسی دوسرے کی مدد کے بغیر ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔اب آپ کے ذکر سے متعلق اس تشریحی اور تفہیمی نوٹ کے بعد آتے ہیں کتاب کے صفحہ نمبر 46 پر جس میں آپ نے اگلے صفحہ پر لکھی ہوئی آیت حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ ------ کے آخری جملہ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَمَا عَلَّمَکُمْ کے متعلق لکھا ہے کہ یہاں یہ بات تشریح طلب نہیں ہے کہ اللہ کا ذکر ادا کرنے سے مراد نماز کی ادائیگی ہے اس لئے کہ سیاق وسباق کے لحاظ سے یہاں کسی اور معنی کی گنجائش ہی نہیں ہے۔اب آپ ہی اپنی 80 صفحہ والی عبارت کو صفحہ 46 والی عبارت سے ملا کر دیکھیں تو آپ کا یہ دعویٰ کہ ذکر کے معنی کوئی ناخواندہ بغیر

کسی کی مدد کے سمجھ سکتا ہے۔تو سیاق وسباق میں تو لفظ صلٰوۃ کا ہے۔جس کے معنی قرآن حکیم نے خود سکھائے ہیں کہ اتباع کرنا اور پیچھے پیچھے چلنا، ملاحظہ ہو **فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ○ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى** (75.31) تو قرآن حکیم نے صلّی اور تولّی کو تقابل میں لا کر تولّی کے متفق علیہ معنی یعنی روگردانی کرنا، تو اس فن تقابل سے صلّی کے معنی متعین طور پر سمجھا دئے کہ پیچھے چلنا اور تابعداری کرنا۔پھر اس معنی سے ہی جچتا ہے معنی **اقیمو الصلوہ** کا کہ قائم کرو عمل اتباع کو (نظام قرآنی کے پیچھے پیچھے چلنا) اور صرف اتنا بھی نہیں بلکہ قرآن صلوۃ اور ذکر کو مترادف بھی گردانتا ہے جس طرح کہ **اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ** (62.9) یہاں تو صلٰوۃ انقلاب اور ریاست کی ڈیوٹی بن گئی۔خیر آپ مانیں یا نہ مانیں لیکن بحث کرنا ہے آپ کے مسلمہ معنی پر کہ آپ صلٰوۃ اور ذکر کی جو معنی فارس والے آتش پرستوں کی ان کے آتش کدہ میں آگ کے سامنے پڑھی جانے والی پوجا کی قسم والی نماز نامی زردشتی عبادت کو آپ نے قرآن کے انقلابی کوڈ ورڈ **اقیموالصلوۃ** کے ترجمہ میں آگھسیٹا ہے۔یہاں تو ذکر کے یہ والے معنی بغیر کسی کی مدد کے کوئی ناخواندہ شخص مکہ سے کعبہ سے ایسے کسی آتش کدہ میں بغیر کسی کی مدد کے نہیں جا سکتا۔مجھے یقین ہے کہ آپ بھی تصدیق کریں گے کہ یہاں ذکر اور صلٰوۃ کے معنی کیلئے اس ناخواندہ امت کی مدد آپ کی وحی غیر متلو نے کی ہے۔اس کا قرار آپ اپنی کتاب کے صفحہ 46 پر کر چکے ہیں پھر آپ نے کس طرح فرمایا کہ ذکر کے معنی کیلئے کسی دوسرے سکول میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں جبکہ ذکر اور صلوۃ کے ایرانی معنی پرشن لینگویج میں نماز ہے۔جس کا قرآنی سکول سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ویسے مجھے یقین ہے کہ آپ بھی اس پس منظر کی تردید نہیں کر سکیں گے کہ یزدجری دانش گاہ کے حدیث ساز اماموں نے ہمارے رسول کو کسی گھوڑی کی باڈی کے ساتھ زنانی سیکس فل گردن آلٹریشن کرکے، اس پر سوار کر کے انسانیت کی تذلیل کی ہے، بلکہ رسول اللہ کی بھی توہین کی کہ اللہ نے تو اسے بھیجا تھا کہ **وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ** (7.157) یعنی غلامی میں جکڑے ہوئے انسانوں کی زنجیریں توڑ کر غلامی کے بوجھ ہٹا کر ان کی گردنیں آزاد کرے لیکن عثمانی صاحب آپ کے وحی غیر متلو نے تو ایسے

رسول کو اسی انسانی گردن پر سواری کرائی ہے اور یہ سفر معراج کے نام سے آسمانوں کی طرف گھوڑی پر انسانی زنانی گردن والی آلٹریشن کردہ سواری جو کہ اللہ نے بنائی ہی نہیں ہے اس طرح کی الٹریشن والی چال بازی حدیث ساز اماموں کی ہے۔جس کیلئے قرآن نے فرمایا کہ یہ بخاری کی وحی غیر متلو کی کہانی مکمل اختراع ہے **فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ** (30.30) یعنی اللہ کے قانون تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔یہ گھوڑی کی باڈی پر زنانی گردن اللہ کے تخلیقی سسٹم کی تردید کرنے والی خود ایک قسم کی قرآن (30.30) کی تردید ہے

عثمانی صاحب! اللہ نے تو ایسی جھوٹی حدیثیں بنانے والے اماموں کو جھوٹا اور رسوا کرنے کیلئے تشبیہ کے طور پر سمجھانے کیلئے شتر مرغ پیدا فرمایا جو پروں کے باوجود اُڑ نہ سکے، تو یہ عورت کے منہ اور گردن والی گھوڑی کیسے اُڑ سکی؟ آپ کے وحی غیر متلو والوں نے اس گھوڑی کا نام براق رکھا ہے، ان دنوں بجلی کی ایجاد بھی تو نہیں ہوئی تھی اور مسجد اقصیٰ میں ہمارے رسول نے انبیاء کرام کی جماعت کو وہ نماز پڑھائی جو ابھی سیکھی بھی نہیں تھی کیونکہ وحی غیر متلو والی حدیثوں میں ہے کہ رسول جب انبیاء کرام کو امامت کرانے کے بعد اوپر عرش پر گئے ہیں وہاں اللہ نے اپنے رسول کو 50 نمازیں دی ہیں تو واپسی پر جب زمین پر آئے تو جبریل رسول اللہ کو وہ نمازیں سکھانے آتے تھے۔تو آپ نے انبیاء کرام کو کیسی نماز پڑھائی؟ اور جب آپ عرش پر پہنچے تو اکثر انبیاء اپنے اپنے آسمانوں پر پہلے ہی پہنچے ہوئے تھے نا جانے ان کی سواریاں آلٹریشن والی تھیں یا کچھ اور تھیں افسوس کہ وحی غیر متلو اس کی وضاحت کرنے سے قاصر ہے۔

جناب محترم عثمانی صاحب وحی غیر متلو نے قرآن کے انقلابی کوڈ ورڈ **اقیمو الصلوۃ** کے معنی جو اقرا نماز قرار دیئے ہیں۔یہ نماز آتش پرستوں کے حکیم مانی صاحب پیدائش 215 عیسوی نے ایجاد کی تھی جس کی تفصیل کیلئے جامع ازہر کے احمد امین مصری نے اپنی کتاب فجر اسلام میں لکھا ہے کہ یہ نماز ایجاد کرنے والے اس حکیم مانی اور مانوی فرقہ کی مزید تفصیل الملل والنحل میں پڑھیں لیکن اس کا زیادہ تفصیلی احوال انگریزی کتب تاریخ میں ہے۔تو اب ہم کیا سمجھے کہ وحی غیر متلو نے جو معراج کی تفاصیل لکھی ہیں ان میں انہوں نے اللہ اور رسول کی جو ون ٹو ون

ملاقات کی تفصیل لکھی ہے اس کا ایک حصہ جو نماز کے قعدہ میں بطور التحیات پڑھی جاتی ہے اسے طرفین کی گفتگو قرار دیا گیا ہے۔تو پھر وحی غیر متلو کی احادیث تو بتاتی ہیں کہ نماز معراج میں ملی ہے اور معراج کی روئداد میں وحی غیر متلو کا علم بتاتا ہے کہ اللہ نے رسول سے پوچھا کہ میرے لئے کیا لائے ہو تو جواب میں رسول نے عرض کی کہ **التحیات لـ ہ والصلوۃ والطیبات** کا نذرانہ لایا ہوں یعنی معراج پر جاتے وقت رسول اللہ کے سنور نمازوں اور طیبات کا نذرانہ لے گئے ہیں۔اس سے تو پھر احمد امین مصری کی کتاب فجر اسلام والی بات درست نکلی کہ نماز اسلام اور معراج سے پہلے کی ایجاد ہے رسول اللہ کی بعثت سے اندازاً کم وبیش ڈھائی سو سال پہلے، جب ہی تو رسول اللہ، اللہ کیلئے نمازوں کا گفٹ لے گئے ہیں، پھر رسول اللہ کی واپسی پر اللہ کو یہ نمازیں شائد ایسی تو اچھی لگیں کہ رسول اللہ کو حکم دیا کہ جاؤ امت سمیت میرے لئے روزانہ پچاس نمازیں پڑھا کرو۔ پھر وحی غیر متلوں کے مطابق اللہ بھلا کرے یہودیوں کے نبی موسیٰ کا جس نے واپسی پر ہمارے رسول سے پچاس نمازوں کے ملنے کی خبر سن کر واپس اللہ کی طرف بھیجا کہ جاؤ کٹوتی کراؤ اتنی نمازیں کون روزانہ پڑھ سکے گا اور ہمارے رسول کو چکر لگوا لگوا کر پانچ نمازوں تک کنسیشن ڈن کرائی وحی غیر متلو کے مطابق موسیٰ علیہ السلام ان پانچوں کو بھی زیادہ تصور کرتے تھے لیکن ہمارے رسول نے آخری چکر نہیں لگایا۔ یہ بات شائد یوں لگ رہی ہے کہ پانچ کی فگر بھی تو آخر وحی غیر متلو بنانے والے پنج تنی لوگوں کی اپنی مخصوص مزدک، اھواز، ھرمز، اھ[illegible] وریزداں یہ مقدس پانچ نام ان کی میراث تھی جس عدد کے تقدس کو رواں دواں رکھنا بھی وحی [illegible] کے اندران کی مجبوری تھی۔اس حدیث معراج میں نماز کو پچاس سے 9 بار پانچ پانچ نماز[illegible] کم [illegible] اللہ کے اس اصول کو توڑا گیا ہے کہ **مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ** (50.29)

ویسے پچاس نمازوں میں سے 45 چھوڑ کر باقی پانچ کو لاگو کرنے سے مجھے یاد آیا کہ ایک دن میں ٹیلی وژن پر ڈرامہ دیکھ رہا تھا۔ اس میں ایک پٹھان فٹ پاتھ پر کوٹ بیچ رہا تھا کہ ایک گاہک نے آکر دام پوچھا تو پٹھان بولا کہ -/435 روپیہ ایک کوٹ کا۔ تو گاہک یہ سن کر جانے لگا کہ یہ بہت مہنگا ہے میں نہیں لے رہا میں جا رہا ہوں تو پٹھان نے اٹھ کر اسے قابو کیا کہ مت جاؤ

میں رعایت کر رہا ہوں تو گاہک بولا بتاؤ کتنی رعایت کرتے ہو پٹھان نے کہا کہ اچھا 400 روپے چھوڑ رہا ہوں باقی 35 روپے دو اور کوٹ لے جاؤ۔ تو یہاں وحی غیر متلو کی مہربانیاں بھی کچھ اسی طرح کی ہیں۔ میں یہاں وحی غیر متلو کی پچاس نمازوں کی فرضیت پر سوچتا ہوں کہ اس عدد کو دن رات کے 24 گھنٹوں پر کس حساب سے تقسیم کیا جاتا۔ آخر آرام کیلئے سات آٹھ گھنٹے درکار ہوتے ہیں اور فکر معاش وحصول رزق کیلئے بھی وقت درکار ہے، سو پچاس نمازوں کو ادا کرنے سے تو استنجا خانوں، وضو خانوں اور مسجدوں سے فرصت ہی نہیں مل سکے گی کہ آدمی اپنے اور افراد خانہ کی معاش کیلئے بھی کچھ کر پائے۔ یہ حدیث اور اس میں اللہ کی جانب سے پچاس نمازیں مومنوں پر لاگو کرنا یہ حدیث معراج اور فرضیت نماز، اللہ کے اپنے قانون **يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ** (2.185) یعنی اللہ مومنوں کے ساتھ آسانی اور سہولت کا ارادہ رکھتا ہے انہیں تنگی میں جکڑنا نہیں چاہتا، کے خلاف ہے اس لئے جو بھی حدیث وحی غیر متلو اور خفی نامی قرآن سے ٹکر کھائے گی وہ فرضی، جعلی اور جھوٹی ہوگی۔

امت مسلمہ میں مروج علم حدیث کو کسی بھی قسم کی وحی کا نام نہیں دیا جا سکتا

قرآن حکیم نے سچی وحی کی شناخت کی کئی ساری نشانیاں بتائی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ **وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ** (5.48) یعنی سچی وحی پہلے والی کتب کی تصدیق اور حفاظت کرتی ہے **وَالَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ** (35.31) یعنی اے رسول! جو کتاب ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے وہ حق بھی ہے اور اگلے علم وحی کی تصدیق کرنے والی بھی ہے اللہ اپنے بندوں کے حالات کا خبیر اور بصیر ہے **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ** (4.47) یعنی اے اہل کتاب ایمان لاؤ اس کلام وحی پر جو ہم نے نازل کیا ہے (اس کی نشانی یہ ہے کہ) وہ تمہارے پاس جو تمہارے رسول کو ملا ہوا علم وحی ہے یہ اس کی

تصدیق کرتا ہے۔اس موضوع پر کئی ساری آیات ہیں،ہم صرف ان تین مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں جناب قارئین اب غور فرمایئے کہ قرآن نے وحی متلو میں فرمایا کہ ابراہیم ہمارا سچا نبی تھا (19.41) تو نام نہاد وحی غیر متلو کی کتاب بخاری نے لکھا کہ ابراہیم نے تین جھوٹ بولے۔قرآن حکیم نے فرمایا نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْاَمِيْنُ O عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ O بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ (195-193-26.193) یعنی یہ قرآن لسان عربی کے مبین اسلوب پر نازل ہوا ہے تو نام نہاد وحی غیر متلو کی حدیثوں نے ٹھک سے قرآن کی تردید کی کہ **نزل القرآن علی سبعة احرف** یعنی قرآن سات قرائتوں میں نازل ہوا ہے۔قرآن نے وقت کے حکمرانوں کو فرمایا کہ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ یعنی نظام مملکت کو اپنی ڈیوٹیوں سے اس طرح قائم کرو جو اس کی عملی شکل وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ کی صورت میں نظر آئے یعنی رعیت کے ہر فرد کو بہتر نشو و نما والا سامان رزق پہنچاؤ اور میسر کرو تو وحی غیر متلو نامی حدیثوں نے وحی متلو کی انقلابی ہدایات کو بگاڑنے کے معنی مشہور کیئے کہ اقیمو الصلوۃ کے معنی روزانہ دن رات میں آتش پرستوں والی پانچ بار نماز پڑھو اور وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ کے معنی کیئے کہ سال میں ایک بار ایک سو پر ڈھائی روپے بنام زکوۃ دے دیا کرو۔دیکھا جناب قارئین فارس کے اماموں کا وحی غیر متلو جو اللہ کی وحی کی تعلیم کو بگاڑ کر مسخ کر رہا ہے۔ جناب قارئین چلئے ان اماموں کے معنوں پر کہ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کا معنی نماز اور وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ کا معنی صدقہ دینا لیکن ان کی یہ تفصیل کہاں سے آئی کہ نماز تو روزانہ پانچ بار پڑھو لیکن زکوۃ کیلئے لکھتے ہیں کہ سال میں ایک بار جبکہ یہ اَقِيْمُو اور اٰتو کے آرڈر ایک طرح سے ایک ہی جگہ دیئے گئے ہیں لیکن دونوں کی تفصیل اُلٹ ،زکوۃ کی بھی نماز کی طرح روزانہ پانچ بار دینے کے معنی کیوں نہیں کیئے گئے؟ قارئین محترم!اس تنوع سے کیا یہ ثابت نہیں ہو رہا ہے کہ یہ وحی غیر متلو بنانے والے سرمایہ داروں کے ایجنٹ تھے اور ہیں جو قرآن نے فرمایا کہ روزانہ اور ہر وقت کمائی میں سے اپنی ضروریات کے مطابق اُٹھا کر باقی سارے کا سارا مال جمع کرا دو بیت المال میں (2.219) تو قرآن کے اس انقلابی حکم کو توڑنے کیلئے وحی غیر متلو کے نام سے چالیسویں پتی سال میں ایک دفعہ دینے کی حدیثیں گھڑی گئیں۔ گر

مال کے بارے میں سال میں ایک بار وصولی لکھی ہے تو جسم کی زکوۃ جو نماز قرار دے رہے ہیں تو وہ بھی سال میں ایک بار نماز لاگو کرتے۔ ہمیں ان مثالوں سے یہ عرض کرنی ہے وحی غیر متلو نامی علم الاحادیث دشمنان اسلام نے قرآن کے انقلابی نظریہ کی جڑ اور بنیاد اکھیڑنے کیلئے ایجاد کیا ہے جو ہر قدم پر حقیقی وحی کے رد میں ہی اس کی حدیثیں آپ کو نظر آئیں گی۔

مصنف کتاب حجیت حدیث کے وحی غیر متلو کا وحی متلو سے تصادم

علامہ مصنف صاحب صفحہ 44 پر لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں جا بجا مسلمانوں کو نماز پڑھنے اور اس پر مضبوطی سے قائم رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ جناب قارئین میں یہاں مصنف صاحب کے اس جملہ اور دعویٰ پر تبصرہ کرتا ہوں، آگے لائی ہوئی آیت پر بعد میں۔یہ تو ظاہر ہے کہ علامہ مصنف نے قرآن کے اندر جا بجا نماز پڑھنے کی جو بات کی ہے وہ **اقیمو الصلوۃ** یعنی لفظ **صلٰوۃ** کے تناظر میں کی ہے۔میں علامہ تقی صاحب اور اس کے جملہ ہمنواؤں کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ جملہ پورے قرآن کے اندر ایک بار بھی لفظ صلٰوۃ کے ساتھ پڑھنے کا لفظ اور حکم دکھائیں جس طرح کہ علامہ مصنف صاحب نے اپنے اس جملہ میں لکھا ہے۔اس چیلنج کے بعد دوسری عرض یہ ہے کہ قرآن حکیم جب اپنے کسی اصطلاحی کوڈ ورڈ اور مخصوص لفظ کے معنی خود بتا دے تو پھر اس کے بعد کسی بھی علامہ ،مولانا اور اولانا سے اس لفظ کے معنی نہیں پوچھے جائیں گے کیونکہ قرآن کا فیصلہ حرف آخر ہوتا ہے،قرآن اس حد تک فائنل اتھارٹی ہے کہ اس میں رسول اللہ کو بھی تبدیلی کی اجازت نہیں ہے۔تو یہ والی مروج نماز جو لفظ **الصلٰوۃ** کے ترجمہ کے طور پر کی جاتی ہے یہ لفظ ایک تو عربی زبان کا نہیں ہے، یہ حدیث ساز اماموں کی فارسی زبان کا لفظ ہے اور اس نماز کی تاریخ علامہ احمد مصری نے اپنی کتاب فجر اسلام میں یہ بیان کی ہے کہ زردشتیوں، مجوسیوں کے حکیم مانی صاحب پیدائش 215 عیسوی نے آتش کدوں میں آگ کی پوجا کیلئے ایجاد کی تھی تو فارس کے فقہ ساز اور حدیث ساز اماموں نے اسلام کو مجوسائیز کرتے وقت قرآن حکیم کے نہایت فلاحی ریاست اور حکومت سازی کے انقلابی کوڈ ورڈ **اقیمو الصلوٰۃ واتو الزکوٰۃ** کے قرآن والے بتائے ہوئے معنی کو مسخ کر کے تبدیل کر کے آج ان کی جو مشہور شکل اور معنی ہیں اس میں لا کر کھڑا کر دیا ہے۔اس مہم میں یزدجر شاہی کی قرآن

دشمن تحریک نے قرآن کی انقلابی فکر کے کوڈ ورڈ صرف **صلوٰۃ وزکوٰۃ** کے مفہوم اور معنی نہیں بدلے بلکہ مسجد، حج، عمرہ، صبر، شکر، توکل، دین، تقویٰ، اذن، بحر، طواف، اعتکاف، الامر اس طرح کی بہت بڑی فہرست ہے۔ قرآن کی سیاسی حکمرانی کے ان الفاظ کے معنی جنہیں مسخ کیا گیا ہے ان انتظامی اصلاحی کوڈ ورڈوں کو تقدس کے چوغے پہنا کر انہیں پوجا جانے والا بت بنایا گیا ہے اور جو ہمارے رسول قرآن کے حوالہ سے کسی جنگ میں **واذ غدوت من اهلك تبوئ المؤمنين مقاعد للقتال** (3.121) یعنی انقلابی سپاہ کے افراد کو لڑائیوں میں مورچوں میں سیٹ کر رہا ہے اور **ولقد نصركم الله ببدر وانتم اذلة** یعنی تم لوگ جب جنگ بدر کے موقعہ پر نہایت کم تعداد میں تھے تو اس موقعہ پر قرآن نے رسول اللہ کے کمانڈنگ ورک کی صورتحال سنائی ہے کہ وہ اپنی سپاہ کو اپنے لیکچر سے حوصلہ دے رہا ہے کہ اگر تم چند سو ہو اور دشمن تمہارے مقابلہ میں تین ہزار ہے تو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، دشمن کی تعداد کے برابر اللہ نے تین ہزار ملائک ان کے مقابل لائے ہوئے ہیں، اس طرح تمہاری تعداد تو ان سے بھی بڑھ گئی، شاباش آگے بڑھو اب میدان تمہارے قبضہ میں ہے، اب وہ پہلی کمزوری والی پوزیشن نہیں رہی، ڈٹ کر لڑو، آگے بڑھو اب تو اللہ نے تین ہزار سے بھی زائد پانچ ہزار ملائک بھیجے ہیں جو بڑے نشانہ باز ہیں۔ قرآن نے رسول اللہ کے اس جنگی لیکچر کو اس طرح کوڈ کیا ہے کہ **اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ O بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ** (3.125) اور قرآن کی جانب سے رسول اللہ کے اس تعارف کے مقابلہ میں یزدجری امامی وحی غیر متلو کا مسلم میں اس طرح تعارف آیا ہے کہ خیبر کی جنگ میں رسول اللہ نے لڑنے والوں کو قتل کیا اور بچوں کو قید کیا۔ ان میں صفیہ بھی تھیں، وہ پہلے تو دحیہ کلبی کے ہتھے چڑھ گئیں لیکن کسی نے رسول اللہ سے آ کر عرض کیا کہ صفیہ اتنی حسینہ ہیں کہ وہ تو آپ کے لائق ہے (بخاری) تو حضور نے وہ دحیہ کلبی سے اپنے لئے لے لی۔ امام مسلم نے اپنی کتاب میں انس بن مالک کی حدیث لائی ہے کہ جنگ خیبر کے دن میں ابو طلحہ کے ساتھ اس کی سواری پر ردیف تھا، ساتھ میں دوسری سواری پر رسول اللہ سوار تھے، ہم

خیبر کی گلیوں میں داخل ہو چکے تھے میرا گوڈا کبھی رسول اللہ کی ران کو ٹکرا جاتا تھا اور رسول اللہ کی ران سے چادر ہٹی ہوئی تھی **وانحسر الازار عن فخذ النبی ﷺ فانی لاری بیاض فخذ النبی ﷺ** میں رسول کی کھلی ہوئی ران کی سفیدی دیکھ رہا تھا۔ جناب قارئین یہ جنگ خیبر وہ ہے جو مکمل افسانہ ہے اس کا وجود ہی نہیں ہے اس کی ساری کہانی وحی غیر متلو کی مرہون منت ہے۔ اب قارئین موازنہ فرمائیں کہ رسول اللہ کے اس تعارف کا جو علامہ تقی کی وحی غیر متلو نے کرایا ہے اور اس کے مقابل اس تعارف کو ذہن میں لائیں جو قرآن حکیم نے پیش کیا ہے۔ تو اب سوچیں کہ قرآنی انقلابی اصطلاحات اور فلاحی ریاست اور مملکت کے کوڈ ورڈ **صلوٰۃ** اور **زکوٰۃ** کا ان قرآن دشمن اماموں نے کیا حشر کیا ہوگا؟ اب لفظ **صلوٰۃ** کے ایک معنی جو وحی غیر متلو والی یہ پارسی مجوسیوں والی آگ کے سامنے پوجا کیلئے پڑھی جانے والی نماز جسے وحی غیر متلو ذریعے اسلامائیز کیا گیا ہے۔ دوسرے معنی جو قرآن نے خود سمجھائے ہیں یعنی **فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى O وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى** (75.31-32) یعنی اس قرآن کے سننے والے نے ہمارے قانون اور پروگرام کی تصدیق کی نہ ہی اس کی تابعداری کی بلکہ اس کے الٹ اس نے ہمارے قانون کی تکذیب کی اور منہ موڑ کر پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ اب یہاں ان دو آیتوں کو ایک دوسرے کے تقابل لایا گیا ہے اور دوسری آیت کے لفظ **تولی** کا معنی متعین ہے، وہ ہے اتباع سے روگردانی کرنا تو لفظ **صلوۃ** جس کے معنی متفق طور پر تابعداری ہے لیکن اللہ جانتا تھا کہ یہ فارسی امام آ کر اس لفظ **صلوۃ** کے معنی بدلیں گے اور اسے متنازعہ بنائیں گے اس لئے اللہ نے قرآنی ڈکشنری کے ذریعے فن تقابل سے اس کے معنی کو متعین اور واضح کر دیا کہ تولی کے معنی جو روگردانی ہے تو صلی کے معنی تابعداری ہے تو اب **صلوۃ** کا لفظ انتظامی امور اور ریاست کی جملہ ڈیوٹیوں اور اتباع کیلئے اصطلاح بنائی گئی ہے۔ اس حد تک کہ اگر ریاست کے انتظامی امور کیلئے مشاورت کا کوئی اجتماع، سیمینار، کانفرنس ہفت روزہ حاکم وقت کی کھلی کچہری یا کوئی سی میٹنگ منعقد کی جائے گی تو اسے اجتماع صلوۃ سے تعبیر کیا جائے گا اور ریاستی آفسر کی جملہ ڈیوٹیوں کو بھی **صلوۃ** کہا جائے گا۔ اب غور کیا جائے کہ انتظامی قسم کی میٹنگ یا کسی بھی موضوع پر سیمینار کو جو صلوۃ کہا جائے گا تو ہر اس قسم کے اجتماع میں مقالات پڑھے جاتے ہیں بحث کی جاتی ہے،

دلائل کی لین دین ہوتی ہے تو ان موقعوں کیلئے قرآن نے فرمایا کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (4.43) یعنی اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو اس وقت تک اجتماعات صلوۃ میں شرکت نہ کرو جب تک تمہیں علم نہ ہو کہ اب تمہیں کہنا کیا ہے۔ دیکھا جناب قارئین اس آیت نے ثابت کر دیا کہ اجتماع صلوۃ میں مذاکرہ اور مباحثہ بھی ہوتا ہے تو اس میں جو مکالمہ ایسے ہوں گے تو دوسروں کی سن کر سمجھو گے تو جواب میں تم اپنی قیل وقال پیش کر سکو گے۔

یہاں میں ایک جملہ معترضہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ کتاب قرآن حکیم حکمرانی کا ایک منشور ہے، ریاست اور مملکت چلانے والا آئین اور دستور ہے، اس کی فہم وفراست کیلئے آزادی پسند ذہن درکار ہیں، اس کتاب کو غلامانہ ذہنیت والے وظیفہ خور لوگ درست معنوں میں سمجھ نہ سکیں گے۔ اس کتاب کو سمجھنے کیلئے انفرادی سوچ اور شخصی مفادات والے لوگ صحیح معنی اور مفہوم نہ دیں سکیں گے۔ جن لوگوں کا ذریعہ معاش علم فروشی اور ایمان فروشی ہو گا وہ قرآن کی پرواز کو پہنچ نہ سکیں گے۔

ٹنڈو اللہ یار شہر میں جو دار العلوم ہے، صدر ایوب کے زمانہ میں وہاں ایک ہندوستانی بزرگ ظفر احمد عثمانی شیخ الحدیث تھا۔ وہ ان دنوں اپنے تعویذ کی قیمت تیس روپیہ وصول کرتا تھا اب کوئی بتائے کہ ایسے لوگ قرآن کی پرواز کو کیا سمجھ پائیں گے یا سمجھا سکیں گے۔ ابھی جون 2006ء میں اسلام آباد جانا ہوا۔ وہاں لال مسجد جو میلوڈی کے قریب ہے اس کے سامنے خالی پلاٹ پر بڑا شاندار نیا مدرسہ جامعہ سیدہ حفصہ کے نام سے دیکھا۔ گیٹ پر ملاقاتیوں کیلئے بورڈ پر ہدایات تھیں کہ وہ وقت لینے کے بعد آئیں اور یہی ہدایت بالخصوص تعویذ لینے والوں کیلئے بھی اس بورڈ پر لکھی ہوئی تھی۔ یہ ہے اسلامی جمہوریت خداداد مملکت پاکستان کے دار الحکومت میں اکیسویں صدی کا دینی ماڈل مدرسہ ۔سوویت یونین کے دنوں شاہ فیصل روڈ کراچی پر واقع حکومت سوویت کی جانب سے ایوان دوستی کے نام سے لائبریری تھی۔ وہاں روزانہ شام کے وقت انقلاب لینن کے پس منظر اور پیش منظر سے متعلق فلم دکھائی جاتی تھی تو جو فلمیں زار شاہی کے دور کی ہوتی تھیں ان میں اس زمانہ کا ملاء اور پادری یہی دعاؤں اور تعویذوں کا کاروبار کرتے ہوئے دکھائے جاتے تھے۔ تو مذہبی مرکزوں کے ایسے ہی

کرتوتوں سے لامذہبی انقلابات جنم لیتے ہیں

قرآن حکیم میں صلوۃ کا جو ذکر ہے وہ اجتماعی مفادات کی ڈیوٹیوں سے تعلق رکھتا ہے اور وہ حکمرانی سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا شمار صرف سرکاری ڈیوٹیوں میں سے ہوتا ہے۔ جس طرح کہ قرآن حکیم نے فرمایا اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ (22.41) یعنی جن کو ہم زمین پر اقتدار دلائیں گے تو ان کی یہ ڈیوٹی ہو گی کہ وہ ایسا تو صلوۃ کا معیاری نظام قائم کر کے دکھائیں کہ رعایا کے ہر فرد کو رزق میسر ہو سکے۔ تو اس کے مقابلے میں انقلاب دشمنوں کی بھی صلوۃ ہوتی ہے جن کیلئے قرآن نے فرمایا کہ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً (8.35) یعنی ان کی صلوۃ سیٹیاں بجانا اور ٹھٹھے کرنا ہوتی تھی جب رسول اللہ اپنے ساتھیوں کو لیکچر دے رہے ہوتے ہیں۔ انفرادی طور پر اللہ سے راز و نیاز، بندے کی اللہ سے مناجات کیلئے قرآن نے سکھایا ہے کہ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ (7.205) یعنی یاد کر اپنے رب کو دل میں عاجزی سے مخفی طور پر جس میں تیری مناجات کوئی سن بھی نہ پائے صبح و شام (یہ محاورہ ہے جس کا اصل معنی ہے) کہ ہر دم ہر گھڑی اتنے تک کہ تجھ پر غفلت کا ایک لمحہ بھی نہ گذرے۔ جناب قارئین اس آیت سے موجودہ مروج نماز کی مکمل نفی ہو جاتی ہے، رد ہو جاتا ہے، کیونکہ اس میں تکبیریں اور قرأت اونچی آواز سے پڑھی جاتی ہے اور یہ نمازیں مخفی طور پر نہیں پڑھی جاتیں اور یہ نمازیں اونچی آواز سے حتیٰ کہ لاؤڈ سپیکروں پر پڑھی جاتی ہیں تو اللہ نے اس ذکر رب والی انفرادی عبادت کیلئے فرمایا ہے کہ صبح شام اتنے تواتر سے پڑھو کہ تم پر غفلت کی ایک گھڑی بھی نہ گزرے جبکہ وحی غیر متلو کے فارس والوں کے قرآن دشمن علم نے یہ نماز پانچ وقت فرض کی ہے جس سے یہ بھی دھوکہ ان حدیث سازوں نے دیا ہے کہ نمازوں کے بیچ والے وقفہ اور فاصلہ میں اگر کسی سے گناہ ہوں گے تو بعد میں آنے والی نماز پڑھنے سے مٹ جائیں گے جبکہ قرآن نے ذکر رب کی اتنی تاکید کی ہے کہ 24 گھنٹوں میں پانچ وقت تو کیا ایک گھڑی بھی غفلت کی نہ آنے پائے اور یہی بات صحیح اور حق ہے کہ ہر وقت قوانین الٰہی کو یاد رکھیں گے جبھی تو اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ

اَلْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَر (29.45) یعنی ہردم اللہ کی یاد سے فواحش اور منکرات سے بچا جا سکتا ہے، لیکن اگر کوئی صرف پانچ وقت نماز پڑھے گا تو بیچ کے وقتوں میں وہ گناہ کر سکتا ہے، جبکہ قرآن کے حکم **وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغٰفِلِيْن** کے تحت وہ گناہ کیلئے فارغ ہو ہی نہیں سکتا، گناہ کیلئے ٹائم ہی نہیں نکال سکے گا۔ اللہ نے ہر گھڑی ہر دم اپنی صلوة اور یاد کا حکم دیا ہے وہ وحی غیر متلو والی نماز کے مقابلہ میں بہت آسان ہے۔ جس کیلئے اللہ نے بہت سمجھایا کہ **فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُم** (4.103) یعنی اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے اور قیام سے مراد چلتے پھرتے بھی ہے ایسی صورت میں ہی **وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغٰفِلِيْن** پر عمل ہو سکے گا۔ سو آیت (4.103,7.205) نے تو مروج وحی غیر متلو والی آتش پرستوں کی پوجا والی نماز کو مکمل طور پر رد کر دیا ہے۔ (مزید لفظ صلوة کے معنی و مفہوم کیلئے میری کتاب صلوة کے وہ معنی جو قرآن حکیم نے بتائے دیکھی جا سکتی ہے) اور یہ وحی غیر متلو والی نماز غیر قرآنی اور خلاف قرآن ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ یہ مجوسی زردشتی اماموں کی اپنی موروثی اختراع ہے کیونکہ اس کی نشانی قران نے بتا دی ہے کہ **وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا** (4.82) تو یہ نماز علامہ تقی عثمانی کی اور قسم کی ہے اور مسعود احمد بی ایس سی کی نماز اور قسم ہے اور یہ دونوں لوگ وحی متلو والی صلوة کو ناقص، نا تمام کہہ کر اس کی تکمیل وحی غیر متلو اور وحی خفی سے کرائے بیٹھے ہیں۔ جس نماز نے ساری مسلم امت کو فرقوں میں بانٹا ہوا ہے۔ رہا سوال کہ علامہ تقی صاحب نے **حافظو على الصلوة والصلوة الوسطى** (2.238) آیت پر جو اپنی آتش پرستی کی پوجا والی نماز فٹ کرنے کی کوشش کی ہے یہ تو اس کا اپنا خیال ہے لیکن یہاں اس آیت کا یہ مفہوم ہے کہ سابقہ اٹھارہ انیس آیتوں سے گھریلو عائلی قوانین کی ذمہ داریوں اور ڈیوٹیوں کے مسائل مسلسل ذکر کئے گئے ہیں۔ اب اس آیت میں قرآن حکم دے رہا ہے ان جملہ ذمہ داریوں اور ڈیوٹیوں کی حفاظت بھی کرو لیکن یاد رہے کہ امت اور ملت کے اجتماعی مسائل، مرکزی مسائل کی طرف بھی دھیان رہے۔ ان مشترکہ مرکزی مسائل میں بڑی ہی مستعدی سے ہر وقت اٹینشن رہو، اگر اجتماعی معاملوں میں جنگ کی نوبت آجائے تو بھی پیدل چلتے اور سواری کی صورت میں مرکزی رابطوں کی ڈیوٹیوں کی بالخصوص حفاظت کیا کرو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسجدیں، قرآن کی نظر میں

اسلام کے نظریاتی کورس، نصاب اور سلیبس کا اصل ماخذ بلا شرکت غیرے قرآن ہے، جس سے امت مسلمہ مکمل طور پر بائیکاٹ کئے ہوئے ہے۔ دور رسالت کے بعد مسلمانوں کی ابتدائی پانچ چھ صدیوں کی تاریخ، قرآنی احکامات اور ہدایات کے مخالف اصولوں پر گھڑی گئی ہے۔ یہاں تک کہ خود رسول اللہ کو بھی قرآن کے خلاف عمل کرنے والا اور اپنے قول و عمل سے قرآن کو منسوخ کرنے والا دکھایا گیا ہے۔ نعوذ باللہ

﴿اس ماجرا کی کچھ تفصیل میری کتابوں، قرآن مجہور، علم میں خیانتیں اور صلوٰۃ کے وہ معنی جو قرآن نے بتائے، میں ملے گی﴾

تاریخ میں یہ گڑبڑ یا دیگر علوم میں جو خیانت کی گئی ہے اس کی وجہ قرآن حکیم سے دشمنی ہے۔ اصل میں دشمنان اسلام و مسلمین نے جب یہ دیکھا کہ عرب کے بدو جو کل تک صرف اونٹوں کے چرواہے تھے۔ آج وہ انسانوں کے رہبر و استاد بن گئے ہیں۔ اس میں راز کیا ہے؟ تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ سب کچھ ان کو ملی ہوئی کتاب، قرآن حکیم کا کمال ہے جس نے انہیں اس مقام پر پہنچایا ہے۔ تو وہ حسد میں آکر قرآن حکیم کے آفاقی اصولوں اور عبقری اصطلاحات کی معنوی تحریف میں لگ گئے۔ وہ قرآن کا ٹیکسٹ اور متن تو نہ بدل سکے، اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں تھا اور قرآن فہمی کا اصول بھی تصریف آیات میں مضمر تھا لیکن ان قرآن دشمنوں نے اپنے حیلوں سے تفسیر القرآن بالقرآن کی جگہ تفسیر القرآن بالاحادیث والروایات کا چکمہ دے کر اپنی من مانی تفاسیر کو اتنے زور و شور سے پھیلایا کہ قرآن کا حشر بھی سابقہ انبیاء علیہم السلام کی کتب آسمانی کی طرح کر دیا ہے۔ اہل فارس کے شکست خوردہ آتش پرستوں نے مسلمانوں کو اتنا تو شیشہ میں اُتار کر باور کرایا ہوا ہے کہ وہ اب قرآن کو سمجھنے کی بجائے طوطوں کی طرح رٹنے اور بے سمجھے پڑھنے کو ثواب سمجھ رہے ہیں اور قبروں کی طرح قرآن پر بھی غلاف چڑھانے میں اپنی فلاح سمجھے بیٹھے ہیں۔

قرآن حکیم کی کئی اصطلاحات اور انقلابی و اصلاحی احکامات جن سے جاگیرداریت، سرمایہ داریت،

استحصال، فحاشی اور مفت خوری کی جڑیں کاٹی گئیں تھیں۔ تو ان مافیاؤں کی باقیات نے اپنا نیا جنم اس میں سمجھا کہ اگر وہ قرآن کو نہیں مٹا سکتے تو کم از کم ایسا کریں کہ لوگ قرآن کے معنی ان کی گھڑی ہوئی تاویلات کی روشنی میں سمجھیں۔ جو انہوں نے بڑے ہنر سے بزبان رسولؐ و اصحاب رسول بنام احادیث مشہور کر رکھی تھیں۔ ان لوگوں نے خود ساختہ واقعات کو شان نزول بنا کر ان سے قرآن کی من پسند تفسیریں بنائیں اور قرآن حکیم کی بہت سی اہم اصطلاحات مثلاً مسجد، سجدہ، رکوع، قیام، صلوٰۃ، زکوٰۃ، صبر، شکر، دعا، شرک، کفر، توحید، رسالت، نبوت، قیامت، ابلاغ، نور وغیرہ کئی اصطلاحی الفاظ کے معانی بدل دیئے، الٹ دیئے۔ اس طرح لوگ صدیوں سے ان کی غلط تعبیرات کی وجہ سے صراط مستقیم پر نہ آسکے۔

اس مضمون میں مختصراً صرف مسجد کے مقصد اور مصرف کے تعارف کیلئے قارئین کی خدمت میں چند سطریں لکھ رہا ہوں۔ جنہیں سمجھنے کے بعد غور فرمائیں اور فیصلہ کریں کہ مسلم معاشروں میں صدیوں سے جو مسجدوں کا غلط مصرف عمل میں لایا جا رہا ہے۔ یہ اپنے پس منظر کے لحاظ سے بہت بڑی سازش ہے۔ جو کامیابی کے ساتھ رائج الوقت ہے وہ یہ کہ مسجد کا مصرف قرآن حکیم کچھ بتائے اور مسلمان اسے کام میں لائیں کسی اور مقصد کیلئے۔

مسجد کا مفہوم اور مصرف، قرآن کی نظر میں

پورے قرآن حکیم میں مسجد کا لفظ کل 28 بار لایا گیا ہے اور کسی ایک جگہ بھی یہ نہیں فرمایا گیا کہ اس میں یہ والی موجودہ مروجہ نماز پڑھی جائے۔ قرآن حکیم کی انقلابی اصطلاحات جنہیں اہل فارس کے شکست خوردہ دانشوروں نے شکست کا بدلہ چکانے کے لئے "گھس جاؤ کا مریڈو" کی پالیسی اپناتے ہوئے خود کو مسلمان کہلوا کر قرآن کی ایسی جملہ تعبیریں بدل ڈالیں جن کی فہرست بڑی طویل ہے۔ مختصراً مشتے نمونہ از خروارے یہاں دو مثالیں عرض کرتا ہوں کہ

قرآن حکیم نے حکم دیا ہے کہ غلامی کے مروجہ کلچر کو آئندہ کیلئے جڑ اور بنیاد سے اکھیڑ کر ختم کیا جا رہا ہے۔ یعنی لڑائیوں اور جنگوں میں مخالفوں کو قیدی بنانا بند کیا جاتا ہے (8.67) اور جنگی ضرورت کے تحت کسی کو قیدی بنانا ہی پڑے تو جنگ ختم ہوتے ہی اسے ہر حال میں لازمی طور پر آزاد کر دیا جائے۔ (47.4)

لیکن اب تک اہل فارس کے امپورٹڈ جملہ فقہی دانشوروں کے فتوے غلامی کو جائز بنانے والے جاری اور باقی ہیں جو آج بھی درس نظامی کی کتابوں میں مذہبی درسگاہوں میں پڑھائے جارہے ہیں۔

قرآن حکیم نے نکاح اور شادی کیلئے بلوغت کو شرط قرار دیا ہوا ہے (4.6) جبکہ اس کے مقابلہ میں انہی مہربانوں نے مجوسی، زرتشتی، عجمی، جاگیردارانہ اور قرآن دشمن کلچر کی جھوٹی روایات کے زور پر معصوم اور نابالغ بچوں کی شادی کو جائز بنا کر قرآن حکیم کو منسوخ ومتروک العمل بنایا ہوا ہے اور آج قرآن کے مقابلہ میں ان کی خودساختہ روایات کے فیصلے اسلام کے نام پر مشہور ہیں جبکہ قرآن مخالف یہ افکارونظریات کفر کے باب سے ہیں۔غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو جن کفریات کے خاتمہ کیلئے بھیجا تھا۔انقلاب دشمنوں نے ایسی باتیں خود رسولؐ کے کھاتے میں داخل کردیں کہ خود رسولؐ نے عائشہؓ سے منگنی چھ سال اور شادی نو سال کی عمر میں کی اور اپنی بیٹی فاطمہؓ کی شادی بھی علیؓ سے نو سال کی عمر میں کرائی (بخاری اور اصول کافی)

جیسا کہ قرآن حکیم نے غلامی بند کرنے اور نابالغ بچوں کے نکاح اور شادی کو بلوغت کے ساتھ پابند کیا ہوا ہے لیکن قرآن دشمنوں نے ان پابندیوں کو کھول رکھا ہے۔اسی طرح انہوں نے قرآن حکیم کی انقلابی اصطلاحات **اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ** کے حقیقی اور خود قرآن کے متعین کردہ معنی یعنی نظام قرآن کو بہتر طریقہ سے تابعداری کر کے اسے ایسے معیار پر قائم کرو کہ رعایا کے جملہ افراد کی بہتر پرورش ہو گویا

صلوٰۃ کے معنی اتباع اور زکوٰۃ کے معنی پرورش

لیکن اہل فارس کے شکست خوردہ اساورہ کے دانشوروں نے صلوٰۃ کے معنی اتباع کے بدلہ میں موجودہ مروجہ نماز کردی جو ان کے زرتشتی مجوسی حکیم مانی صاحب نے قبل از اسلام 250 میں ایجاد کر کے نافذ کی تھی (بحوالہ فجر الاسلام از پروفیسر احمد امین مصری) اسی طرح زکوٰۃ کے معنی کو بدل کر سال میں بچت رقم کا چالیسواں حصہ کردیا۔یوں قرآن حکیم کی انقلابی اصطلاحات کی معنوی تحریف کی مہم میں باوجود لفظ صلوٰۃ کے معنی **اتباع** کی بجائے موجودہ **نماز** مشہور کی ہوئی ہے۔لیکن قرآن نے پورے 28 بار مختلف مقامات پر مسجد کا لفظ استعمال کرتے ہوئے مسجد کے کئی مصرف بتائے ہیں، مختلف مقاصد بیان فرمائے ہیں اور مسجد کے آداب بھی سمجھائے ہیں لیکن **کسی ایک جگہ بھی مسجد میں موجودہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا** تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسجدیں کس مقصد اور مصرف کے لئے ہیں اور فقہی وروایت ساز اماموں نے اس نماز کو مسجد کے ساتھ کیسے جوڑا ہوا ہے؟

مسجد کا قرآنی مفہوم کیا ہے؟

وہ میں قرآن سے پوچھ کر قارئین کی خدمت میں عرض کئے دیتا ہوں۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (7.31)

یعنی اے اولاد آدم! ہمیشہ بن سنور کر، زیب وزینت کے ساتھ مسجدوں میں آؤ۔

محترم قارئین کرام! قرآن کریم نے تو مساجد کو مسلموں اور غیر مسلموں کا مشترکہ مرکز قرار دے دیا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جملہ اولاد آدم کو مسجد میں بلایا ہے اور وہ بھی بڑی زیب وزینت سے بن سنور کر آنے کا حکم دیا ہے۔اس بلاوے میں خطاب خاص مسلموں کو نہیں ہے بلکہ یہ بلاوہ جملہ بنی آدم کو ہے۔تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ مسجدیں رفاہ عامہ کے مراکز ہیں، مسجدیں عدالتیں اور کورٹس ہیں، مسجدیں پبلک افیئرز کے آفس ہیں۔ان میں مسلم اور غیر مسلم سب کے کام اور حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا مطلب یہ ہے کہ جب ان مراکز میں آؤ یعنی مسجدوں میں آؤ تو زیب وزینت کے ساتھ آؤ۔گویا ان مراکز یعنی مساجد میں آنے کے آداب سکھائے جارہے ہیں، جبکہ مسلمان مسجدوں میں جاتے وقت اللہ کی دی ہوئی اچھی خاصی شکل وصورت بگاڑ کر بعد میں مسجدوں میں جاتے ہیں۔وہ اس طرح کہ داخل ہوتے وقت شلوار کے پائنچے کھینچ کر پنڈلیوں پر تے ہیں جس سے زیب وزینت کا منہ نہایت ہی بگڑ جاتا ہے۔پھر سر پر کھجور کے پتوں کی ایسی ٹوپی پہنتے ہیں جو دوستوں یا کسی معزز محفل میں پہن کر جانے میں ہر کوئی شرمائے یا آج کل اس طرح کی پلاسٹک کی ٹوپیاں بھی بنا رہی ہیں۔

بہرحال اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جملہ مسجدیں انقلابی ریاستی مراکز ہیں۔جن کے اندر رعیت کے ہر مسلم اور غیر مسلم شہری کو آنے جانے کے برابر حقوق حاصل ہیں۔سوائے لڑنے والے، انقلاب دشمن اور آئین الٰہی کے باغیوں کے، مسجدیں جملہ انسانوں کے مشترکہ مراکز ہیں۔قرآن حکیم کی طرف سے مساجد کی ان تشریحات اور تعریفوں کی روشنی میں غور کیا جائے تو ہمارے ہاں کی جملہ مساجد قرآنی تعارف کے موافق مساجد کہلانے کی مستحق نہیں ہیں۔قرآنی مساجد کے عوض آج کل جن عمارات کو مسجدوں کا نام دیا جارہا ہے یہ تو پوجا گھر ہیں۔ان میں اللہ کی عبادت کی بجائے پوجا کی جاتی ہے۔جس کا حکم کہیں بھی سارے قرآن میں نہیں دیا گیا۔ان

میں جو نماز پڑھی جاتی ہے اس کی شکل وصورت مکمل طور پر ایسی ہے جیسے کسی بت کے سامنے ہندو اور آگ یا کسی محسوس چیز کی پوجا کے طور پر مجوسی لوگ کرتے ہیں۔ اس نماز کو عبادت بھی نہیں قرار دیا جاسکتا کیونکہ قرآن حکیم میں عبادت کے معنی حکم ماننا، اطاعت اور فرمانبرداری کے آئے ہیں۔ ملاحظہ ہو

اَلَمْ اَعْھَدْ اِلَیْکُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ O وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ O 36.60,61

اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے یہ وعدہ نہیں لیا کہ تم شیطان کا کہنا نہ ماننا۔ کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور تم میرا ہی کہنا مانو۔ کیونکہ یہی صراط مستقیم ہے۔ سیدھا راستہ ہے۔

محترم قارئین غور فرمایا جائے کہ اس آیت میں جو لَا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ فرمایا گیا ہے تو یہ ثابت ہے کہ شیطان کی عبادت مروجہ رکوع وسجود کے معنی میں کوئی نہیں کرتا، ہاں البتہ اس کا کہنا لوگوں کی اکثریت مانتی ہے۔ گویا قرآن نے شیطان کا کہنا نہ ماننے کیلئے **لا تعبدوا** یعنی شیطان کی عبادت نہ کرو کا حکم دے کر ثابت کردیا کہ عبادت لفظ کے معنی حکم ماننا اور اطاعت کرنا ہے۔ عبادت کے معنی یہ والی مروجہ نماز جو حکیم مانی صاحب نے آگ اور سورج کی پوجا کیلئے قبل از اسلام ایجاد کی تھی اور اسے اس کے جانشینوں نے ساتویں آٹھویں صدی ہجری کے بعد ظاہر اور نافذ کردیا۔ یہ عبادت کے معنی میں قرآن کے حوالے سے شمار نہ ہوگی۔ لہٰذا قرآن حکیم میں استعمال کردہ لفظ **مسجد** کے معنی ومفہوم اور مصرف کی نہایت مختصر تشریح اور تعریف جو میں نے قرآن کے حوالوں سے قارئین کی خدمت میں عرض کی ہے، اس کی روشنی میں آج کی مساجد، قرآن کی مساجد سے مطابقت نہیں رکھتی ہیں۔ قرآن کے مفہوم والی مساجد کا دور شاید عباسی خلافت کے آخری خلیفہ مستعصم باللہ کی شکست سے ختم ہوگیا تھا اور پھر ہلاکو کے دور سے مساجد کا موجودہ مصرف رائج کیا گیا جو تاہنوز جاری ہے۔ تو ان مساجد اور ان میں پڑھی جانے والی اذانوں اور نمازوں سے انقلاب دشمن مشرکوں اور کافروں کا کچھ نہیں بگڑتا۔ یہ ماجرا سمجھانے کیلئے مولانا وحید الدین خان کی کتابوں میں سے ایک مثال عرض کرتا ہوں۔

وہ لکھتے ہیں کہ بیسویں صدی کے شروع سالوں میں بغداد شہر میں برطانیہ کا وزیر خارجہ حکومت عراق

کی کسی میٹنگ میں شریک ہوا۔ اس میٹنگ میں ظہر کی نماز کی اذان کی آواز آئی اور میٹنگ میں شریک جملہ عراقی مسلمان اُٹھ کر چلے گئے تو برطانوی وزیر خارجہ اس صورت حال سے ٹپٹا گیا اور اپنے ساتھی عراق میں مقرر سفیر سے پریشان ہو کر پوچھا کہ آواز کیسی تھی اور یہ لوگ کیوں اُٹھ کر چلے گئے؟ تو اس نے بتایا کہ یہ مسلمانوں کی اذان کی آواز تھی اور یہ لوگ اس بلاوے پر نماز پڑھنے کیلئے اُٹھ کر گئے ہیں تو وزیر خارجہ نے پوچھا کہ ان کی نماز اور اذان کے عمل سے ہماری حکومت برطانیہ کو تو کوئی خطرہ نہیں؟ سفیر نے جواب دیا کہ نہیں ان کی اذان اور نماز سے برطانیہ کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس کے بعد وزیر خارجہ کو سکون آیا کہا اگر برطانیہ کو ان کی نمازوں سے کوئی خطر نہیں تو پھر خیر ہے، کوئی بات نہیں، پڑھتے رہیں۔

اوّل بیت یعنی مسجد الحرام

مساجد عالم میں پہلی مسجد جسے قرآن حکیم نے اوّل بیت اور مسجد الحرام کے نام سے متعارف کرایا ہے پوری بنی نوع انسان کا مرکز ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ 3.96

یعنی پہلا گھر جو انسانوں کے لئے بنایا گیا جو مکہ میں واقع ہے وہ برکت وہدایت ہے دنیا بھر کے تمام انسانوں کیلئے۔

قرآن حکیم کی طرف سے مسجد الحرام کے اس تعارف میں مسجد کو جملہ بنی نوع انسان کے واسطے بنایا گیا ہے۔ اس میں بنی نوع انسان کے جملہ مذاہب کے افراد یعنی مسلم، یہودی، نصاریٰ، ہندو، سکھ، مجوسی، بدھسٹ، اعلیٰ وادنیٰ، امیر وغریب، کالا وگورا، عربی وعجمی اور شاہ وگدا سب کے سب مساوی افراد ہیں اور مسجد الحرام یعنی بیت اللہ ان سب کے لئے برابر مرکز کی حیثیت رکھتی ہے۔ مزید فرمایا

جَعَلْنٰہُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ اِۨ الْعَاکِفُ فِیْہِ وَالْبَادِ 22.25

یعنی دیسی پردیسی اس میں سب برابر کے حصہ دار ہیں۔ اور فرمایا کہ

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّی 2.125

یعنی ہم نے اس مسجد کو انسانوں کے لئے ان کے مسائل اور حاجتوں کے حل کرنے اور کرانے کیلئے بار بار لوٹ کر آنے جانے کا مرکز بنایا ہوا ہے۔ سو یہ امن وسلامتی کی جگہ ہے اس میں کسی کو بھی اجنبیت محسوس

نہ ہونے پائے۔ اس کے لئے لازم ہے کہ اس مسجد محترم کے منتظمین اور جج صاحبان اپنے فیصلوں میں، خطابوں میں، سلوک میں اور برتاؤ میں مقام ابراہیم، منصب ابراہیم، کردار ابراہیم اور ابراہیمی مشن کی ذمہ داریوں کا لحاظ رکھیں۔ یہ ذمہ داریاں اور مقام ابراہیم کیا ہے، فرمایا

اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا 2.124

یعنی ابراہیم بنی نوع انسان کے رہبر و رہنما بنا کر بھیجے ہوئے ہیں۔

اس لئے تم اس کے مرکز میں کہیں فرقہ بندی میں آ کر اس مسجد الحرام کو صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص نہ کر لینا اور غیر مسلموں کا داخلہ ہی نہ بند کر دینا، سوائے لڑنے والے، انقلاب دشمن اور آئین الٰہی کے باغیوں کے۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ 22.27 یعنی اعلان کر دو تمام بنی نوع انسان کو حج کا۔

چونکہ مسجد الحرام حج کی سالانہ بین الاقوامی کانفرنس یا کسی ایمرجنسی ضرورت کے لئے اور تعمیری مقصد کی میٹنگ کے لئے عمرہ کی خاطر ہر وقت ہر کسی کو اس اقوام متحدہ یعنی UN کے مرکز مکہ میں آنا پڑے گا اسی طرح ابراہیمی مشن کی عالم گیریت کے جانشین اور پاسبان، خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ بھی بنی نوع انسان کی طرف رسول بنا کر بھیجے ہوئے ہیں۔ تو ان کی بساط عالمگیریت اور کائناتی وسعت کو کہیں فرقہ بازی کی بھینٹ نہ چڑھا بیٹھنا اور اچھی طرح سمجھ لو اور دھیان سے سنو کہ حج کا اجتماع بھی صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ

وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ 9.3

اور اعلان عام ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمام بنی نوع انسان کو حج اکبر کے دن کے لئے یعنی ابراہیم علیہ السلام کی سنت میں خاتم النبیین کی طرف سے بھی تمام بنی نوع انسان کے لئے حج اکبر کا اعلان کرایا جا رہا ہے نہ کہ صرف مسلمین کے لئے۔

میرے خیال میں قارئین کرام سمجھ چکے ہوں گے کہ جب ام المساجد یعنی مسجد الحرام ہر مسلم اور غیر مسلم کے مسائل حل کرنے کی جگہ اور **مثابة** یعنی لوٹ لوٹ کر آنے جانے کا مرکز ہے۔ تو جملہ مساجد عالم

کا مصرف اور مقصد بھی اسی مرکز کی طرح رکھنا ہوگا۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اس مقصد سے خالی اور ہٹی ہوئی کسی بھی عمارت کو مسجد کا نام دینا مسجد کے قرآنی تعارف کے خلاف ہوگا۔ قرآن حکیم میں مزید فرمایا گیا کہ

اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ 9.7

یعنی جن انقلاب دشمنوں کے ساتھ تم نے مسجد الحرام کے پاس معاہدہ کیا ہوا ہے تو جتنے عرصہ تک وہ معاہدہ کی پاس داری کریں اتنے تک تم بھی اپنے معاہدے پر کاربند رہو۔

جناب معزز قارئین کرام! اس آیت مبارکہ میں مسجد کے ذکر اور استعمال پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ غیر قوموں اور انقلاب دشمنوں سے جو معاہدے کئے جا رہے ہیں اور امور خارجہ کے معاملات و جنگی صورت حال کی فریقین میں گفت و شنید اور معاہدے، امور وزارت جنگ اور دفاع سے متعلق ایگریمنٹ ہو رہے ہیں۔ یہ سب مسجد الحرام کو کیپٹل پوائنٹ ثابت کر رہے اور مسجد وزارت خارجہ کے امور نمٹانے کی جگہ ثابت ہو رہی ہے اور مسجد وزارت دفاع اور جی ایچ کیو کی مصرف ثابت ہو رہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا 72.18

یعنی مسجدیں اللہ کیلئے ہیں ان کے اندر کسی غیر اللہ کے قانون کی بالا دستی، حاکمیت اور فقہ کی بات نہیں چلے گی۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسجد ایک پارلیمنٹ ہاؤس ہے۔ اس میں قانون اور اس کی جزئیات تیار کرتے وقت حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ یعنی قرآن حکیم کی ہوگی اور مساجد کے اندر یعنی اسمبلیوں میں کسی اور قسم کے فقہی مسلکوں کی بات نہیں چلے گی۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ
وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ 7.29

(خلاصہ آیت) اے رسول! اعلان کر دیں کہ مجھے میرے پالنے والے نے حکم دے رکھا ہے کہ فیصلے کرتے وقت عدل و انصاف سے فیصلے کرو، اور قائم رکھو اپنی توجہات کو ہر مسجد کے پاس یعنی مساجد سے جاری کردہ فیصلوں کا اتباع کرو یعنی قوانین کے لحاظ سے اطاعت کو خالص بناؤ، جس قانون کے تحت تم پہلے

جنت میں تھے۔تو اتباع کرو قرآن کی، پھر تمہیں جنت دی جائے گی (خلاصہ ختم)

معزز قارئین! اس آیت مبارکہ میں صاف طور پر مسجد سے مراد عدالت ثابت ہوتی ہے۔ یہ عدالتیں انقلاب کی کامیابی کے بعد انقلابی پارٹی اپنا قانون نافذ کرکے عوام کے معاملات و تنازعات کو حل کرنے کے لئے قائم کرتی ہے۔تو ایک طرح سے یہ مساجد قرآن کے حوالہ سے انقلاب کے مراکز ہوئیں۔ اس لئے قرآن حکیم نے ترمیم پسندوں اور ایسے لوگوں کو جو قرآن حکیم کو ظاہر میں ماننے کی بات کریں لیکن اندر کی منافقت سے کسی اور نظام کے خواہاں ہوں تو ایسی پارٹی اور لوگوں پر بندش ڈالدی کہ ایسے لوگوں کو حق نہیں اور کوئی اجازت نہیں کہ وہ مسجدیں بنائیں۔ان کیلئے اللہ تعالیٰ کا آرڈر ہے

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ مِن قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ 9.107

(خلاصہ آیت) جن لوگوں نے مسجد بنا کر ملت اسلامیہ کو نقصان پہچانے کا سوچا اور کفر کی طرف لوٹانے اور انقلابیوں میں فرقے پیدا کرنے کیلئے اس مسجد کو جاسوسی کا مرکز بنایا اور اللہ اور رسول سے عرصہ سے لڑتے آرہے ہیں، اور یہ انقلاب دشمن لوگ اپنے اندر کی نیتیں چھپانے کیلئے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نیک نیتی کے طور پر مسجد بنا رہے ہیں لیکن سن لو! اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں ان کے اندر میں کچھ اور ہی مقاصد ہیں۔

جناب قارئین کرام! اس آیت میں مسجد کا مصرف اور مقصد نہایت جامع انداز سے قرآن حکیم نے سمجھایا ہے۔وہ اس طرح کہ جو بھی مساجد ملت اسلامیہ کیلئے ضرر رساں ہوسکتی ہیں۔ان کی ضرر رسانی کی تفصیل قرآن حکیم نے تین قسم کی بتائی ہے۔

1۔ جس سے کفر کو تقویت ملے۔

2۔ جس سے تفریق بین المومنین ہو یعنی ملت اسلامیہ کی وحدت ٹوٹ جائے اور انقلابی مسلمین فرقوں میں بٹ جائیں، دھڑے بندی کا شکار ہو جائیں۔

3۔ جس سے مسجد اللہ اور رسول کے خلاف لڑنے والوں کی آماجگاہ اور جاسوسی کا مرکز بن جائے۔

اب پہلی قسم پر غور فرمائیں کہ قرآن کے فرمان کے مطابق یہ ثابت ہوتا ہے کہ دشمن لوگ، اسلام دشمنی، انقلاب دشمنی، اللہ و رسول کی دشمنی اور قرآن دشمنی کیلئے جو پتھاری رصدگاہ اور آماجگاہ بناتے ہیں، اسے بھی مسجد کا نام دے کر کفر کی مدد کرتے ہیں۔ مساجد سے کفر کی مدد کس طرح ہوگی؟ اس کی تفصیل یہاں لکھتے وقت میں ایسی مساجد کے فقیہان شہر اور مفتیان عظام سے ڈرنے کی بجائے اللہ اور قرآن سے ڈر رہا ہوں اور لکھ رہا ہوں کہ چوں کفر از کعبہ برخیزد کجاماند مسلمانی۔ مساجد کے محراب و منبر سے قرآن حکیم کے احکامات کو منسوخ مشہور کرنا کفر کی آبیاری ہے، مساجد کی مسندوں سے قرآن حکیم کے حکم حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ 4.6 سے جو نکاح کیلئے عمر کی شرط بلوغت کو پہنچنا قرار پایا ہے، اسکے انکار کیلئے خود رسول اللہ کو بھی قرآن مخالف لوگوں کی صف میں کھڑا کر کے اُم المومنین سیدہ عائشہؓ اور سیدہ فاطمہؓ کی قبل از بلوغت نو سال کی عمر میں شادی کی جھوٹی احادیث کے واعظ سنانا یہ مسجدوں میں پنپنے والا کفر ہے۔ ایسے قرآن مخالف واعظین کے قصوں کی کوئی کمی نہیں، یہ فہرست بڑی لمبی ہے۔ اس طرح کی کفریہ مثالیں ایک ڈھونڈو ہزار ملتی ہیں۔تو اس طرح کے کفریہ افکار و نظریات اور قرآن دشمن من گھڑت قصے کہانیوں کی آماجگاہ کو اگر مسجد کا نام بھی دیا جائے تو اسکا حکم وہی ہے جو مسجد ضرار کے سلسلہ میں قرآن حکیم نے بتایا ہے کہ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ 9.109 یعنی ایسی مساجد جہنم کی آگ میں پہچانے والی ہیں

دوسری قسم کے بارے میں قرآن حکیم نے بتایا ہے وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ یعنی ان مسجدوں کا ایک ضرر یہ بھی ہے کہ امت کو فرقوں میں بانٹنے کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔اس پر میں کیا تفصیل لکھوں ہر مسجد کے گیٹ کے نمایاں حصوں پر بورڈ لگے ہوئے ہیں کہ یہ مسجد فلاں مسلک والوں کی ہے یہ مسجد فلاں فقہ والوں کی ہے یہ مسجد فلاں جماعت والوں کی ہے۔مہربانی کرکے خود جا کر ملاحظہ فرمالیں۔

مساجد کی منتظم کمیٹیاں جو گورنمنٹ کے ہاں رجسٹرڈ ہوتی ہیں ان کی رجسٹریشن کے متعلقہ محکمہ سے رجسٹریشن کا پروسیجر اور پروفارما لے کر دیکھیں۔ اس میں یہ سوال لکھے ہوئے ہیں کہ یہ مسجد کس فرقہ، فقہ یا مسلک والوں کی ہوگی۔ جناب قارئین محترم! غور فرمائیں کہ اسلام کے نام پر بننے والی ریاست اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قوانین میں بھی مسجد جملہ مسلمانوں کی مشترکہ مرکز کی حیثیت نہیں رکھتی جبکہ اللہ فرماتے ہیں

اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ 72.18 یعنی مسجدیں اللہ کی ہونے کے حوالہ سے سب کی ہیں، ان سب پر یکساں طور پر ایک ہی قانون، فقہ القرآن چلے گا۔ لہٰذا فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا 72.18 ان مسجدوں میں قرآنی فقہ کے مقابلہ میں کسی غیر اللہ کی فقہ کی روشنی میں فیصلے نہیں ہوں گے۔ اگر کوئی فرد یا گروہ مسجدوں میں قرآنی فقہ کے خلاف کسی اور فقہی اداروں کے قوانین چلائے گا تو وہ مساجد مسجد ضرار کے زمرہ میں شمار ہوں گی

تیسری قسم کے بارے میں قرآن حکیم نے فرمایا وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ 9.107

یعنی ایسی مساجد اللہ اور رسول سے جنگ کرنے والوں کے لئے کمین گاہ کے طور پر استعمال کی جاتی ہوں (پاکستان کی کسی یونیورسٹی میں اگر اس موضوع پر کسی طالب علم کو پی ایچ ڈی کرنے کا موقعہ دیا گیا کہ کن شہروں کی کن کن مساجد میں وہاں کے پیش امام اور خطیب نے اپنی مذہبی شکل اور عہدہ کی آڑ میں دشمنوں کیلئے اپنی اپنی مسجدوں کو جاسوسی کی پتھاری، کمین گاہ اور اڈہ بنایا ہوا ہے تو میں اس طالب علم کی تحقیق میں کافی کچھ مدد کر سکتا ہوں۔)

میں سال 83ء میں بحری جہاز کے ذریعہ حج کرنے گیا تھا۔ کراچی سے جدہ تک آٹھ دن کے سفر کے دوران جہاز کے کپتان کے ساتھ ملاقات کا موقعہ ملا۔ میری نظر میں وہ ایک سادہ اور مخلص مسلم تھا۔ اس نے بتایا کہ اس نے انٹیلیجنس کا کورس کیا ہوا ہے۔ تو میں نے اس سے پوچھا کہ اس کورس میں جو کچھ آپ کو پڑھایا گیا اس میں اپنے ملک کے اندر دشمن کے ایجنٹوں کی پہچان کے لئے کچھ نشانیاں ہمیں بھی بتائیں۔ تو اس نے کہا کہ دشمن کے ایجنٹ دیگر جگہوں اور شکلوں کے ساتھ ساتھ مسجدوں کے پیش اماموں اور مذہبی مسندوں پر براجمان شخصیتوں کی شکل میں بھی بہت سارے ہوتے ہیں۔ تو انٹیلیجنس کورس کی بات کئی صدیاں پہلے ہی قرآن حکیم نے بتادی ہے کہ جو مسجدیں دشمنوں کے لئے تمہارے خلاف کمین گاہ کا کام سرانجام دیں وہ بھی مسجد ضرار کے لسٹ میں شمار ہونگی۔

اب سورۃ توبہ کی آیت 18.17 اور 19 کی روشنی میں مسجد کے مفہوم اور مصرف کی تعبیر عرض کرتا ہوں

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ 9.17

یعنی مشرکوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا، کوئی اجازت نہیں کہ وہ مسجدیں تعمیر کریں۔

اب یہاں میں بطور جملہ معترضہ عرض کرتا ہوں کہ طالب علم اور قارئین یہ حقیقت مستقل طور ذہن میں رکھیں اور پلو میں باندھ لیں کہ مشرک اور کافر کے الفاظ قرآن نے مترادف اور ہم معنی کے طور پر استعمال کئے ہیں اور مشرک کو کافر اس معنی میں کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے قانون کو اکیلے طور بلا شرکت غیرے وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ نہیں مانتا اور وہ کچھ باتوں میں اللہ کا قانون اور معاملات میں غیر اللہ کے قانون پر چلتا ہے اور وہ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ یعنی کچھ پر ایمان لاتا ہے اور کچھ کا انکار کرتا ہے۔ تو یہاں اس آیت میں قرآن حکیم نے آرڈر جاری فرمایا کہ ایسے مشرکوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ لوگ مسجدیں بنائیں۔ جبکہ وہ لوگ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ وہ اپنے کفر کی خود ہی شہادت دے رہے ہیں وہ اقرار کرتے ہیں وہ قبول کرتے ہیں کہ وہ انکاری ہیں۔

جیسا کہ قانون قرآن کے مطابق نکاح کیلئے بلوغت شرط ہے تو یہ لوگ نابالغ بچوں کی شادی کرانے کو جائز سمجھتے ہیں۔ یعنی وہ قرآن کے صریحاً انکار کی اپنے اوپر شہادت دیتے ہیں۔

قرآن کے ایک اور حکم مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى 8.67

- یعنی غلامی کے سرچشمہ پر بندش ڈالی جاتی ہے لیکن یہ لوگ غلامی کو جائز سمجھتے ہیں تو یہ ہوئی ان کی اپنے اوپر کافر ہونے کی ایک اور شہادت۔ تو قرآن حکیم ایسے لوگوں کیلئے حکم دیتا کہ اس طرح یہ لوگ مشرک رہے ہیں۔ یہ لوگ کفر کا ارتکاب کر رہے ہیں یہ لوگ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ لہذا ایسے لوگوں کو کوئی حق نہیں کہ وہ مسجدیں تعمیر کریں۔

اب غور فرمایا جائے کہ اس فرمان الٰہی سے صاف صاف ثابت ہوا کہ مسجد اللہ کی نظر میں قرآن رہنمائی کے مطابق عدالت ہے، قانون نافذ کرنے اور قانون کی تشریحات اور جزئیات طے کرنے کی ہے۔ یعنی پارلیمنٹ اور مرکزی سیکریٹریٹ ہے۔ ایسی مسجد کی تعمیر کا حق کسی مشرک کو نہیں یعنی جو آدمی یا پارٹی خالص اللہ کے قانون کو کافی تصور نہیں کرتے بلکہ اس میں غیر اللہ کے حکم اور روایات کو شریک اور دخیل بنا کر مسجد کے نام پر جاری کرنا چاہتے ہیں تو اللہ کا فرمان ہے کہ ایسے لوگ دور ہو جائیں، انہیں کوئی حق نہیں

کہ یہ لوگ مسجدیں اور اسلام کے نام پر عدالتیں بنائیں بلکہ اُولٰٓـئِكَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ ‌ۖۚ وَفِى النَّارِ هُمۡ خٰلِدُوۡنَ یعنی یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال ضائع ہو چکے ہیں اور وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔

اس طرح ان لوگوں کے ایمان اور مسلمانی کے سارے دعوے چٹ اور مسلمانی کے نام سے سارے اعمال بیکار ہوئے اور قرآن سے ان کے اس طرح کے سلوک کی وجہ سے ہمیشہ والی آگ میں دائمی طور پر جلتے رہنا ان کا مقدر ہے۔

پھر آیت نمبر 18 میں اسی آیت نمبر 17 کو مثبت اور پازیٹو رخ میں لاکر اس کی تفسیر اور وضاحت فرمائی یعنی آیت نمبر 17 میں تھا کہ مشرک قسم کے لوگ مسجد نہیں بنا سکتے اور پھر آیت نمبر 18 میں فرمایا کہ کس قسم کے لوگ مسجدیں بنا سکتے ہیں؟

اِنَّمَا يَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمۡ يَخۡشَ اِلَّا اللّٰهَ‌ فَعَسٰٓى اُولٰٓـئِكَ اَنۡ يَّكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُهۡتَدِيۡنَ 9.18

آؤ، سنو قرآن حکیم ان کا تعارف یوں کراتا ہے کہ وہ لوگ مسجدیں بنا سکتے ہیں جو اللہ پر ایمان رکھنے والے ہوں، جو مساجد سے جاری ہونے والے اللہ کے قوانین کی روشنی میں فیصلوں اور نافذ کیے جانے والے احکامات کو قبول کرتے ہوں اور ان کی صداقت پر ایمان لاتے ہوں اور اس کی اطاعت کے لئے مکمل طور پر تیار ہوتے ہیں تو ایسے لوگوں کے تعارف میں فرمایا کہ یہ لوگ ایمان لانے والے ہیں یوم آخر پر یعنی ارتقا کے دوسرے مرحلہ میں آخرت کی زندگی پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ اس میں ایک طرح سے یہ بھی سمجھا دیا کہ جو لوگ حیات آخرت پر یعنی مرنے کے بعد آخرت کی زندگی میں حساب دینے پر ایمان رکھتے ہوں گے۔ وہی لوگ ہوں گے جو مساجد یعنی عدالتوں میں فیصلے دیں گے اور اگلی زندگی کے احتساب کے ڈر سے ظلم نہیں کریں گے اور عدل و انصاف کریں گے۔ مساجد اللہ کی تعمیر کرنے والے لوگ انسانوں کی پرورش کے سامان کی سپلائی کی بحالی کیلئے اور لوگوں کی بہتر پرورش کے لئے قرآن کے دیئے گئے نظام معیشت کی بہتر طریقہ سے تابعداری کریں گے۔ جناب عالی! یہ ہے خلاصہ اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ کا۔

آگے جو جملہ ہے وَلَمۡ يَخۡشَ اِلَّا اللّٰهَ ساری گزشتہ عبارت اور تعبیر کی نہایت بہتر طو وضاحت کرتا ہے، فرمایا کہ مسجدیں بنانے والے، صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا قرآنی نظام معیشت قائم کرنے وا صرف وہ لوگ ہو سکتے ہیں، جو مساجد سے نہایت جرأت کے ساتھ اللہ کی مخلوق کی خوشحالی اور امن کیلئے فی جاری کریں جو وَلَمۡ يَخۡشَ اِلَّا اللّٰهَ یعنی ملٹی نیشنل کمپنیوں کے سودی نظام کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ا رعیت کو ناجائز ٹیکسوں اور مہنگائی سے بچائیں اور عالمی دہشتگردی کرانے والے سرمایہ داروں کی ورلڈ ب آرگنائزیشن کی استحصالی پالیسیوں سے اللہ کی مخلوق کو بچانے کیلئے جرأتمندانہ فیصلے جاری کریں۔

جو حکمران اور سیاسی عہدہ دار دنیا کے استحصالی سرمایہ داروں کے ڈونیشن کے نام پر لوگوں کو معاشی غ بنانے والوں سے خوف کھاتے ہوں اور ان کے قرضہ جات و ٹیکسوں سے اپنی رعیت کے نظام پرو میں سرمایہ داروں کی پالیسیوں پر عمل کرتے ہوں تو ایسے ڈرپوک اور لالچی لوگوں کو مسجدوں جیسی عدالت اور مراکز بنانے کا کوئی حق نہیں۔ جو لوگ، حکمران اور سیاسی کارکن ورلڈ بنک یا عالمی سرمایہ داروں داداگیروں سے ڈر کر اپنے ملک کی رعیت کے تحفظ اور خوشحالی کے فیصلے نہیں کر سکتے، ایسے لوگوں کو عدالت کرسیوں پر یعنی مسجدوں کے منبروں پر بیٹھنے کا کوئی حق نہیں اور نہ حکومت بنانے کا حق ہے نہ ہی حکوم چلانے کا کوئی حق ہے کیونکہ

مسجد وہ مسجد ہے اور عدالت وہ عدالت ہے جس کے احکامات کی تعمیل ہو، جس کے فیصلوں پر عمل ہو

اور اس کے فیصلے کرنے والے عہدہ دار وَلَمۡ يَخۡشَ اِلَّا اللّٰهَ یعنی فیصلہ کرتے وقت اللہ کے سوا سے نہ ڈرتے ہوں، ایسے لوگ اگر مسجدیں بنائیں تو ان کو اجازت ہے۔ ان کے لئے قرآن فرماتا ہے کہ فَعَسٰٓى اُولٰٓـئِكَ اَنۡ يَّكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُهۡتَدِيۡنَ یعنی ایسے لوگ جو اللہ کے سوا اور سے نہیں ڈریں گے تو امید ہے کہ اس طرح کی مسجدیں بنانے والے لوگ ہی کامیاب ہو پائیں گے۔

جناب قارئین کرام! پورے قرآن میں جن جملہ 28 مقامات پر مسجد کا لفظ لایا گیا ہے ان سب میں

ہے صرف اس ایک آیت (9.18) میں مسجد کے ساتھ **اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ** کا جملہ استعمال ہوا ہے اور صلوٰۃ کا معنی اتباع نظام قرآن ہے۔ جیسا کہ قرآن نے یہ مفہوم خود بتایا ہے۔ اپنے گھر میں رکھے ہوئے قرآن حکیم پر ملاحظہ فرمائیں۔

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی 0 وَلٰکِنۡ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی0 75.31,32

پس اس نے نہ تصدیق کی اور نہ ہی پیچھے چلا۔ بلکہ جھٹلایا اس نے اور منہ پھیرا۔

ان دو آیتوں کو فن ادب اور بلاغت کے تقابل والی صنف کی روشنی میں پڑھ کر دیکھیں کہ قرآن حکیم خود صلوٰۃ کے معنی اتباع اور تابعداری اور پیچھے چلنا کے کرتا ہے۔ مختصراً یہ کہ **صَدَّقَ** کے معنی تصدیق کرنا ہے اور یہ لفظ **کَذَّبَ** کے مقابل لایا گیا ہے **کَذَّبَ** کا معنی جھٹلانے کے ہیں جو ضد ہے تصدیق کی تو اس طرح آگے **صَلّٰی** اور **تَوَلّٰی** بھی اسی طرح مقابل آئے ہیں **تَوَلّٰی** کے معنی پیٹھ پھیر کر چلنا ہے تو **صَلّٰی** کے تقابلی معنی ہوئے تابعداری کرنا، اتباع کرنا، پیٹھ پھیرنے کی بجائے پیٹھ کے پیچھے پیچھے چلنا۔

اور دوسری مثال ہے سورۃ مریم کی آیت نمبر 59

فَخَلَفَ مِنۡ بَعۡدِ هِمۡ خَلۡف "اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ یَلۡقَوۡنَ غَیًّا 19.59

پھر جانشین ہوئے ان کے بعد ایسے ناخلف جنہوں نے صلوٰۃ کو ضائع کر دیا اور پیچھے چلے اپنی خواہشات کے پس عنقریب ان کو گمراہی کی سزا ملے گی۔

یہاں صلوٰۃ کا لفظ شہوات لفظ کے مقابل لایا گیا ہے، شہوات کے معنی مشہور ہیں یعنی خواہشات نفسانی کے پیچھے بے لگام اور آوارہ ہو کر چلنا۔ تو اس معنی کے مقابل لفظ صلوٰۃ کے معنی از خود متعین ہو گئے کہ ایک مقرر قرآنی نظام کے پیچھے پیچھے چلنا یہ [illegible]م ہوا صلوٰۃ کا جو تقابل کے طریقہ سے خود قرآن نے سکھا دیا۔

اب جو لوگ لفظ صلوٰۃ کے معنی قرآن کے بتائے ہوئے قبول نہیں کرتے اور بضد ہیں کہ صلوٰۃ کے معنی حکیم مانی مجوسی والی آگ کے سامنے بطور **پوجا** کے پڑھی جانے والی نماز ہے تو ان لوگوں سے باادب سوال ہے کہ اگر اس آیت میں مسجد کے ساتھ صلوٰۃ لفظ استعمال ہونے سے آپ نے اسے مسجد کے اندر پڑھنا

روزانہ پانچ بار لازم ٹھہرایا ہے تو صلوٰۃ کے ساتھ آیت میں **اٰتوا الزکوٰۃ** کا حکم بھی تو ہے۔ تو پھر اسے بھی مسجد کے اندر آپ کے اپنے بنائے ہوئے جھوٹے معنی کے مطابق پانچ مرتبہ یومیہ ایک سو روپے پر ڈھائی روپے ادا کریں کیونکہ زکوٰۃ کے قرآن والے معنی تو ہیں بہتر پرورش کے لیکن وہ معنی آپ نہیں مانتے جبکہ تمہارے جعلی معنی ایک سو روپے پر ڈھائی روپے والے معنی قرآن حکیم نے کہیں نہیں کیے۔ لیکن چونکہ تمہارے والے معنی سے تمہیں روزانہ پانچ مرتبہ پوری پونجی کا چالیسواں حصہ دینے میں مالی خسارہ ہے اس لئے اس پر عمل نہیں کرتے اور قرآن نے جو زکوٰۃ کے معنی خود سکھائے ہیں کہ **قَالَ اَقَتَلۡتَ نَفۡسًا زَکِیَّةًۢ بِغَیۡرِ نَفۡسٍ 18.74**

یعنی کہا اس نے کہ تو نے قتل کیا ایک نشو و نما پائے ہوئے انسان کو بغیر کسی بدلہ کے۔

اس آیت میں نفس زکیہ سے زکوٰۃ کے بنیادی معنی نشو و نما پانا اور پرورش کرنا کے واضح ہوتے ہیں۔

اس طرح ایک اور مقام پر خود لفظ زکوٰۃ وضاحت کر رہا ہے۔

وَحَنَانًا مِّنۡ لَّدُنَّا وَزَکٰوةً وَکَانَ تَقِیًّا 19.13

یعنی شفقت کی ہم نے اپنی طرف سے اور مکمل نشو و نما کی اور وہ پرہیزگار ہوئے۔

گویا ثابت ہوا کہ **زکوٰۃ کے اصل معنی نشو و نما دینا اور نشو و نما پانا** ہی ہیں۔

اہل فارس نے مسلمانوں کی فتح کا راز قرآن حکیم کی تعلیمات میں پایا تھا اور ان لوگوں نے اپنی شکست کا بدلہ لینے کیلئے قرآن حکیم کی حیات بخش تعلیمات و اصطلاحات کے معنی بدلنے کی مہم چلائی تو اس مہم میں کئی الفاظ کے معنی بدلے گئے ہیں۔ صلوٰۃ اور زکوٰۃ کی اصطلاحیں بھی تحریف معنوی کا شکار ہوئی ہیں۔

عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح زکوٰۃ کا تعلق مسجد کے اندر عمل کرنے سے نہیں اسی طرح صلوٰۃ کے معنی والا قرآنی مفہوم یعنی اتباع نظام قرآن کی بجائے یہ پوجا پاٹ والی مجوسیوں کی اختراع کردہ نماز کا تعلق بھی مسجد سے نہیں ہے۔ اسے خواہ مخواہ بغیر دلیل قرآنی کے اس نماز کو مسجد کے ساتھ نتھی کیا گیا ہے۔ اگر صلوٰۃ بمعنی پنجگانہ نماز ہے تو پھر زکوٰۃ کا تعلق بھی روزانہ پانچ بار مسجد سے ہونا چاہیئے۔ میں اس سلسلہ میں ہر قاری، طالب علم اور ریسرچ کرنے والے کو یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ خود قرآن حکیم میں مسجد کا جوذکر 28 بار کیا گیا ہے۔

اسے غور سے بار بار پڑھ کر دیکھے کہ مسجد کا مروجہ نماز سے جوڑ کہیں بھی نہیں ملے گا۔ بلکہ مسجد کی تعریف قرآنی آیت کی روشنی میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ اس سے صاف صاف عدالت اور مرکزی سیکرٹریٹ کے معنی ثابت ہوتے ہیں۔

یہ مساجد یعنی عدالتیں اور مراکز قائم کرنا انقلابی حکومتوں کا کام ہے۔ چونکہ عدالتیں اور مراکز ریاست کے اسٹرکچر کا ایک حصہ ہیں، جو گورنمنٹ کے بجٹ سے تعمیر ہوں۔ یہ عدالتیں اور مراکز جنھیں قرآن مسجد کا نام دے رہا ہے یہ بسوں، ریلوں میں چندہ لیکر اور صندوقچے کھڑکا کر بھیک مانگنے سے نہیں بنوائی جاتیں، جس طرح آج کل مسلمانوں کی غیر قرآنی مساجد بھیک مانگنے کا پیالہ اور صندوقچے بنی ہوئی ہیں۔ میں ضلع رحیم یار خان کے کچھ میراثی خاندانوں کو جانتا ہوں جو تقریباً پچاس سال پہلے پڈعیدن اور نوشہرو فیروز کے درمیان آکر بسے تھے۔ ان میں اکثر کے رنگ کالے تھے عورتوں اور مردوں کا کام بھیک مانگنا تھا۔ پھر یہ لوگ وہاں سے منتقل ہو کر لطیف آباد اور حیدر آباد کے آس پاس میں آکر بسے۔ پھر انھوں نے ہائی وے کے دونوں طرف نمایاں پلاٹوں پر مسجدیں بنانا شروع کیں اور ریلوے اسٹیشن کے لگ بھگ بھی یہی کام شروع کئے اور مسافروں کو مسجدیں دکھا دکھا کر بھیک مانگنے میں آج تک مصروف عمل ہیں۔ ان کے ذاتی اور خاندانی کوائف جواء کھیلنے کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت کچھ ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی اور بھی کئی گورے چٹے لوگ اس نفع بخش کاروبار میں کود پڑے۔ اسلام کے نام پر قائم کردہ ملک پاکستان میں ایسی بہت ساری لاوارث مساجد رحیم یار خانی میراثیوں کی تیار کردہ غیر قانونی قبضہ کے پلاٹوں پر قرآن حکیم کی جانب سے مساجد کی تعریف و تعارف کا منہ چڑا رہی ہیں۔ لیکن ان بیچارے میراثیوں کا تو میں نے شاید ان کے غریب و مسکین ہونے کی وجہ سے ذکر چھیڑ دیا، بھلا پورے ملک یا ساری دنیا کی جملہ مساجد کے کون سے مفتیان عظام ہیں جو دنیا کے استحصالی سامراج کے خلاف فیصلے جاری کرتے ہیں اور ان کے فیصلوں کی تعمیل بھی ہوتی ہو۔ ابھی کچھ دن پہلے میڈیا نے خبر دی کہ سعودی عرب کے سینکڑوں علماء کو حکومت کی خارجہ پالیسی کے خلاف تقریریں کرنے کی پاداش میں گرفتار کرلیا گیا۔ معزز قارئین! مساجد کے ججوں، قاضیوں اور مفتیوں کیلئے قرآن فرماتا ہے کہ وَلَمۡ يَخۡشَ اِلَّا اللّٰهَ وہ اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ کھائیں جبکہ مسجدوں کے متولی و نگران اعلیٰ اور حکومتِ وقت کے سربراہ اتنے بزدل اور ڈرپوک ہیں کہ عالمی سامراج سے ہر روز کلیرنس [illegible] ٹیفکیٹ لیتے ہیں کہ مائی لارڈ آج کے دن ہم سے کوئی غلطی سرزد تو نہیں ہوئی ورنہ ہمارا سجدہ سہو قبول فرمائیں

یہ براں سورۃ توبہ کی آیت نمبر 19 پر غور فرمائیں

اَجَعَلۡتُمۡ سِقَايَةَ الۡحَآجِّ وَعِمَارَةَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ كَمَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسۡتَوٗنَ عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ 9.19

یعنی کیا تم لوگوں نے حاجیوں کو پانی پلانا اور لائق احترام مسجد الحرام کی تعمیر میں نمائش کے کاموں کو اس کے برابر بنالیا ہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ کے راستہ میں جہاد اور جدوجہد کرتا ہے۔ یہ ایسے بڑے کارنامے ہیں کہ حاجیوں کیلئے پانی کی سبیلیں لگانا اور مسجدوں کا بناؤ سنگار اللہ تعالیٰ کے ہاں کبھی بھی برابر نہیں ہیں وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ اور ایسی نمائشی سبیلیں لگانے اور مسجدوں کی فضول قسم کی عمارت سازی کرنے والے ظالموں کو کبھی بھی ہدایت کا راستہ ہاتھ نہیں آتا جس سے وہ زندگی کی حقیقی منزل کو پاسکیں۔

محترم قارئین! غور فرمایا آپ نے کہ قرآن حکیم نمائشی مذہب پرستی اور شوبازی والی نیکیوں کو حقیقی اور بنیادی چیزوں یعنی ایمان و جہاد کو چھوڑ دینے اور اہمیت نہ دینے کو کتنا کھول کر بیان کرتا ہے کہ اصلی بنیادی کاموں کو نمائشی اور شوبازی والی سستی مذہب پرستی کے برابر نہ بناؤ۔ مگر افسوس کہ مسجد کے اصلی مقام و مرتبہ کو مسلمانوں نے بھلایا ہوا ہے مسلمان مسجدوں کو بھی اس طرح فضول تعمیرات کے فیشن سے بناتے ہیں جس طرح کہ یہ اس عمارت کی پوجا کرتے ہوں۔ میں مسلمانوں کو اپیل کرتا ہوں کہ پہلے وہ قرآن حکیم کے نقطہ نظر سے مسجد کا مقام و مرتبہ اور مفہوم سمجھیں۔ سورۃ توبہ کی ان تین آیتوں میں بڑی جامعیت سے قرآن حکیم نے مسجدوں کا مصرف و مرتبہ سمجھا دیا ہے۔ بار بار تکرار سے کوئی پڑھ کر تو دیکھے۔

یہاں میں ان آیات کی روشنی میں مسجد کی تعریف پھر سے خلاصہ کی شکل میں عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ آیت نمبر 17 میں اللہ نے فرمایا کہ جو لوگ میرے نازل کردہ قوانین کی کتاب، قرآن حکیم کی روشنی میں خالص طریقوں سے فیصلے نہیں کریں گے بلکہ غیر اللہ کے قوانین کی بھی تابعداری کرینگے تو ایسے مشرکوں کو مساجد تعمیر کرنے کا کوئی حق نہیں۔

آیت نمبر 18 میں فرمایا کہ مسجدیں بنانے کا حق صرف ان لوگوں کو ہے۔ جن کا اللہ تعالیٰ کے قانون پر ایمان ویقین ہو، وہ آخرت پر بھی ایمان رکھنے والے ہوں اور زندگی گزارنے کیلئے گیدڑ و لومڑی کی طرح ڈرپوک نہ ہوں۔ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی چمچہ گیری اور چاپلوسی نہ کرتے ہوں بلکہ **وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللّٰهَ** مساجد سے فیصلے جاری کرتے اور پالیسیاں بناتے وقت سوائے اللہ کے کسی عالمی مافیا و سامراج سے نہ ڈریں۔

آیت نمبر 19 میں فرمایا کہ یاد رکھیں کہ اللہ کو نمائشی دینداری یعنی پانی کی سبیلیں لگانا اور مسجدوں میں رنگ برنگی لڑیاں لگا کر اگر بتیاں جلانا حقیقی اور اصلی مقاصد کے مقابلہ میں اچھا نہیں لگتا اور ان شوبازیوں سے اللہ کو آپ دھوکہ نہیں دے سکتے کہ آپ بڑے دیندار ہیں۔

علاوہ ازیں قرآن حکیم مسجد کا مقام و مرتبہ سمجھانے کیلئے سورۃ بقرہ کی آیت 144 میں بیان کرتا ہے کہ

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ 2.144

یعنی اے محمد! ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم حجاز کی حاکمیت کیلئے اور مرکز پر قبضہ کے لئے ہر وقت کوشش میں ہو۔ سو ہم بھی آپ کو اس مرکزی صدر مقام کی ولایت اور حاکمیت کا یقین دلاتے ہیں، جو آپ کا پسندیدہ ہدف ہے۔ اسلئے اب ہر وقت اپنی مساعی کو مسجد الحرام یعنی مرکز، جی ایچ کیو اور دارالحکومت کو حاصل کرنے کیلئے جاری رکھ۔

اب اس تعارف سے مسجد کا مصرف مزید نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔ یہاں میں ان لوگوں سے واسطہ نہیں رکھتا جو **دو اور دو کا ٹوٹل بتائیں چار روٹیاں** ۔قرآن کو سمجھنے کیلئے ہزاروں سالوں کی انسانی تاریخ کو سامنے رکھنا چاہیے۔ قرآن کو سمجھنے کیلئے، دکان اور فیکٹری میں برکت کیلئے کرائے پر ہر صبح کو جو جاہل مُلّاں منقلی لیکر وظیفہ قرآن کا ورد کرتا ہے، اس سے فلسفہ ربوبیت کائنات کیا پوچھا جا سکے گا۔ ایسے مُلّاں سے اللہ نہیں ملے گا۔ قرآن نے فرمایا کہ مسجد تمہارا قبلہ ہے۔ اس آیت میں مسجد کو جو قبلہ کہا گیا ہے تو قبلہ کے معنی مرکز، ہیڈ کوارٹر اور دارالحکومت کے ہیں۔ قبلہ کے معنی مرکز اور ہیڈ کوارٹر کا یہ مفہوم تصریف آیات کے فن سے خود قرآن نے بتائے ہیں۔ براہ کرم پڑھ کر دیکھیں سورۃ یونس آیت نمبر 87

وَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً

یعنی ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو وحی کی کہ وہ اپنی قوم کیلئے مصر میں ٹھکانہ بنائیں اور اپنے گھروں کو قبلہ بنائیں کیونکہ شہر مصر کے چوراہوں، پارکوں یا کمیونٹی سینٹرز پر تو فرعون اور اس کے مارشل لاء افسر تمہیں آزادی کے لئے ہلچل کرنے نہیں دیں گے۔ اس لئے تمہیں چاہیے کہ اپنی آزادی کی سرگرمیوں کا مرکز اور ہیڈ کوارٹر اپنے گھروں کو بنائیں۔ ہمارے پیارے آخری نبی محمد رسول اللہ کو فتح مکہ سے جو جملہ حجاز کی حکمرانی ملی تو اس قلمرو کا دارالسلطنت ابراہیمی مرکز یعنی مسجد الحرام بنی۔ جسے قرآن نے قبلہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ مسجد قبلہ ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس انقلاب کے مرکز میں تمہیں ایسا ضابطہ حیات یعنی قرآن دیا گیا ہے جسے تم نے اپنے جملہ معاملات کو حل کرنے کیلئے ہر وقت نظر کے سامنے رکھنا ہے۔

اس طرح سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 114 پر غور فرمائیں ہے کہ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَا اِلَّا خَآئِفِيْنَ 2.114

یعنی اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون شخص ہو سکتا ہے جو مساجد میں اللہ کے ذکر سے لوگوں کو روک کر مسجدوں کو ویران کرنے کے درپے رہتا ہے۔ ان کو نہیں حق کہ داخل ہوں ان میں مگر ڈرتے ہوئے۔

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ مسجد کے معنی اگر جائے نماز اور ذکر کے معنی اگر موجودہ مروجہ نماز اور خطبہ کیلئے جائیں تو ایسی مساجد اب بھی امریکہ، برطانیہ، ہندوستان، چین و فرانس میں موجود ہیں، جن میں باقاعدہ حدیثوں اور ان سے بنی ہوئی فقہوں والی مروجہ نمازیں پڑھی جاتی ہیں بلکہ ساری دنیا کے غیر مسلم ممالک میں نہ اذانوں پر بندش ہے نہ نمازوں اور خطبوں پر پابندی ہے۔ سوویت یونین کے دورہ سے واپسی پر مرحوم میر غوث بخش بزنجو سابق گورنر بلوچستان سے میں نے دورہ کی تفاصیل پوچھیں اور وہاں کے مسلمانوں، انکی مساجد اور ان میں نمازوں کے بارے میں بھی ان سے سوالات پوچھے تو انھوں نے بتایا کہ میں نے وہاں مساجد بھی دیکھیں، ان کے اندر بھی گیا نمازی بہت کم اور عمر رسیدہ لوگ تھے نوجوان نمازی مجھے نظر نہ آئے۔ عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مساجد میں نمازیں پڑھنے کی کہیں بھی ممانعت نہیں ہے

برصغیر کے دور غلامی میں بھی تاج برطانیہ کے حکمرانوں نے غلاموں کو کبھی نمازیں اور خطبے پڑھنے سے نہیں روکا تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ جو فرما رہے ہیں کہ کون زیادہ اور بڑا ظالم ہے اس شخص سے جو روکتا ہے اللہ کی مساجد میں ذکر کرنے سے۔ تو آخر اس آیت کا مصداق کسے سمجھیں؟ اور کوئی مصداق بنے بھی کیوں؟ جبکہ یہ مروجہ نماز کسے دیتی بھی کیا ہے؟ کئی لوگ خود ظالم بھی ہیں اور نمازی بھی ہیں، سود خور اور راشی بھی ہیں اور نمازی بھی ہیں، کئی ساری فحاشیوں کے مرتکب بھی ہیں اور نمازی بھی ہیں۔

مجھے ایک ایسے شخص کا حال سنایا گیا جسے ڈاکو تاوان کے غرض سے اغوا کر کے جنگل میں لے گئے تھے۔ اس نے کہا کہ وہاں یرغمال رہنے کے عرصہ میں میں نے دیکھا کہ جو ڈاکوؤں کا سرغنہ تھا وہ اپنی کیمپ گاہ میں پابندی سے نمازیں بھی پڑھتا تھا۔ ان سب واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو مسجدوں میں نمازیں پڑھنے سے روکے۔ بلکہ اس آیت میں **مسجد کے معنی ہیں وہ جگہ جہاں فیصلے ہوں اور ذکر کے معنی ہیں اللہ کا قانون یعنی قرآن حکیم**۔ تو پوری بات یہ بنی کہ اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون شخص ہو سکتا ہے جو ان عدالتوں میں اللہ کے قانون کی روشنی میں فیصلے کرنے سے روکے۔

شروع میں آپ مسجد کے معنی پر دلائل قرآنی پڑھ آئے ہیں۔ یہاں ذکر کے متعلق مختصر عرض ہے کہ ذکر کے اصل معنی تو یاد کرنا، حفاظت کرنا ہے۔ لیکن یاد کرنے کے کئی سارے معنوی لوازمات ہیں۔ جنہیں مکمل طور پر تو میں تفسیر قرآن میں لکھوں گا۔ یہاں پر صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔ سورۃ بقرۃ آیت 152 میں فرمان ہے **فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ** یہاں ایک ذکر ہے بندوں کا دوسرا ذکر ہے اللہ کا۔ دونوں کے معنی جدا جدا ہیں۔ لیکن اصل معنی کی مرکزیت دونوں جگہوں پر یکساں طور پر موجود اور سلامت ہے۔ وہ اس طرح کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم اپنی عدالتوں میں فیصلے کرتے وقت میرے قانون کا احترام کرو، پابندی کرو، تعمیل کرو، لحاظ کرو، تحفظ کرو۔ تو اس تعمیل کے نتیجہ میں اور میرے قانون کی حفاظت کے نتیجہ میں میں تمہارے "حقوق کی حفاظت کروں گا۔ جس کے نتیجہ میں تم مصائب و آلام سے محفوظ و مامون رہو گے، خسارے اور مظالم سے باعزت طور پر دور اور بلند رہو گے۔

معزز قارئین! مسجد اور ذکر کے ان معانی کو سامنے رکھتے ہوئے مندرجہ بالا آیت (2.114) پر غور کریں

کہ کون زیادہ بڑا ظالم ہے اس شخص سے، جو عدالتوں میں اللہ کا قانون رائج کرنے نہیں دیتا اور گویا کہ وہ اپنے ایسے عمل سے **سَعٰى فِي خَرَابِهَا** یعنی عدالتوں کی افادیت کو تباہ کر رہا ہے، ویران کر رہا ہے، جو عدالتیں اللہ کے قانون عدل کے خلاف فیصلے دیں گی تو وہ ظالمانہ فیصلوں کی وجہ سے ویران ہو جائیں گی۔ ایسے غیر قرآنی ظالمانہ فیصلوں سے ملک اور عوام تباہ ہو جائیں گے اللہ کی مخلوق خوار و خراب ہو کر ظلم کی چکی میں پس کر تباہ ہو جائے گی تو ایسی عدالتوں کو ویران کرنے والے ظالموں کو مساجد اللہ میں غیر اللہ کے فیصلے، اماموں کے فیصلے مثلاً نابالغ بچوں کے نکاح ہو سکتے ہیں، غلامی جائز ہے، وصیت پر بندش ہے، سزائے **رجم** وغیرہ ایسے قرآن دشمن قانون جاری کرنے والے عالموں کو اللہ فرماتا ہے کہ **أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ** یعنی ایسے لوگوں کو جو قوانین قرآن کے مخالف ہیں انہیں کوئی حق نہیں کہ وہ مساجد میں داخل ہوں۔ اگر ایسے لوگ اللہ کی مساجد کو ایکسپلائٹ کرنا چاہتے ہوں تو مساجد کو ناجائز استعمال کرنے والوں کو ان کے عہدوں سے معزول کرنا چاہیے۔ ان کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے کہ وہ تحریف و تنسیخ قرآن کی غرض سے مسجدوں میں آنے سے خوف کھائیں اور سمجھیں کہ مسجدوں کے رکھوالے موجود ہیں، مر نہیں گئے، لیکن ایسا ہو نہیں رہا۔ افسوس کہ مساجد پر قرآنی قوانین کے خلاف غیر قرآنی علوم کا قبضہ ہے مساجد پر قرآن دشمن لوگ براجمان ہیں۔ ہم مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنی مساجد کو قرآن کی تشریح کے موافق بنائیں اور مساجد کی حرمت کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنے فیصلے اور پالیسیاں قانون قرآن کے موافق جاری کریں جو **وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ** یعنی غیر اللہ کے خوف سے آزاد ہوں۔

اسی طرح اصحاب کہف جو اپنے دور حکومت کے مشرکوں سے ٹکرائے تھے کہ **رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ** یعنی ہم اس ذات کے قانون ربوبیت کو چلائیں گے جو آسمانوں اور زمین کے جملہ باسیوں کی پرورش کر رہا ہے اور اس کے اجتماعی قانون پرورش کے سوا ہمیں اور کوئی انفرادی اور شخصی فارمولے قبول نہیں۔ جو لوگ اجتماعی مساوات عدل اور ربوبیت کے قائل تھے، اپنی حکومت سے اختلاف کرتے ہوئے واک آؤٹ کر گئے اور جلاوطنی اختیار کر کے انقلاب کے لئے نئے اور موافق حالات اور موسم کا انتظار کرنے کیلئے کہف نامی درے میں جا چھپے تھے۔ وہاں کچھ عرصہ گزارا اور ساتھ لایا ہوا راشن ختم ہونے کے بعد اپنے میں سے ایک ساتھی کو راشن لینے کے لیے قریبی شہر بھیجا۔

باہر انقلاب آچکا تھااور ان انقلابیوں کی ہم خیال پارٹی کی حکومت قائم ہوچکی تھی، ملک میں اگلی کرنسی معطل ہو جاچکی تھی کیونکہ ذخیرہ اندوزوں نے ارتکاز زر کر رکھا تھا اس لئے انقلابی حکومت نے ان کی دولت کو بے اثر کرنے کیلئے نیا سکہ جاری کر دیا تھا، انقلابی جلاوطن پارٹی والوں کے ایک ساتھی کے پاس راشن لیتے وقت اگلی حکومت کی جو کرنسی دیکھی گئی تو اس سے وہ پہچانے گئے اور ان کو خبر دی گئی کہ اب تمہاری ہم خیال پارٹی والوں کی حکومت ہے، اب زرداروں کی شاہی ختم ہوچکی ہے، اب تمہارے ہی منشور والوں کی فتح ہوگئی ہے۔

یہ انقلابی لوگ جو **فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِهِمْ فِی الْكَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا** یعنی اپنے درہ کہف میں بیرونی رابطے اور میڈیا سے کٹے ہوئے تھے وہ باہر آئے اور اپنی پارٹی والوں کی فتح کے بعد کچھ عرصہ ان کے ساتھ رہنے کے بعد جب وہ وفات پاگئے تو فاتح انقلابی پارٹی والوں نے فیصلہ کیا کہ ان کی نظریاتی اساس اور پروگرام کو بنیاد کا درجہ دے کر ان کی یاد میں مسجد بنائی جائے جو ہمیشہ کے لئے ربوبیت عامہ اور اجتمائی مساوات کے قانون کی یادگار رہو۔

قَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓی اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْهِمْ مَّسْجِدًا 18.21

یعنی کہنے لگے وہ لوگ جو غالب آچکے تھے اپنے معاملہ میں، ہم ضرور بنائیں گے ان پر مسجد۔

گویا انقلابی پارٹی کے فاتحین نے اصحاب کہف جو پہلے نظریاتی استاد اور بنیاد ڈالنے والے تھے ان کی یاد میں ان کے پروگرام کو آئندہ کیلئے جاری رکھنے کیلئے مسجد کو بطور مرکز و عدالت بنایا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نظریاتی پروگرام کا فکری کورس اور عملی سلیبس، مستقبل میں قرآن کی تشریح والی مساجد کی معرفت ہی پھل پھول سکتا ہے۔

و ما علینا الا البلاغ

سندھ ساگر اکیڈمی کی مطبوعات

1۔ صلوٰۃ کے وہ معنی جو قرآن نے بتائے
2۔ صلوٰۃ اور نماز میں فرق
3۔ فتنہ انکارِ قرآن، کب اور کیسے؟
4۔ فقہ القرآن
5۔ قرآن مہجور
6۔ علم میں خیانتیں

نماز بمعرفت معراج؟

جس طرح کہ بخاری ودیگر کتب احادیث میں روایات لکھی گئی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے سیر میں مروج نماز پچاس عدد دی گئی تھی، جو پڑہی تو پانچ بار جاتی ہے لیکن شمار پچاس بار کی جاتی ہے، اگر یہ بات اس طرح ہے تو معراج کا واقعہ نبوت کے دسویں سال میں بتایا گیا ہے، سوا تئنے تک آدہا قرآن نازل ہو چکا ہوتا ہے، تو معراج سے پہلے نازل شدہ قرآن میں اقیموا الصلوۃ کا حکم جو کئی بار آیا ہے اس کی اس وقت کیا معنے اور تفصیل کی جاتی تھی؟

اگر نماز معراج سے پہلے تھی تو پچاس سے پانچ کے عمل میں رعایتی کٹوتی تو معراج میں ہوئی ہے بمعرفت موسیٰ علیہ السلام، تو معراج سے پہلے نمازوں کی پچاس عدد کو چوبیس گھنٹوں پر کس طرح بانٹ کر پڑھا جاتا تھا؟ اگر کوئی جواب میں یہ فرمائے کہ نماز شروع اسلام میں معراج کے واقعہ سے پہلے ہی پانچ وقت فرض کی گئی تھی تو اس جواب سے ثابت ہوا کہ بخاری ودیگر کتب احادیث کا نماز کو معراج کے واقعہ کے ساتھ نتھی کرنا یہ تو جھوٹ ہوا، اس معراج کے تفاصیل میں نماز سے متعلق قصہ اگر جھوٹ کہا جائیگا تو معراج کی بقیہ تفصیل بھی لازما جھوٹ ہی شمار کی جائیگی۔